

**TEXT PROBLEM
WITHIN THE
BOOK ONLY**

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226541

UNIVERSAL
LIBRARY

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ

سیادت قریش کا قومی مسکاحی اور یاد گاری

القریش

ایڈیٹر

محمد علی رفیق صدیقی

(قیمت سلاکین روپے)

(قیمت سلاکین روپے)

جلد ۱۲ امرتسرہ، جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۶ شعبان ۱۳۸۵ھ

بانگِ عمل

از جناب مولانا غلام حسین صاحب شاکر

کیا ہے اب بزمِ صحافت میں شمارِ القریش
اور بھی چندے اگر اس کی ہی حالت رہی
دائے بیداری کو اس دورِ چمنِ انسر میں
ناظرین میری نظر میں نکتہ یہ خوشید ہے
آپ یہ مانیں نہ مانیں یہ حقیقت ہے مگر
زندگی کی منزلیں ہو جائیں گی روشن تر
پیونک دے کہ ہم جو خاکِ کب جو قوم کو
نکل دیا مانی ہو تا نازاں ہمارے عزم پر
درو کے عالم میں پیر الیٰی فضا پیدا کریں

دے رہا انکی خبر ہے حالِ زارِ القریش
سینہٴ رونق میں آت ہو گا مرادِ القریش
بے کھلے مر جہا رہے غنچہ زارِ القریش
بیفراہی آپ کی بس ہے قرارِ القریش
آپ کی عزت کا باعث ہو قرارِ القریش
آئیے ہو جائیں اب ہم سب نثارِ القریش
آئیے دم ہم وہ چکا میں شہرِ القریش
آئیے آنکھوں سے ہمیں ہم کے خاںِ القریش
چھپائے روز و شب جس میں ہزارِ القریش

نورِ روز سنکر مجھے شاکر نے کہا
نہی ہر گل رونقِ فصلِ بہارِ القریش

شذات

آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ تمہارے دو شمارات، اسکے ماتحت متاخر قلمی خاندانوں کے تاریخی اور مذہبی القریض، انکی سوانح حیات کا سلسلہ شروع کروا دیا جائیگا۔ علاوہ انکی سوانح حیات کے سوانح نامی کا دلچسپ اور مفید ترین سلسلہ بھی شروع کروا جائیگا۔ ناظرین کو کام انتظار فرما دیں۔ اور اپنے اپنے خاندانی حالات و واقعات کی ترسیل شروع کر دیں۔

ابن اہم قومی ضروریات کا جو اہم اجاڑا اس اشاعت کے انتظامیہ رابطہ کار میں کروایا گیا ہے۔ شذات کا مقصد ہے کہ سالانہ سلسلہ میں قومی اجتماع جو ناظرین کو کام انتظامیہ مذکور کو نظر میں رکھ کر فرما دیں۔ اور غور کریں کہ اجتماع کی کس قدر اہم ضرورت ہے جس قدر ہم اپنی ضروریات سے بے پرواہ ہو رہے ہیں، اسی قدر قوم پر نکتہ و رہا کی گمشدگی چھائی ہوئی ہے۔ اور ہم من حیث القوم قمر مذلت میں گر رہے ہیں۔ پھر یہ ان قریض کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی درمیں اور مجاہدین مفید رہے جو اپنی ذاک مطلع فرما کر عند اللہ کام سرکار فرما دیں۔

لاہوری مہر تالیف شذات فنی مدھیانوی نے "درج طراوت" کا ایک سبق باب شہ و شہ کر رہا ہے۔ اور اسکی پہلی قسم اس اشاعت میں شائع ہوتی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اور القریض انکی حیوانات طبع کے لئے یہ ایک بہترین باب ہو گا۔ اور دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

آپ اور القریض ان کے سوانح کو گونا گوں دلچسپیوں سے مزین کرنے کے لئے ہمارے قلمی احاطہ فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اس اشاعت میں آپ کا دوسرا مضمون "دو غامضی القوم" کے عنوان سے بھی درج ہوتا ہے۔ جو بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے۔

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا ذکر ضروری ہے

منبر

"القریش" مطبوعہ لاہور کے مضمون کے حاشیہ پر ہر چوری کی اشاعت کو ملتوی رکھنے کا اس لئے اعلان کیا گیا تھا کہ اس غرض میں "القریش" کو حاشیہ دینا ضروری و ظاہری و باطنی حالت میں بیان سیر کی کرنے کے لئے معافیین کی ترتیب کے مسئلہ وہ مشاہیر قریش اور مشہور تاریخی مقامات کے مکملی تصویروں کا انتظام بھی کیا جائے لیکن انیسویں صدی کے ان چند دنوں کی وہ تصویر کے باوجود ہم اس مقصد میں ہی تک کامیاب نہیں ہو سکے۔ کوئٹہ، جہاں ہے، انشاء اللہ اگلے آئندہ اشاعت تک کوئی مذکورہ انتظام ہو جائے گا۔ یہ حال سہواری کی خوشخبر اور دیدار زیب بنانے کی غرض سے سہواری کا بلک ہوانے کے لئے دست دیا گیا ہے۔ بعض اوقات اس خیال سے کہ "القریش" کے حسب حال عام طور پر کسی تعداد پر کامیابیت دیکھ کر ہو گا۔ تصانیف کی اشاعت ہی کے حالات ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ اس وقت تک ٹھیک طور پر ہو سکے گا۔ جب دیگر برادران بھی اپنی اپنی رائے کا اظہار کر دیں گے۔

ابھی حال عام طور پر ان دنوں اور تعداد گناہوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ محض ذات و خاندان عامہ کی اصلاح کی بجائے خود اسکے پیچھے جا رہی ہے۔ اور نادلوں کی اشاعت بلا تیز اس کے کہ ان کا خلاق پر کیا اثر ہو گا۔ اور وہ عند زور و باجاء رہے۔ ہم نے اس اشاعت سے بادل ناخدا سے اس سلسلہ کو تفریق دکھانے کے دلچسپ نتائج شروع کر دیے۔ اسے جاری رکھیں گے لیکن باوجود حالان میں ناظرین کو "القریش" سے اپنی خلاق سرنامادوں کی توقع نہ رکھنی چاہیے۔ جن کی اشاعت صحافتنا مودود کے لئے باعث فخر ہے۔

اس اشاعت سے معافیین کے اس قیمتی سلسلہ کو پھر شروع کر دیا گیا ہے جو "القریش" انکی شان و شان و مقام اور جس کے مطالعہ سے علمی و تاریخی معلومات میں گونا گوں وسعت ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخی و علمی ماحول ہو سکتا ہے۔ چنانچہ "سوانح اسلامی" "طریقہ اور قلم لیب" "تفہیم تار و" خاص مضمون ہیں جن کے مطالعہ پر مبتدئی سے ہر منہجی تک یکساں مفید ہو سکتی ہے۔ امید ہے۔ ناظرین کو کام اس سلسلہ کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے۔

اس نے گزشتہ ۱۶ سال میں انجام دیں۔ ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ خط و مراسلات اور کتابتیں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ جو دقتاً و قنناً اپنی اوراق کی زریعہ و زینت ہوتے رہے ہیں۔ فخر اور اعلیٰ سے نہیں بلکہ دقاہت کی بنا پر ہم یہ کہہ بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر ان "قریش" میں چند قصہ کہانیوں اور بنے بچے داستانوں کے فقدان کے سبب اس سے دل بستگی نہیں رکھتے تو بہت اذرا لاکثر ایسے غلط و مستجاب احباب بھی موجود ہیں۔ جو اس کی موجودہ روش کو دل سے چاہتے اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اسی اشاعت میں "برہم قریش" کے تحت مولانا عبداللہ صاحب ماہر علوم شرقیہ کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے۔ جو ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ خیرا ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص جداگانہ مذاق رکھتا ہے۔ اور اس حق پر کہ اپنی طبیعت کے موافق کسی چیز کو پسند کرے یا نا پسند۔ سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ درود کون سا راہ عمل ہے جو ہمیں شاہراہ کامیابی پر لے جا کر منزل مقصود اور منصف شہود پر پہنچائے۔ میں مدد معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

ایک ایسی غفلت آشنا اور صدیوں کی سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے "القریش" کی مساعی کا بظاہر کوئی نتیجہ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن موجودہ حالات اب اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ قوم بیداری کی طرف اُس ہو چکی ہے۔ اور وہ ایک معمولی سی کوشش سے اتحاد و یکجا ہونے کی سطح پر آکر اپنے مستقبل پر توجہ پڑے۔ ساتھ غور کرنے اور ترقی پذیر فتنہ اقوام کے دوش بدوش چلنے کے لئے آمادہ و تیار ہے۔ بنا بریں ضرورت کا شدید تقاضا یہ ہے کہ شاہد قہود کے حصول کے لئے ہم اپنا پروگرام تجویز کریں۔ اور پوری قوت و ہمت اور ثبات قلبی و اعتقاد کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوں۔

منہذا

درمندان قوم وہی خویان قریش کا سب سے پہلا مقدمہ اور آئین قریش یہ ہے کہ وہ قوم کی ان تمام نعمتوں کو دے کر دے کے لئے ان تھک مساعی سے کام لینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ جو گونا گوں غفلت شمار ہیں اور بوقلموں سہل انگیزیوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔

پنجاب کے بعض اضلاع کے تہذیبی و فنی زراعت سے محروم ہیں۔ اس کا اثر ان کی ملازمت ترقی اور خوشحالی پر بہت برا پڑتا ہے۔ قریشی من حیث القوم تعلیم تجارت اور زراعت میں ان کے ہم عصروں سے زیادہ اہل ہیں۔ بیکار رہا تو ان کو یا فتنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ القریش

جلد ۱

۱۷ جنوری ۱۹۳۱ء

دعوتِ عمل ۱۹۳۱ء کے لئے پروگرام

خدا نے جل جلالہ و جل شانہ کے فضل و کرم سے اس اشاعت کے ساتھ "القریش" کی سولہویں جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ اسی قاعدہ توانا کا نصف و احسان ہے۔ کہ "القریش" ایک ایسی قوم جو اٹھادہاڑیوں کے باوصف آج علم و عمل سے کوسوں دور پڑی ہو اور جو سرباغ اقوام عالم ہونے کے باوجود کٹھنی کے تیش ترین غفلت کردہ ہیں۔ یہ اس درجہ حرکت پڑی ہے۔ اور جسے اپنی ضروریات کا ذرہ بھر احساس نہیں سے نسبت رکھتے ہوئے بھی پندرہ سال تک اپنے فرائض مفوضہ کہہ دیا تو اسے اس انجام دینے میں ان ناکام ترین حالات میں بھی زامانہ کا ساتھ دیتا رہا جس میں اس کے ذرہ رو رہنے کا قطعی امکان نہ تھا۔

خدا نے عزائے کی کردگاری سے یہ ساری برکتیں یہ ساری رحمتیں یہ ساری بہتیں سلطانی معلوم ہوا اگر اللہ تعالیٰ اس تاجدار و کرم ادا اللہ اقبال و احسان کے لئے اس قوم کو جلائے دے تو یہ قوم بیدار ہو جائے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے احسان و اظہار و کرامات شاہانہ سے "القریش" ایسے بے وید و تومی جریدہ پر موعظی و مبذول فرمائی۔ محمد اللہ علی احسانہ۔

"اللہ تعالیٰ" کی بندہ سارہ خدمات پر کسی تیسرہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ باب دانش ۱۶ سال قبل کے حالات کے موازنہ سے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں قوم کے حالات میں کیا تغیر و تدریج ہوا اور قریش کو من حیث القوم بنے و جد سے کیا فائدہ پہنچے۔ ظاہر میں نگاہیں اگر عمیق ترین نتائج دیکھنے سے عاری ہوں تو غیب نہیں۔ لیکن دانشوران و شعور پسند اپنی طرف نگاہ کی وجہ سے چند نکتوں کے سوا اس میں غور نہیں کر سکتے۔ ان خدمات کے ثمرات ان ہیں۔ جو

(۲) کوشش اور مزدور کو کشش ایسی کہ سال منسلہ میں کسی نمونہ مقام پر کم از کم سو پنجاب کے قریشی برادران جمع ہو سکیں۔

(۳) "القریشیہ" کے خاص نوٹوں پر گہری توجہ دیکر دشورہ طلب امور پر اور مراسلات کے جواب میں تاخیر نہ ہونے دیں۔

آج سے ہماری تمام کوششیں اس اہم ضرورت کے پورا کرنے پر مرکوز ہونگی اور آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ ہماری صدق دل کے ساتھ مدد کریں۔ دیا اللہ التوفیق!

پے درکاروں کی کثرت ہے اور کوئی چارہ کار نہیں، صحیح النسب قریشی خاندان ان ناگزیر حالات کی وجہ سے دیگر اقوام میں مدغم ہو رہے ہیں۔ اور تو مٹ گئی ہے۔ نظام ترکیبی کے فقدان نے "قصاب" اور "مرا سیوں" کے حوصلے بڑھا دیے ہیں۔ وہ ایک شریف النسب قوم کو غلام النسل بنانے کے لئے ناروا جائز طریق پر حملے کر رہے ہیں۔ ان تمام بیماریوں کا جو قوم کو مہلک طریق پر لگی ہوئی ہیں واحد علاج صرف یہ ہے کہ

(۱) صرف ۲۰ کے ایشاریہ آپ انجمن قریشیان پنجاب کے ممبر بنیں۔ اور

فاروق عظیم اور سلام

بمراحت بیان کرے، اے اس امر کی توجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سلطانی سراج میں جس قدر روزانہ تیل خرچ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بیت المال کے جمع شدہ روپیہ سے خریدا جاتا ہے۔ لہذا اس کا استعمال اس طرح ذاتی اشتغال کے تقدیمہ کے لئے قطعی غیر مشروع اور خلاف آئین ہے۔ بلکہ فی الحقیقت اس تیل کا صحیح مصروف یہ ہے کہ اس کی مینا میں مسلمان رعایا کے اہم معاملات پر نظر عین نور موزع کیا جائے۔ اور حتی الوسع ان کو سہولت کے ساتھ ملے کر ان کی کوشش کی جائے۔ رع عدالت ایسی ہوتی ہے۔ عدالت اسکو کہتے ہیں (فیض لدھیانوی)

گرجیچ جہاں ہیں ہے تو نیزنگ جہاں دیکھ
آفاق میں اللہ کی قدرت کے نشان دیکھ!

مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اپنے عہد عدت مہدی میں اپنی عمر بزرگایا کے بیشتر مقدمات کے وقت چراغ کی روشنی میں فیصلہ کیا کرتے تھے ایک شب کا ذکر ہے کہ ان کا ایک عمام نہایت سرسبکی کی حالت میں آپ کی خدمت اقدس میں ناظر ہوا اور امور خاتمی کے متعلق کچھ عرض معروض کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے یہ عجیب و غریب دیکھ کر اس عمام کو بغیر یہ حکم دیا کہ وہ پہلے اس جلتے ہوئے چراغ کی جلی کو مٹ کر دے اور بعدہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا تھا

پیام اقبال

(از فیض لدھیانوی)

یکایک بے رخی کی جان کو تو اسقدر روجا
کہ داغِ فرقہ بندی دامنِ اسلام سے دھو جاتا
اخوت کا گلستانِ جہاں میں بیج یوں بوجا
"بتانِ رنگِ بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جاتا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی"
(اقبال)

مساوات اسلامی

عبدالغفار قی کا ایک پچھپ اتھ

جاگیریں دیکر مد سے زیادہ اس کی قدر افزائی کی۔ اس واقعہ کو عرصہ گزر گیا۔ اور وہ قیصر کے پاس عیش و عشرت میں اپنی زندگی کے ایام گزارنے لگا۔ لیکن اسلامی افواج کی فتوحات دیکھ کر اس کا دل جلتا تھا۔ کیونکہ اسے رشک پیدا ہوتا تھا کہ اس میں اس کا حصہ نہیں۔ اپنی ایام میں اتفاقاً حضرت عمرؓ نے ایک ایلمی ہرقل کے دربار میں اس غرض سے بھیجا کہ قیصر کو اسلام کی دعوت دے۔ اور اگر وہ اس سے انکاری ہو تو اس سے جزیہ کا مطالبہ کرے۔ ایلمی نے جب اپنے درائنض بھیجا لاکر دایسی کاراوارہ کیا تو ہرقل نے اس سے کہا:۔

”کیا تم اپنے ابن عمر سے نہیں ملے جو ہمارے پاس آکر اپنی خواہش سے عیسائی ہو گیا ہے؟“

ایلمی نے نہیں تو

ہرقل نے اس سے ضرور ملو۔ پھر میرے پاس آؤ۔ میں تمہارے بادشاہ کے خط کا جواب اس وقت تمہیں دوں گا۔“

چنانچہ ایلمی جیل کے محل کی طرف آیا۔ وہاں اسے عجیب و غریب اور لوگوں کا وہی ہجوم نظر آیا جو قیصر کے محل کے باہر تھا۔ اذن طلب کرنے کے بعد اجازت مل گئی اور وہ جیل کے سامنے پیش ہوا۔ اس سے قبل جبکہ جیل مدینہ گیا تھا تو اس کی داڑھی کے بال شرح تھے۔ لیکن اس وقت ایلمی نے اسے سیاہ پایلہ اور اس لئے وہ اسے نہ پہچان سکا۔ ایلمی کے حاضر ہونے کے بعد جیل کے حکم دیا کہ سنہری پانی کا برتن لایا جائے۔ اور اسے اپنی داڑھی پر پاش لیا۔ جس سے وہ پہلے کی طرح سنہ ہو گئی۔ جیل اس وقت ایک کایچ کے تحت پر بیٹھا ہوا تھا جس کے چاروں پائیوں پر سونے کے شیر پنے ہوئے تھے جوہنی اس نے ایلمی کو دیکھا۔ فوراً اسے کھینچ کر اپنے برابر بیٹھا لیا۔ اور یوں گفتگو کرنے لگا

جیل ”مسلمانوں کا کیا حال ہے؟“

مسلم ایلمی نے بہت اچھا ہے۔ اور جب سے آپ وہاں سے رخصت ہوئے ہیں۔ بفضل ایزد متعال ان کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔“

جیل جس وقت تم مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عمر بن الخطاب کا کیا حال تھا ایلمی نے آپ اچھے تھے۔ ایلمی کا بیان ہے۔ کہ جب میں نے فاروقی عظمیٰ کو

جیل ابن الیہم غسانیوں کا سب سے آخری بادشاہ تھا۔ جب اسلامی لشکر نے اس حصہ تک پر قبضہ کر لیا۔ تو وہ مسلمان ہو کر مدینہ آیا۔ فاروقی عظمیٰ نے اس کا نہایت ہی شاندار استقبال کیا۔ اور خود بولت کھڑے ہو کر اس سے ملے۔ اور نہایت عزت کے ساتھ اپنے پاس بگڈ دی۔ ایک دن مدینہ کی سیر کے لئے اس کے کئی کوچوں میں پھر رہا تھا۔ کہ اس کے آزاد بند (تہ بند) پر جو ٹخنوں کے نیچے زمین پر گھس رہا تھا۔ بنی خوار کے ایک شخص نے پاؤں رکھ دیا۔ اور وہ کھل گیا۔ جیل نے غصہ آوہ ہو کر اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ خوار نے اس کے خلاف حضرت عمرؓ کے دربار میں استغاثہ کیا۔ آپ نے جیل کی حاضری کا حکم دیا اور زمینین کے بیانات سننے کے بعد فیصلہ کیا کہ خوار کی جیل کے اسی طرح تھپڑ لگائے جس طرح اس نے لگایا تھا۔ یہ فیصلہ سن کر جیل سٹپٹا یا اور کہنے لگا کہ کیا میں اور یہ شخص برابر ہیں؟

حضرت عمرؓ نے ان۔ اسلام نے تم دونوں کو برابر کر دیا ہے۔“

جیل تو پھر میں ایسے اسلام سے باز آیا۔“

حضرت عمرؓ نے مگر تو ایسا کرے گا۔ تو قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔“

جیل نے خوفزدہ ہو کر آپ رات کی رات مہلت دیں تاکہ میں اپنے غور کروں۔“

حضرت عمرؓ نے ان یہ ہو سکتا ہے۔“

چنانچہ مہلت کے دوسرے دن یوریا بستر مستحیال مدینہ سے چھپت ہو کر قیصر روم سے جا ملا۔ اور عیسائی ہو گیا۔ لیکن بعد میں اپنے لئے پڑنا دم ہوا اور اس اندامت کا اظہار چند اشعار میں کیا جن میں سے ایک یہ ہے:۔

ملوٹ الاشراف من اجل الطمعة ۛ دعا کان فیہا الوصیۃ لہا ضرر (ترجمہ) شریف لوگوں نے ایک دھڑکی وجہ سے عیسائیت اختیار کی حالانکہ اس میں کچھ ضرر نہیں تھا۔ اگر میں دھڑکھالے پر مبرکتا۔

جب وہ ہرقل قیصر روم کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ تو اسے غلام مال و دولت اور

ایلیٰؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے سے ہمیں منع فرمایا ہےؑ

جبلہؑ ہاں انہوں نے ایسے برتنوں میں کھانا کھانے سے تم لوگوں کو منع فرمایا ہے لیکن تمہارے دونوں کو اس کی طرف راغب ضرور کر دیا ہےؑ

کھانا تناول کر کے بعد سولے کے فطش اور چاندی کے نوے ٹالے گئےؑ

جبلہؑ ان میں ہاتھ دھوئے لیکن مسلمان ایلیٰؑ نے معمولی فطش میں ہاتھ صاف کئے۔ اس کے بعد اس نے ایک خادم کو اشارہ کیا کہ چلا گیا اس کے چلے جانے کے بعد صرصر کسایا اٹھایا۔ جن میں سے دس تخت کی دائیں طرف اور دس بائیں

طرف رکھ دی گئیں۔ پھر چند ایک کنیزیں آئیں جن کے سروں پر سولے کے صرصر تاج تھے۔ چنانچہ وہ دائیں اور بائیں کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ پھر ایک اور کنیز آئی

جس کا چہرہ آفتاب کی مانند چمکتا تھا۔ اور اس کے سر پر ایک تاج تھا۔ تاج کے اوپر ایک پرند بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جام تھا جس میں سے شش کی

لیٹیں اتر رہی تھیں۔ اور دوسرے ہاتھ میں عرق گلاب کا بھرا ہوا ایک برتن تھا۔ اس نے پرند کو اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی آواز دی۔ آواز سنتے ہی وہ اس کے سر سے

اڑ کر شش کے جام میں کود گیا۔ اور پھر پھڑپھڑانے لگا۔ اس کے بعد کنیز نے پھر آواز لگائی۔ اور وہ دہاں سے اڑ کر عرق گلاب کے برتن میں غوطہ لگا گیا۔ اور پھر پھڑپھڑانے

لگا۔ پھر اس نے دینیرے اشارہ کیا وہ دہاں سے کل کر جبلہؑ کے تاج کی صلیب پر بیٹھ گیا۔ اور ناچنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے پھر جھاڑوئے اس پر جبار جوشی سے

اس زور سے ہنسا کہ اس کی داڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ پھر ان کنیزوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے دائیں ہاتھ بیٹھی تھیں۔ اور ان سے کہا: "ہمیں ہنساؤ؟"

چنانچہ انہوں نے خود سنبھال کر گانا شروع کیا۔ جبلہؑ ان کے گانے سے ایسا غلط ہوا کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ پھر ایلیٰؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا:

"جانتے ہو اس کی غزل ہے جو انہوں نے گائی ہے؟"

ایلیٰؑ ہنسی:

جبلہؑ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت کی ہے۔

اس کے بعد ان کنیزوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اس کے بائیں طرف بیٹھی تھیں۔ اور بولا: "ہمیں رلاؤ؟" چنانچہ انہوں نے اپنے خود سنبھال کر غزل شروع

کی۔ ان کے گانے نے اس پر ایسا اثر کیا کہ روتے روتے اس کی داڑھی آٹھوں سے تر پور ہو گئی۔ پھر ایلیٰؑ سے خطاب کر کے کہنے لگا:

خیرت کا حال بتایا۔ تو اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور اس کے بعد میں تخت سے نیچے آ کر آیا۔ اس پر وہ بولا: کیا وجہ ہے کہ جو عزت میں نے تمہیں دی ہے تم اس سے انکار کرتے ہو؟

ایلیٰؑ اس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہمیں منع فرمایا۔ جبلہؑ ہاں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع تو کیا لیکن تمہارا

دل کو اس سے آراستہ کر دیا؟

ایلیٰؑ جبلہؑ تجھ ہلاکت ہو کیوں تو مسلمان نہیں ہوتا۔ حالانکہ تو اسلام اور اس کی فضیلت کو اچھی طرح جانتا ہے؟

جبلہؑ مجھ سے فعل ہی ایسا سرزد ہوا ہے کہ میں تمہارے سبب میں پس نہیں ہو سکتا۔

ایلیٰؑ تو ٹھیک کہتا ہے لیکن بنی خزاعہ کے ایک شخص سے وہی فعل سرزد ہوا تھا جو تم سے ہوا تھا۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ اسلام سے مرتد ہونے کے بعد

اس نے مسلمانوں کے بڑے بڑے شرفاء کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔ اور پھر جب وہ اسلام میں واپس آیا۔ تو مسلمانوں نے اسے بڑھ کے لباد میں اسے مدینہ میں

مسلمان ہی چھوڑ کے آیا ہوں۔ اور وہ وہی شخص ہے جس کے تم نے دھپٹر لگایا تھا۔ اور تم نے اس کا قصاص طلب کیا گیا تھا۔ اب تم خود اندازہ لگا سکتے ہو کہ تمہارا جرم

اس کے جرم سے کس قدر ہلکا ہے۔ اس نے مرتد ہونے کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کیا لیکن تم نے صرف ارزاؤ کے اوپر ہی صبر کیا تھا؟

جبلہؑ غیر میں نے تمہاری بات شن لی ہے۔ اب تم اس سے زیادہ میرا ایک کام کرو۔ میں یہ شش اسلام میں واپس آ جاتا ہوں۔ لیکن تم نے دو باتوں کا قصاص

ہونا ہو گا۔ ایک یہ کہ غزیر اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دے۔ اور دوسرے یہ کہ اپنے بعد بیچے اپنا جائزہ لیں۔

ایلیٰؑ لڑکی کی شادی کی غمانت تو میں دے سکتا ہوں لیکن جائزہ لینی کی ضمانت دینا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

اس کے بعد جبلہؑ حلو مش ہو گیا۔ اور اس نے ایک خادم کو اس کے قریب ہی کھڑا اشارہ کیا۔ اشارہ پانے ہی وہ دہاں سے چلا گیا۔ اور اپنے ساتھ بہت

سے غلام لایا جو سولے امد چاندی کے بڑے بڑے گدڑوں میں طعام اٹھائے ہوئے تھے۔ زور سے دستروان بچھا گیا۔ اور اس پر کھانا چٹا گیا۔ کھانا چنے جانے کے بعد

جبلہؑ ایلیٰؑ سے کہا: "کھاؤ؟"

”جانتے ہو کس کا شعار میں؟“

ایلمچی نہیں؟

جبلہؓ یہ حسان بن ثابت کے ہیں؟

اس کے بعد اس نے اپنے وہ اشعار جو اس نے اسلام سے مرتد ہونے کے

فوراً بعد اپنی ملامت کے اظہار کے متعلق کہے تھے پڑھنے شروع کئے۔ اور ایلمچی سے

کہا: کیا حسان زندہ ہے؟

ایلمچی: ہاں۔

جواب سن کے اس نے حکم دیا کہ ایک خلوت حسانؓ کے لئے اور دو مرا ایلمچی

کو دیا جائے۔ اور کہا کہ حسان کے لئے بہت سامان اور ایک اذنی اس کے سپرد

کر دے جائیں۔ اور پھر ایلمچی سے کہنے لگا: یہ تحائف میری طرف سے حسان کو دینا اور

اس سے میرا سلام کہنا۔ اور اگر وہ تمہارے جانے سے پیشتر مر چکا ہو تو اس کے

اہل کے حوالے کرنا اور اذنی اس کی قبر پر دے کر دینا۔

جب ایلمچی قسطنطنیہ سے واپس ہوا تو اس نے جبلہ کا قصہ حضرت عمرؓ کو سنایا۔

آپ نے فرمایا: تو نے کیوں اسے جانشین نہ کئے جانے کی ضمانت نہ دی؟ چنانچہ

آپ نے اسے دوبارہ ہزول کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم جب سے جا کر کہو کہ

عمرؓ نے جو تمہیں اپنا جانشین کرنا چاہتا ہے لیکن بدقسمتی سے ایلمچی جہاں قسطنطنیہ

پہنچا۔ تو لوگ اسے دفن کر کے قبرستان سے واپس آ رہے تھے۔

خوشی

سپیدہ صبح کی تجلی اُفق کے پردوں سے آرہی تھی
مہرِ نشاں کا روئے روشن نقابِ مشرق چھپا رہی تھی
عروسِ نازِ آفریں شفق کی لبِ اُفق مسکرا رہی تھی
گلوں کی غیر طراز محبت، چمن کو جنت بنا رہی تھی
مہک رہی تھی فضا کے گلشنِ شبنم کو ترلٹا رہی تھی
حسینِ موجوں کے آئینوں میں شاعرِ خورشید لا رہی تھی
یہ سرفرازِ سپید قمری، بصدِ طرب جھپکا رہی تھی
سپید مرغابیوں کی سیمیں قطارِ مشرق کو جا رہی تھی
حسینِ بھوروں کی نغمہ زانی، شرابِ وحدت بہا رہی تھی
لطیف و پرکٹ وادیوں سے شبنمِ فردوس آرہی تھی
اُدھر وہ نورنگا، صحرا، سحر کی زینت بڑھا رہی تھی
نگاہِ معصوم کی لطافت، فضا میں کلیاں لٹا رہی تھی
عقیقہ و معصوم مسکراہٹ سحر کی زینت لٹا رہی تھی
جھکائے سر بے نیاز یعنی وہ زیر لب گُلنا رہی تھی
رُخ نگاریں کی نرمیوں کی خبر نہ سن کو درارہی تھی

سکوتِ شب کی اخیر جھلکی سحر کا پیغام لا رہی تھی
بساطِ عالم سے چاندنی نے سپید دامن اٹھالیا تھا
ڈھلک رہے تھے دُور نور گلوں پہنائے انھریں سے
لہک رہا تھا حسینِ سبز ہوا کے پرکٹ جڑو مد سے
نہالِ تازہ لچک رہے تھے سپید کلیاں چٹک رہی تھیں
کنارِ جو میں بکھر رہے تھے صبحِ اوراقِ سیم گویا
حسینِ چڑیاں مچھک رہی تھیں طورنگیں تھے نغمہ پیرا
پروں کو اپنے جھٹکا رہے تھے بہ شوقِ مرغانِ صبح آرا
کلیلیں سبز پہ کر رہے تھے بہرنِ مست میں مست ہو کر
پہاڑیوں کے خوش دامن بہار رنگیں بنے ہوئے تھے
ادھر تھا نور سحر کا جلوہ، طلوعِ خورشید زرفشاں سے
طلوعِ خورشید ہو رہا تھا، انعامِ سادہ کی جنبشوں سے
سپید دانتوں کی بجلیوں میں حسینِ تار چمک رہے تھے
سوں کی معصوم جنبشوں میں نہاں تھے نغمہ ہائے شیریں
مٹی بے تیاری عجیب، اُس کو نگاہِ رنگیں کی کیفیت سے

یہ بے نیازی یہ خاکساری یہ شوقِ محنت یہ دئے خداں
رموزِ مخفی ہیں زندگی کے ہیں رازِ اصل حیاتِ نہاں

فتنہ تاتار

تاتاری وحشیوں کے ہاتھوں عروس البلاد بغداد کی تباہی

کثر مؤرخین نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ فتنہ تاتاریں مسیحوں کا ہاتھ

کام کر رہا تھا۔ تاتاریوں کو اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی دعوت انہوں نے ہی دی۔ اور اس حادثہ فاجعہ کو مسیحیت اور اسلام کی دیرینہ آویزش کے سلسلہ کی ایک کڑی سمجھنا چاہئے مسیحیوں کو خود مسلمانوں سے ناب پیکار نہیں تھی۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ تاتاریوں کے ہاتھوں ان کے اقتدار کو مدہر پہنچایا جائے۔ اور اس طرح ارض مقدس میں ایک مسیحی حکومت قائم کرنے کے لئے سالانہ فتنہ پید کی جائے۔

فرقہ اسماعیلیہ کی سفارت عام طور پر بائینہ اور قرامطہ کے نام سے مشہور

تھا جس نے قلعہ الموت کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔ ایک سفارت انگلستان اور فرانسہ کے پاس بھیجی گئی۔ اسماعیلیہ کے سفیر نے ان دونوں فرنگستانی سلطنتوں سے التجا کی کہ وہ ان کی اعانت کریں۔ تاکہ وہ تاتاریوں کی ترکانہ سے محفوظ ہو جائیں۔ بسکس انگلستان اور فرانس نے ان کی یہ درخواست قبول نہ کی۔ اور بشپ آف ویمپٹر نے ان کی التجا مستکر یہ مقدس آرزو ظاہر کی کہ یہ گتے باہم دگر جنگ کر کے ہلاک ہو جائیں تو ہم ان کی سلطنت کے خرابہ پر ایک عالمگیر کتھیو کوک کلیسا کی تعمیر کریں گے۔ اور اس طرح مسیحوں کا ایک گلہ ہو گا اور ایک ہی چرواہا۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں کو تاتاریوں سے بھی کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ بلکہ وہ توجہ دیتے تھے کہ تاتاری اور مسلمان باہمی جنگ کے بعد کمزور ہو جائیں۔ تو ہم ان کی تخریب سے اپنی تعمیر کا سامان بہم پہنچائیں۔ اور ان کی غفلت برباد پر ایک عظیم العزت سلطنت کی بنیاد استوار کی جائے چنانچہ گزشتہ فتنہ تاتاری کی بسبب صورت میں ظاہر ہوئی۔

تاتاری بادشاہ کے یوں سمجھنا چاہئے کہ جو خواہش کا راز اسماعیلیہ کو بر روئے کار لے آئی۔ وہی فتنہ تاتار کا باعث ثابت ہو جائے۔ مسیحی سفیر ہوئی۔ مسیحی سلطنتیں تاتاریوں کی شمشیر بردار کا مژہ چمکے گی تھیں۔ ۱۸۲۳ء میں تاتاریوں کا سیلاب مشرقی یورپ پر ٹوٹ پڑا۔ اور

گاہے گاہے باز خواہش اس دفتر پارسیہ را تاتار خواہی داشتن گرداغ آئے سینہ را

مسلمانوں کے سینہ وہ عدسہ سالہ حکومت کے دوران میں جو فتنیں برپا کیں۔ آئیں۔ یہی فتنہ تاتاری کی مصیبت کبری کا ذکر ہمیشہ تاریخ میں خوشیوں کے حروف سے مرقوم رہے گا۔ سن قیامت صغیر کے کو بیٹے تقریباً سات سو سال گزر چکے ہیں لیکن آج بھی اپنی نفرتوں اس کا خون چکان ذکر دعوت قائم دیتا ہے۔ اور جب ہم تاریخ میں عباسیہ کی شوکت اور عروس البلاد بغداد کے تلوں کا ذکر پڑھتے ہیں۔ اور پھر وحشی تاتاریوں کے ہاتھوں اس غفلت کی بربادی کا ماجرا ہماری نظر سے گزرتا ہے۔ تو آنکھیں بے اختیار پڑنم ہو جاتی ہیں۔ بیل شیراز نے اپنے مشہور عالم مرثیہ میں اس حقیقت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔

آسمان راجع بود گزروں ببارد بر زمیں
برزوال ملک مستعظم امیر المومنین

عباسیہ کے زوال کے اسباب عباسیہ کے زوال اور بغداد کی تباہی کے اسباب چنداں محتاج بیان نہیں۔ خلفائے عباسیہ لداؤد غم کے اس تندہ کو گرہ ہو چکے تھے کہ ان میں پیکار آزما کی طاقت نہیں رہی تھی ہاں کو خان کا سید جب مستعظم باشندہ کے دربار میں آیا۔ تو اسے خلیفہ کے سراپہ جلال تک پہنچنے کے لئے ہزار ریشمی پردوں سے گزرنے پڑا۔ لیکن اس شان و شوکت اور کردار نے اسے بالکل مرغوب نہیں کیا۔ بلکہ اس پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ سلطنت بغداد چرخ محوری ہو رہی ہے۔ جسے ایک ہلکا سا جھوکا بھالنے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت اکثر مہربوں کے والی خود مختار ہو کر کوس من الملکی بجا رہے تھے۔ اور پھر ستم یہ کہ دار الخلافہ بغداد میں شیعوں کی تڑاع برپا تھا۔ ابن علقمی نے جو وزیر سلطنت اور مداخلت کرنی میں تھا غداری کی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بچ گئی۔ یہ وہ اسباب ہیں جنہیں تقریباً تمام مؤرخین نے لکھا ہے۔ لیکن ہم مصیبت امروہ میں فتنہ تاتاری کے اس اند کو شوشہ کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں جو ابھی تک عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

گرمیں شامل ہو چکا ہے۔ پرتگال کی مسیحی سلطنت کا ذکر مشرقی موزوں میں صرف ابوالفرج نے کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ داستان مغربی افسانہ طرزوں کی بلندی فکر کی مرہون منت ہے اور یہی روایات ابوالفرج کا ماحخذ معلوم ہوتی ہیں۔
بغداد کی تباہی
 بغداد شہر معاہدۂ ۱۲۵۸ء میں چنگیزی ترکوں کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ مسیحی ممالک میں مسلمانوں کی بربادی پر خوشیاں منائی گئیں اور یہ سبب دیا گیا کہ اب مشرق میں عیسائیوں کے اقتدار کا خاتمہ ہونے والا ہے لیکن مسیحیوں کی یہ آرزو بآرزو نہ ہوئی اور تھوڑے عرصہ میں وحشی تاتاری جو اسلام کی تباہی کا عہد کر کے وسط ایشیا کی پہنائیوں اٹھے گئے، سندھ، گجرات، توحید ہو کر ناموس اسلام کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔
 یاساں مل گئے توحید کو معتمد خانہ سے

تاتاریوں نے اسلامی ممالک فتح کئے اور اسلام نے ان کے قلوب کو مستر کیا۔ مسیحیت کے لئے یہ بہت بڑا حادثہ تھا کہ کیونکہ شپ آف ونیچر کی مقدس آواز صدا بھرا ثابت ہوئی۔ دارالسلطنت بغداد کی تباہی کے بعد یعنی نوگستانی سلطنتوں سے تاتاریوں کے تعلقات قائم رہے۔ ۱۲۵۸ء میں تاتاریوں کے سفیر انگلستان پہنچے اس وقت شاہ ایڈورڈ ثانی تحت انگلستان پر ممکن تھا۔ اس سفارت کا مقصد یہ تھا کہ مملوک مصر کو شکست دینے کے لئے شاہ انگلستان اور تباد مغربی متحد ہو جائیں۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی، تھوڑے عرصہ کے بعد ہی مغلوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اسلامی ممالک خدا و ذہل و علای کی قدرت کاملہ سے ان کے ہاتھوں سے محفوظ ہو گئے۔



ایڈیٹر صاحب رسالہ صوفی کا انتقال

یہ خبر انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی جائے گی کہ رسالہ صوفی پینڈی بہادر انڈیا کے نوجوان مدیر جنہوں نے ابھی اپنی عمر کے اٹھارہ سال بھی پورے نہ کئے تھے۔ ۱۲ جنوری ۱۹۵۸ء کو رات کے ساڑھے بارہ بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مرحوم ۲۲ سال کا بچہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ ہم اس حادثہ ہوشربا میں مرحوم کے والد ملک محمد الدین صاحب مالک صوفی اور مرحوم کے بھائی ملک محمد اسلم خاں قضا ایم اے فیلو ٹاٹل سوسائٹی آف آرٹ لندن سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور نہماندگان کو نصرت جمیل کی توفیق بخشے۔

تاتاریوں نے فخریہ ہو کر مراجعت کی۔ اس حملہ سے چار سال کے بعد مغربی یورپ سے تاتاری بادشاہ کے دربار میں ایک سفارت بھیجی گئی۔ یورپ سے وسط ایشیا میں سفارت بھیجنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس زمانہ میں آج کی طرح ذرائع ریل و سائل کی ذراوائی نہیں تھی۔ لیکن مسلمانوں کی تباہی کی آرزو نے دو مقدس راہبوں کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ شدائد سفر یورپ برداشت کر کے تاتاری بادشاہ کے دربار میں جا پہنچیں۔ ان میں سے پہلا راہب یوحنا کارپین یا پائے اعظم کا کتبوت نیکوہ راج ۱۲۵۸ء کو روانہ ہوا۔ اور کئی مہینہ کے سخت و صعب سفر کے بعد مغلوں کے شہنشاہ کیوک خاں کے دربار میں جا پہنچا۔ یوحنا کارپین نے شاہنشاہ مذکور کا جواب ۱۲۵۸ء کے موسم خزاں میں مراجعت کی۔ دوسرا سفیر دیم روبروک ۱۲۵۹ء میں روانہ ہوا۔ اور مغلوں کے دربار میں آٹھ ماہ تک رہا۔ مغلوں نے بارہ شرف حضور کی بخشا۔ ان دونوں سفیروں نے سیاحت نامے تحریر کئے ہیں۔ جن کے انگریزی تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ اس وقت مغلوں کے دربار میں کئی شخص ایسے موجود تھے۔ جو لاطینی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ جب کیوک خاں نے یا پائے اعظم کے نامہ کا جواب تحریر کرنا چاہا۔ تو اس نے یوحنا راہب سے استفسار کیا کہ کیسے یا پائے اعظم کے دربار میں کوئی شخص تاتاری زبان سے آگاہ ہے۔ یوحنا نے جواب دیا کہ حضور عالی بہتر ہوگا۔ کہ اصل کتبوت تاتاری میں تحریر کیا جائے۔ اور اس کا مطلب صحیح سمجھا دیا جائے۔ تاکہ میں لاطینی میں اس کا ترجمہ کر دوں۔

یوحنا کی دانش مندی
 یوحنا راہب ایک دانش مند شخص تھا۔ چنانچہ جب کیوک خاں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ بھی یا پائے اعظم کے دربار میں سفارت بھیجے۔ تو یوحنا نے اسے طائل دیا۔ یوحنا کو خط لکھا کہ اگر تاتاری سفیروں نے فرنگستانی امر کی خاطر جنگی دیکھی۔ تو ان وحشیوں کی ترک تازہ مغربی ممالک کا محفوظ رہنا ناممکن ہے۔ رکھا جاتا ہے کہ جب یوحنا نے مراجعت کی۔ تو سارے یورپ میں خوشیاں منائی گئیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں انتہا دور دراز کا سفر کرنا اور تاتاریوں کے دربار میں جا کر زندہ واپس چلا آنا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔

مغلوں اور مسیحیوں کو مسلمانوں کے خلاف وسط ایشیا کی فرضی مسیحی سلطنت متہم کرنے کے لئے یہ عجیب و غریب افسانہ وضع کیا گیا کہ وسط ایشیا، پرتگال، جان نام ایک مسیحی شہزادہ نے ایک قوی شوکت سلطنت قائم کر رکھی ہے۔ اور تاتاریوں کا بیشتر عقدہ مسیح کی بیٹیوں کے

عرب اور علوم طبیہ

(از مولوی سید ابو محمد ثاقب)

نام پر لکھی۔ سب سے زیادہ مشہور ہیں، المنصور یہی کی ترتیب میں اس نے اس سلیقے سے کام لیا ہے جو آج بھی سبق آموز ہو سکتی ہے یعنی یہ دس حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا باب تشریح میں ہے۔ دوسرا مزاج میں تیسرا اغذیہ و معالجات میں۔ چوتھا حفظ صحت میں پانچواں آرائشات جسمانی میں چھٹا لوازم سفر میں۔ ساتواں جراچی میں۔ آٹھواں سینا میں۔ نواں امراض عامہ میں اور دسواں حیثیات کی تشریح میں۔

رازی کی ان کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ دوبار بارطبع ہوئیں۔ سب سے پہلے ۱۵۴۵ء میں وینس میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۵۶۵ء میں پیرس میں چھپی۔ اور سب سے آخر میں اس کی وہ کتاب جو اس نے چھپک کے متعلق لکھی تھی ۱۵۶۵ء میں شائع کی گئی۔ اس کی یہ تصنیفات ہی نہیں۔ کہ ایک عرصہ تک یورپ میں شائع ہوتی رہیں۔ بلکہ دلوں کے اکثر طبی مدارس میں نصاب کے طور پر بھی داخل ہیں۔ اس کی ان کتابوں کو مہرین یورپ نے اس قدر پسندیدگی کی کہ ان کے نظروں سے دیکھا۔ کہ اگلے یونان کی مشہور سے مشہور کتاب میں ان کے آگے گرد ہو گئیں۔

موضوع عرب کا بیان ہے۔ کہ رازی اپنے بڑے لے میں موتیا بند کی وجہ سے اندھا ہو گیا تھا۔ جب لوگوں نے اس سے آنکھیں منولے پراصرار کیا۔ تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں دنیا کو بہت کچھ دیکھ چکا ہوں۔ اور اب مجھے اس سے اس قدر نفرت ہے۔ کہ میں بغیر کسی افسوس کے اسکے دیکھنے سے دستبردار ہوتا ہوں۔

رازی کے قریب قریب ہمعصر اہل علم علی عباس کا مایاب ترین طبیب تھا۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف ملکی ہے جس میں اس نے اصول طب اور معالجات دونوں کی تشریح کی ہے۔ اور متعدد میں اہل علم مثلاً جالینوس۔ ہیپوکریٹس اور بازاوردیال ویزین کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں۔ اس کی اس کتاب کا ترجمہ انطاکی نے ۱۵۶۵ء میں کیا۔ اور ۱۵۶۵ء میں بغداد میں طبع ہوئی۔

طب میں سب سے زیادہ شہرت جس نے حاصل کی۔ اور خواص کی زبان سے گذر عوام کی زبانوں پر جس کا نام سب سے زیادہ آیا وہ بعلی سینا ہے۔ اسے تمام اہل علم عرب نے اپنا ملک الاطباء تسلیم کیا ہے۔ اس کی پیدائش ۸۰۸ء میں ہوئی

عرب اگر ایک طرف اپنی جہالت و بربریت میں مشہور ہے۔ تو دوسری طرف اپنی اعلیٰ تہذیب و تمدن میں تمام اقوام عالم پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ بلاشبہ نشیمن عرب جنہوں نے خاندانہ دہشتی کی آغوش میں آنکھیں کھولیں۔ اور کجور و جوکھا کھا کر پردیش پائی دنیا کو عوام و ذنون، تہذیب و تمدن کے وہ حیرت انگیز سبق دئے گئے۔ جسے زمانہ خواہ وہ ترقی کیسے مرکز پر پہنچ جائے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

تاریخ عرب کا مطالعہ کرنے والے مؤرخ کو سب سے زیادہ جس حیرت کا سامنا ہوتا ہے۔ در عربوں کی ہمہ گیر قابلیت کا نظارہ ہے۔ کبھی وہ عربوں کے علم و ادب اور شعور و شہرت کی سحر طرازیوں سے وجد میں آجاتا ہے کبھی مسائل فلسفہ اسے حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ کبھی علوم ریاضیہ اور علم ہستی کی فضا میں ان کی بلند پروازی سے دم بخود رہ جاتی ہے۔ اور جزائری تحقیقات اور علم طبیات کی موٹنگائیوں سے اس کی حیرت کو کوئی انتہا نہیں رہتی۔

اسی طرح علم طب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے اس شعبے کو یونان کی گود سے نیکر کس حیرت و شغف کے ساتھ پروان چڑھا یا۔ اس کے خط و خال کی مشاطہ گری تو انہوں نے کچھ اس انداز سے کی کہ دیکھنے والوں کو یونانی و عربی بچے میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ اگر عرب اس بچے کو اپنی آغوش محبت میں نہ لیتے۔ تو شاید زمانہ کو اس کا عالم شباب دیکھا میسر نہ ہوتا۔ اور انگریزی ڈاکٹری حوائد ان مفید و بیش بہا معلومات سے خالی رہ جاتا۔ جو آج کے آج صرف عربوں کی بدولت حاصل ہے۔

عربوں نے یونانی علوم طبیہ کی تصانیف جس کا شہ و محنت کے ساتھ عربی میں منتقل کیں۔ وہ ان کے ذوق علمی اور محبت نسبتاً طبیعت پر شاہد ہیں۔ اگرچہ علوم طب میں اخلاص اور یونانی زبان کے تراجم کرنے والے عربوں کی تاریخ میں کثرت ہے تاہم ان سب سے زیادہ مشہور رازی ہے۔ جو ۹۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۰۳۷ء میں دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ اس نے یہی نہیں کہ فن طبیات پر مفید کتابیں لکھیں بلکہ خود کچاس برس تک بغداد میں کامیابی کے ساتھ طب کرتا رہا۔

رازی کی تصنیفات میں بڑا عظیم و در المنصور یہ جو اس نے شہزادہ منصور کے

بزم قریش

(۱) مولانا شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”مجھے آپ سے یا انقرش سے ایک قسم کی عقیدت ہے اور یہی عقیدت مجھے اکثر فوج بھیجھڑدیا کرتی ہے۔

اگر میں یہ عرض کروں کہ رسالہ کو بہتر بنانے کے لئے چند روزہ کی بجائے ماہوار کر دیں۔ تو بجا نہیں۔ کیونکہ دانشا عین بجا ہونے کی صورت میں علاوہ کفایت کے مضامین زیادہ ہونگے۔ اور واضح تر“

ہم آپ کی برادرانہ مودت و محبت کے مشکور ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ تشریفوں کے دونوں کو نوراختر سے منور کرے۔ آمین

”انقرش“ یا داران قریش کی خواہش اور ان کے پُر زور مطالبہ پر چند روزہ کیا گیا تھا۔ اس میں اسبہ نہیں کہ موصوم امیدوں پر ہم نے گزشتہ سال میں سخت نقصان برداشت کر لیا۔ علاوہ ”انقرش“ کی وہ شان بھی کھودی۔ اب چند روزہ سے پھر ہوا کر کے لئے معکوس ترقی کی جانب قدم بڑھانے کو بھی تو نہیں چاہتا۔ لیکن اگر اجاب کی یہی رائے ہوگی۔ تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔ درمندان قوم وہی نوائے انقرش اپنی اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

(۲) قریشی صدر الدین صاحب ماہر علوم شرقیہ، مفتی چراغ الدین صاحب شکر گڑھی کے اس اعتراض پر کہ انقرش میں ”مراست“ در قریشیت کے جھگڑا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”انقرش“ کی خریداری سے کچھ اٹھانے سے لئے غشی چراغ الدین صاحب کا یہ عذر معقول نہیں۔ ”انقرش“ اب بھی اس قابل ہر تائش پر قائم ہے جو ایک علمی اور قومی رسالہ کی ہونی چاہئے۔ زمانہ گزشتہ نصفہ کہا نیوں اور بے نتیجہ نادلوں سے بگڑ گیا ہے۔ اب انھیں ان عریاں تصویروں کی تجسس و تلاش میں مگلی باندھے لگی رہتی ہیں۔ جواب و اخلاق اور تہذیب سونہوں خواہ وہ اتفاق کی صورت میں ہوں۔ یا عکس نوٹوں کی شکل میں۔ عہد حاضر کی صحافت بظاہر بہت ترقی پذیر فہم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصلاح الاخلاق

والاعمال سے بہت دور جا پڑی ہے جو باتیں اب پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتے لگی ہیں۔ تعمق و غور کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ تو اس میں کام اور مطلب کی ایک بات بھی نہیں ملے گی۔ حکمت و موعظت اور بھلائی اور دستان پاریناسی قیمتی باتیں اب بوسیدہ کہانیاں سمجھی جاتی ہیں۔ بجائیکہ یہی وہ چیزیں ہیں۔ جو آئندہ نسلوں کی اصلاح اور قوموں کی فلاح و بہبود کا معیار سمجھی جاتی ہوں گی۔ بھائی چراغ الدین صاحب کا تصور نہیں۔ ہمارا پرواز ان ”انقرش“ کو ان پر نگہ نہ کرنا چاہئے کہ وہ خریداری سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ ان کی مرضی بلکہ میں کہوں گا کہ انقرش میں وہ سب باتیں موجود ہیں۔ جو طالع کی اصلاح کے لئے ضروری ہیں۔ لہذا تین فریادوں کی قیمت بدریغ منی آرڈر ارسال ہے۔ اس سے ایک تو فضل محمد صدیقی طالب علم کے نام جاری کر دیں۔ اور باقی دو جن کے نام آپ مناسب سمجھیں۔

کار پرواز انقرش قدر افزائی اور توجہ فرمائی کادلی شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ مرسلہ منی آرڈر بشکر یہ موصول ہوا جزا ہم اللہ خیر الجواد۔

(۳) پیر علی احمد صاحب خریدی موگا سے جملہ برادران قریش کو سائلوں کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: (۱) ”مراست“ کے دعوے قریشیت کی تردید میں اپنی معلومات جس قدر بھی مہیا ہو سکیں، ہم پہنچا کر شائع کر دینی چاہیں۔ قریشی خمد چراغ الدین صاحب شکر گڑھی اس سلسلہ سے آگیا کہ انقرش کی خریداری سے دست بردار ہوئے پر مجبور ہیں۔ اور اس سلسلہ کو انہوں نے ایک جگہ اقرار دیا ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ”انقرش“ قریش کا نایاب ہے۔ اور اس کا فرض ہے کہ وہ اس ناروا حملہ کی سختی کے ساتھ مداخلت کرے۔ جو اس کی قوم یا قومیت پر موزا ہو۔ کیا مراست کی تردید ”انقرش“ کی بجائے ”بندہ ماترم“ یا ”ملاط“ کو کرنی چاہئے؟ (۲) ”انقرش“ میں تصاویر کی اشاعت سے اجتناب بہتر ہے۔ اس سے چنداں فائدہ نہیں۔ اس خرچ سے اگر انقرش کی نجات، کتابت اور طباعت میں بہترین تبدیلی ہو سکے تو دریغ نہ کریں۔

(۴) قریشی محمد عبدالحی صاحب ہیڈ کلرک مراست سے متعلقہ مواد کی اشاعت کی تائید کرتے ہوئے تجویز فرماتے ہیں کہ اس تمام سلسلہ مصنفوں کو

کم و بیش آٹھ آنے کے خطوط آپ کی خدمت میں یکے بعد دیگرے بھیجے گئے۔ اور عرض کیا گیا کہ حضرت کچھ توارشاد کیجئے لیکن آپ قوم کی محبت اور فطرت قلبی کی بونیک میں اس قدر محو اور مشغول رہیں کہ آنکھ نہیں کھلی۔ یہ مرتفع اخلاص حضرت آنحضرت تک رسالہ بھی بلاؤ کار مضامین کرتے رہے ہیں۔ اور درجنوں خطوط بھی پانی کی طرح پی گئے ہیں۔ مگر اخلاص کا آئینہ ہے کہ آئینے میں نہیں آتا۔

پھر آپ کی نیت پر عمل کرنے کو کوئی حق حاصل نہیں لیکن قوم کو مبارک ہو کہ اس میں ایسے ایسے دندہ کاگان، اور ایسے ایسے خوب، فطرت اور مہذب و سہیاں موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے ظہر کے نہیں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ہمیں رسالہ کی قیوت کا انوس نہیں۔ فکر تو یہ ہے کہ اگر یہ درد مند قوم خدا خواستہ نہیں کہ ہو گئے تو دنیا سے انڈائے عہد عفا ہو جائے گا۔ لہذا شکوہ بخان عہد کا فرض ہے۔ کدوہ دنیا کے چیت چپ پر اس قابل قدر ہستی کی تلاش کریں۔ تاکہ نظام دنیا میں تفسیر و تفسیر نہ رہے پاس باہدنا الدلہ ط المستقیم!

(۸) ہمیں یہ سننا خوش ہوئی کہ القریش کے معاون ہمارے عزیز نامی مظفر الدین صاحب متین امسال امتحان نائب تحصیلداری میں پاس ہوئے۔ ہم متین صاحب کو ان کی کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔

(۹) انوس ہے کہ انجمن تشریش مبلغ گوزانو اللہ کے صدر اور القریش کے معاون ہمارے ہرمان ہونوی علامہ شی عابد گورمنش پندش کا انتقال ہو گیا۔ ان اللہ، دانا الیہ راجعون۔ خداوند کریم ہم کو غریق رحمت کرے اور پسانہ گنا کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

اور یہ خبر بہت رنج و حال سے سنی جاتے تھی کہ القریش نے بھی خداوند قوم کے بچے ہمدرد قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اسے اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر ایسی (بلوچستان) بھیلے دونوں بھٹائے اسی فوت ہو گئے۔ ان اللہ دانا الیہ راجعون۔ مرحوم قوم کے اصلاحی امور سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور قوم کو سونڈا عربی و اقبال پر دیکھنے کے متمنی تھے۔ انوس موت نے آپ کو ان ملی خدمات کی جہت نہ دی جو مستقبل قریب میں ملازمت سے فارغ ہو کر نہ کرنا چاہتے تھے۔ درمندان قوم ان مستحق رحمت زندگی کو غنیمت سمجھیں اور تہی امور کو درود و سبوت نہ ڈالیں۔ ہمیں قاضی صاحب کی وفات سے سخت ہمدردی ہے۔ خداوند کریم آپ کو جنت اور پسانہ گنا کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

کتابی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ ایک جامع کتاب موجود رہے۔ القریش میں تعداد برکی اشاعت کی میں پڑو دنیا شہر کرنا ہوں۔ زمانہ کا رنگ اور مذاق ہے۔ اس کے لئے اگر ضرورت ہو تو قیمت میں اضافہ کر دیا جائے۔ لیکن تصاویر اسی نظر انتخاب سے ہونی چاہئیں جو اپنے مقاصد کے حسب حال ہوں۔

(۵) تشریشی دوست محمد صاحب اور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے تاریخ التیوخ نامی کتاب کا مطالعہ کیا جس کا قصاب برادری نے تشریشی ہونا ثابت کیا ہے۔ ہذا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی خدمت میں استدعا ہے کہ جس طریقے سے انہوں نے دلائل و براہین سے مراد میںوں کے دعوے قریشیت کی دھجیاں بکھیری ہیں۔ اور ہر کسی کو وجہ ہوں۔ اُمید ہے کہ میری یہ استدعا قبول ہو جائے گی۔ قوم کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ خدا نازل کرے۔

(۶) مکرری مولوی غلام غوث صاحب غلامی کی خدمت میں جواباً التماس ہے کہ آپ کا سال فریادی اخیر اکتوبر میں ختم ہوتا ہے۔ دفتر کا حساب بالکل صحیح و درست ہے آپ کو خود غلط نہیں ہوئی ہے۔ معاملات میں راستی و صفائی کا التزام بالکل غیر مناسبت ہے۔ آپ مطمئن رہیں

(۷) لکڑہ شہر جہان میں قاضی مشتاق حسین صاحب تشریشی و زمیکر سڈل سکول شاہدانی ضلع جالندھر کے ہیں الفاظ گرای نامہ آیا کہ آپ براہ نویش القریش کا زما و جون ۱۹۲۷ء گنام کے نام احباب اور چھوڑیں۔ میں نشانہ جلد ہی چندہ بندیدہ ڈاک ارسال خدمت کروں گا۔ اس بات کا بزرگ خیال تھا تا غلام قوم کا دلدادہ اور شائق محبہ فطرت ہے۔ اور آپ کی اس لفظ پڑا نہیں گیا، اور کوشش لا انتہا سے کال ہی نوش اور حفظ مخفی ہوں۔ اور دل غلوں سے استدعا بگداد کا لازوالی ہوں کہ ایسی قابل ہستی کو دلی خلوص اور محبت، علم و علم کا رملہ اور دیگر کمپوں قابل ہستیاں قوم کی بہبودی کی خاطر لطیف بیسب پاکہ سرفرازا اور ہمارے قوم کو دن و دن رات چوگنی دین دینا میں ترقی بخش۔ اور ہم عاصی میرزا عاصی اشخاص کو قوم کا دلدادہ بنائے

ان انتہائی عقیدہ مند اور مخلصانہ غماض کی ضمانت پر ہم نے بنا مختلف آپ کے نام القریش جاری کر دیا۔ اور قوت کا انتفا کرے گئے۔ ایک ماہ کے بعد کارڈ لکھا گیا۔ چونکہ لکھا گیا۔ اور ایک پھر لکھا گیا لیکن جرگوش کی وہ تین ناگیں۔ جواب تک نہ ملا۔ القریش براہ آپ کے نام جاری ہے۔ اور بلا کم و کاست بھیجا جا رہا ہے

شریف دشمن

(۲)

صرف ایک لمحہ کے توقف کے بعد میں نے پوچھا: آپ کا نام؟

”بوستان خان“ اس نے میری طرف دیکھ کر جواب دیا۔

”بوستان خان“ میں نے اپنے دل میں دھرایا۔ یہ تو اس علاقہ کے دلاور گوجر اور شہور کا کوکا نام تھا جس کے کئی ہولناک واقعات میرے دوست سید ریاض علی نے سنائے تھے۔ میرے دل میں ایک قسم کا خوف پیدا ہوا۔ لیکن خدا معلوم کیا بات تھی کہ یہ خوف کم ہوتے ہوئے ایک قسم کی دلچسپی اور مسرت میں تبدیل ہو رہا تھا میں نے مرحوم سید علی شاہ کی شجاعت و بہادری کے قصے بھی سنے تھے۔ اور ان دو حربوں کی دشمنی کے حالات بھی کہ ویش و اتف تھا۔ لیکن یہ بات کسی طرح میرے ذہن میں نہ آتی تھی کہ بوستان خان اپنے دشمن کے بچوں کو کیوں اتنی چیزیں دینے کے لئے لایا ہے۔ بہر حال میں نے اپنی حیرانی دور کرنے کے لئے پوچھا کیا آپ نے ان سے کوئی چراگاہ یا کھیت ٹھیکہ پر لے رکھا ہے؟

بوستان خان نے ایک لمحہ کے لئے میری طرف دیکھا۔ پھر نظریں نیچے ڈال کر کہنے لگا: ”نہیں! میں ان کا مقصد غرض ہوں میرے سران کا بہت قرض ہے۔“

یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ اور سر جھکا کر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن پر ایک ٹھانچہ سید کیا۔ اگرچہ گھوڑا پہلے ہی تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ مگر مجھ پر غصہ اور نرنے ملا۔ جہ مرزائش کے جائے پر ذرا کج روی اختیار کی۔ لیکن مالک کا دوسرا ٹھانچہ کھا کر پھر سیدھا چلنے لگا۔ یہ دیکھ کر مجھے حوصلہ نہ پڑا کہ میں اس سے سید پر علی کے متعلق کچھ حالات دریافت کرتا۔ چاروں طرف ایک خاموشی سی چھا رہی تھی۔ دیو دار اور پٹیل کے بلند قامت دختروں نے آسمان سے باتیں کرنے والے آفتاب کی سنہری شعاعوں کو روک کر راستے پر اندھیرا کر رکھا تھا۔ اور پھولوں کی خوشبو میں سی ہوئی ہلکی ہوائ کے خشک جھونکے طبیعت میں آداسی ملی ہوئی مسرت پیدا کر رہے تھے ایک مقام پر پہر چکر جہاں شکر دونوں طرف بکھل جاتی تھی۔ بوستان خان نے اپنے گھوڑے کی بائیں گھٹنہ میں۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا: ”میرا گاؤں اس طرف ہے۔ آئیے تھوڑی دیر آرام کر لیں مجھے گھوڑے کو پانی بھی پلانا ہے۔“

یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے آڑ پر اس میں بھی نیچے اتر آ۔ اور اپنے گھوڑے کو چرنے کے لئے

سے اتر کر کاموسم گرام میں اپنے دوست سید ریاض علی شاہ کی دعوت پر رادی کاغان میں بسر کیا تھا۔ ضلع ہزارہ کا یہ شکر اس خطہ برطانیہ وند وندان کا انتہائی شہابی علاقہ ہے جس نے ایک پسچر کی طرح مشرق کی طرف سے کشمیر اور مغرب کی جانب سے آراو جھاڑی قبائل کے علاقہ کو ایک دوسرے سے غلبہ کر رکھا ہے۔

ایک دن بعد دوپہر میں اپنے معزز میزبان کے گھوڑے پر وار ہو کر سیر کیلئے نکلا۔ اسی گاؤں سے بہت دور نہیں گیا تھا کہ میں نے ایک نہایت وجہ تو مندر اور بلند قامت آدمی کو ایک اچھی نسل کے کوڑھانی گھوڑے پر سوار جاتے دیکھا۔ چار یا پانچ موٹوں کی پشت پر کسی قسم کا بوجھ سامان نہ تھا اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ یہ آدمی اسی علاقہ کا نہ ہے واللہ۔ شاید مجھے اس بہشت زمین کے متعلق کوئی دلچسپ بات بتائے میں نے گھوڑے کو بڑھائی۔ اس کے قریب آگیا۔ اگرچہ اس کا لباس اپنے مملکت کے رواجی لباس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ لیکن پھر بھی نچے اس کی شکل و صورت سے ایک قسم کی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ کچھ عرصہ تک ہم خاموش ایک دوسرے کے پلو بہ پلو چلے گئے۔ اگرچہ اس شخص میں وہ کبھی میری طرف مشہد کی نگاہوں سے دیکھ لیتا تھا۔ لیکن میں نے اس نے کوئی کلمہ زبان سے نکالا۔ آخر کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا: آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟

”کاغان سے“ اس نے نہایت رسمی آواز میں جواب دیا۔

”اور کہاں جا رہے ہو؟“ میرا دوسرا سوال تھا۔

”اگر در وہ میرا گاؤں ہے۔“

میرا خیال تھا کہ شاید وہ بھی مجھ سے دریافت کر گیا۔ لیکن جب خلاف توقع اس نے کوئی بات نہ کی تو میں نے خود ہی پوچھا۔

”معلوم ہوتا ہے کہ آپ کاغان میں کوئی سامان بیچنے لائے تھے۔ اب خالی ہو گیا۔ پھر واپس جا رہے ہیں۔“

”لایا تو کچھ سامان ہی تھا۔ مگر بیچنے کے لئے نہیں کسی کو دینے کے لئے۔“

”کس کو؟“ میں نے ذرا بے تکلفی سے دریافت کیا۔

”مرحوم سید علی شاہ کے بچوں کو۔“

بوتان خان نے ایک انگریزانی اور ایک پھر پریشانی کو کہا۔ دو خود بھی دوسرے پھر پریشانی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر سلسلہ کلام جاری کرنے کی غرض سے پوچھا۔
 ”آپ پر علی صاحب کے کب سے فرخدار ہوئے تھے؟“

”بہت عرصہ پہلے“

”تو کیا آپ نے ابھی اس دروغ میں سے کچھ حصہ بھی ادا نہیں کیا؟“

”نہیں، آپ پر علی کا فرض ادا کرنے کے لئے ابی مدت دیکھا رہے، پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ ایک طرحی افسانہ ہے۔ اگرچہ اس کا بیان کرنا میرے لئے کسی طرح مستر کا باعث نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی آپ کی خاطر اسے سنائے دیتا ہوں۔ شاید آپ دوسرے آدمی ہیں جنہیں اپنی زندگی کا سب سے زیادہ غمناک واقعہ سننا اچھا لگتا ہوں۔“

یہ لکھ کر وہ کچھ دیر تک سوچا رہا، پھر آہستہ سے کہنے لگا۔ ”یہ کاغان کے تین ہی تھے جنہوں نے مجھے ایک شریف گور سے ڈاکو بن جانے پر مجبور کیا۔ پہلے جانور کے لئے ان کی زمینیں ٹھیکے پر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور اپنے بیٹے پرچارتے تھے۔ سیدوں کے زعم میں یہ سبائی ہوئی تھی کہ وہ ان زمینوں کے مالک ہیں۔ اور جس قسم کا ذیل سلوک ان کا جی چاہتا تھا۔ ہمارے ساتھ وہ دیکھنے میں کسی طرح بھی مائل نہ کرتے تھے ہماری توہم غریب ہی تھی لیکن ناجائز سختیاں اور بلا وجہ کی کالی گلوچ کسی سے بھی برداشت نہیں ہو سکتی۔ میں اور میرے والد نے پر علی شاہ سے ایک چراگاہ اپنے ریوڑ چرانے کے لئے لی تھی جس کا کچھ حصہ اس نے ذاتی جانوروں کے لئے علیحدہ رکھ چھوڑا تھا۔ ایک دن ہماری بھڑیں اس خاص حصے میں چلی گئیں جس پر سپر علی نے میرے بوڑھے باپ کو سخت بے عزت کیا۔ اور جڑا بھلا کہا۔ جب یہ خبر مجھے تک پہنچی تو میں اسے برداشت نہ کر سکا۔ میں نے دس بارہ دوسرے نوجوان گوجروں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک جگہ گھسیٹا لیا، اور سیدوں کے غرور و فخر کا سرکچلنے کے لئے کوئی کسر نہ بھار رکھی۔ مانی کا پریت، راجہ بوگی، اور ”مٹھے موسیٰ“ کی ہڈیاں ملاں اور گردن و ناک کے جنگل ہماری ٹوٹ مار کے رہنے لگے۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہوگا جس دن ہماری اور سیدوں کی چھوٹی موٹی جنگ نہ ہو جاتی تھی۔ آخر کار ایک دن میں نے پر علی شاہ سے اپنا انتقام لینا چاہا۔ اور اپنی چھوٹی سی جیت سے اس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ چند لمحوں کی لڑائی کے بعد ہم پر علی کے خاندان کے

تین آدمی قتل کر کے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن وہ خود صبح و سلامت جان بچا کر بھاگ گیا۔ اگرچہ ہم نے برقیہ تلاش کیا۔ مگر اُسے گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہم نے گھر کا تمام قیمتی مال دا بواب پٹیا۔ اور سب کا سب اپنی جائے پناہ میں لے آئے۔ لیکن یہ قتل و خونریزی ہمیں بڑی ہنگامی پڑی۔ پر علی نے ہمارے جیسے سے نہایت طاقت و رجحیت تیار کر لی۔ اور دن رات دایوں اور چنگلوں سے بچھا کر کے ہمیں چیرا کی خیر ہوا رنگاٹیوں میں گھیرنا پرمجور کر دیا۔ اس پہاڑ کی چٹانیں اتنی ڈھلوان اور شواہد گذار تھیں کہ ایک پہاڑی بندہ بھی بلا خوف و خطر نہ قدم نہ رکھ سکتا تھا۔ یہاں کچھ عرصہ ہم اپنا مورچہ قائم کئے رہے۔ اور فیصلہ کر لیا کہ ہم میں سے ہر شخص اس وقت مقابلہ کرے گا جب تک عرش لمبو کی ایک بوند بھی اس کے بدن میں باقی ہے۔ پر علی اور اس کے ہمراہی پہاڑ کے چاروں طرف نہایت ہوشیاری سے نگہ باندھے بیٹھے تھے۔ اور ہمیں جان بچانے کی کوئی تدبیر نہ سوچتی تھی۔ دو دن گزر گئے۔ خورد و نوش کا سامان ختم ہو چکا تھا۔ اور بھوک پیاس کی شدت سے ہمارے جو صیغہ پست ہو رہے تھے۔ بدن کمزور اور چہرے زرد تھے۔ موت آنکھوں کے سامنے نظر آرہی تھی۔ لیکن میرے ہمراہیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنے لئے پریشانی نہ ہو۔ اپنی بڑی قسمت کے متعلق حرف شکایت زبان پر لانا تمام بہادر سپاہیوں کی طرح ضبط و تحمل سے اس تکلیف کو برداشت کر رہے تھے۔ آخر کار میں اس تغیر پر ہونے لگا کہ قوت نامی موت کے بغیر اب ایک گھڑی بھی بسر کرنا دشوار ہے۔ میں نے اپنے ہمراہیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ۔
 ”بھائیو! کیا تم میری اس رائے سے متفق نہیں ہو کہ اس طرح بھوکا مرنے کی بجائے دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں اور مردوں کی طرح لڑتے لڑتے جان دیدیں۔ جب مرنا ہی ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ تو پھر کیوں نہ ڈکڑیں۔ اور اپنے دشمنوں کو قتل کر کے کی آرزو کیوں اپنے دل میں لے جائیں۔“

میرے دوستوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا۔ کیونکہ میں بالکل سچ کہہ رہا تھا اس کے علاوہ اس شکل سے نجات حاصل کرنے کا اور کوئی دوسرا طریقہ ہی نظر نہ آتا تھا۔ میں نے خدا کا نام لیکر اپنی تلوار سنبھالی۔ اور سب سے پہلے جائے پناہ سے نکلا۔ باقی تمام ہمراہی میرے پیچھے تھے۔ سیدوں نے ہندو کی گویوں سے ہمارا خیر مقدم کیا۔ میں نے دو ہمراہیوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ دیکھا، غصہ و جوش کا خون میری آنکھوں میں اتر آیا۔ اور میں نے بے جگری سے دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اچھے اس وقت کچھ دیکھائی نہ دیتا تھا میں اپنی تلوار ہوا میں ہلا کر گھیرے والے دلوں

چند دن بعد اُس نے یہی سوال مجھ سے پھر پوچھا میں نے اور مراد پر دیا تو فرمایا
کیا۔ اور اتنا بلند اچھلا کہ پیر علی کی مسرت سے باپھیں کھل گئیں۔ پھر باندھا واز میں
کہنے لگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہر طرح تندرست ہو۔

یہ کہہ کر وہ گھر کے اندر چلا گیا۔ اور مجھے حیران و ششدر دھن ہی میں کھڑا چھوڑ گیا
ایک لمحے بعد وہ دہری ہوئی بندو قین اپنے ہاتھ میں آٹھائے ہاتھ رکھا۔ اس کا
چہرہ بالکل وہ اور آنکھیں کسی شیرنی کی طرح شمرخ ہو رہی تھیں۔ پیرو میری
طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ رہیں بے متنبہ بالکل تندرست کر دیا ہے۔ اس وقت
تم دیسے ہی چہرحت اور توانا ہو جیسے زخمی ہونے سے پہلے تھے۔ اور اس قابل ہو کر
میرا قرض ادا کر سکو جو تمہارے ذمہ ہے۔ کیونکہ تم نے میرے دونوں جوان بھائیوں کو
قتل کر دیا ہے۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ شمرخ ہو گئیں۔ اور اس کی صورت سب
دھشت برست لگی۔ وہ اپنے جذبات کو شکل قابو میں لاکر کہنے لگا۔

”اگر میں چاہتا تو اس وقت بھی تمہیں قتل کر سکتا تھا جب زخمی ہو کر تم میرے
مکان میں پڑے تھے۔ لیکن میں نے ایسا فعل ایک سید کی شان کے خلاف سمجھا۔
میں نے معصوم اور بچہ راہہ کو لیا کہ پہلے تمہیں تندرست بنایا جائے۔ پیر علی شاہ نے
جنگ کسی کمزور یا بے دست و پا انسان پر چل نہیں کیا۔ اور میں تمہیں اپنے
انسل سے مستثنیٰ کرنا چاہتا تھا۔“

یہ کہہ کر اُس نے دونوں بندو قین میرے سامنے رکھ دیں۔ پھر کہنے لگا۔ دونوں
بندو قین ایک جیسی معذرت اور ایک ہی قسم کے کارڈوں سے بھری ہوئی ہیں۔
ان میں سے جو پسند ہو وہ اٹھا لو۔ چلو اب جنگ کی طرف چلیں۔ اور اپنے آتشیں
تھیمپا روں کی قوت کا اندازہ کریں۔

اس کے جواب میں ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا۔ ایک ایسے انسان
کی طرح جس پر بادو کر دیا گیا ہو رنج و ملال سے گردن جھکا شے اُس کے پیچھے چلنا
حتیٰ کہ ہم جنگل میں پہنچ گئے۔ پیر علی شاہ تقریباً دو قدم مجھ سے آگے تھا۔ یکایک
وہ ایک جگہ رگ گیا۔ اور جاکا نہ انداز میں کہنے لگا۔ بس وہیں کھڑے ہو جاؤ۔
میں اس جگہ کھڑا رہوں گا۔ اب ہم دونوں کو بندو قین سرکرونی چاہئیں۔
اس وقت میں اپنے ہوش و حواس پر قابو پا چکا تھا۔ میں نے بندو ق دور
پھینک دی۔ اور الگ کھڑا ہو گیا۔

یہ دیکھ کر پیر علی شاہ کا چہرہ غصہ سے تنہا اٹھا۔ اس نے اپنی بندو ق کا مسوا
زمین پر رکھ دیا۔ پھر عجیب ہی انداز میں کہنے لگا۔ کیوں کیا بات ہے؟

کی طرف جھکا رہا تھا۔ یکایک مجھے کسی نے میرے سر پر ایک کا دی ضرب لگا دی۔ اور
میں ہوا کا لکر پڑا جب بچے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو پیر علی کے مکان میں
پایا۔ میں ایک چٹائی پر پڑا تھا۔ اور گداز کے کئی سید جن میں پیر علی شاہ بھی تھا میرے
دو گردن سرے آہستہ آہستہ گھٹکھڑک رہے تھے۔ جب میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو پیر علی
نے جھک کر میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر نہایت نرمی و ملاحظت سے کہنے لگے۔
”کوئی کمی طبیعت ہے؟“

میں نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اتنا درمخوس ہوا جیسے کسی نے دوسرا
داغ بندہ پڑا ہوا۔ مجھے پھر غش آگیا۔ کامل ایک مہینے تک موت کے دروازہ پر پڑا رہا
لیکن اس عرصہ میں پیر علی شاہ ہم کو کوئی مجھ سے جدا نہ ہوا۔ وہ میری تیار داری
اس توجہ اور محبت سے کرتا تھا کہ شاید میرا باپ بھی اس موقع پر اتنی شفقت اور
ہمدردی کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ ہر روز میرے زخم صاف کرتا۔ اپنے ہاتھ سے پٹیاں تبدیل
کرتا تھا۔ ایک معصوم بچے کی طرح میری نگہداشت کرتا۔ اور بھائیوں کی طرح کھانا
پلاتا تھا۔ جب مجھے بھوک نہ ہوتی تھی تب بھی نرمی و ملاحظت سے مجھے چند فوائے کھانے پر
مجبور کرتا تھا۔ کبھی بھی میرے سر کو اپنے زانو پر رکھ کر مجھے اندر سے اور گشت کھانے
کی ترغیب دیتا۔ اور ہر قسمی اور حالت میں خوش اور مومن اظہار میرے مزے میں لال
دیتا تھا۔

بالآخر کھڑی ہوئی حالت آہستہ آہستہ حال ہونے لگی اور جب مجھے
بشیں ہو گیا کہ اب میں اپنی ٹانگوں کے سہارے کھڑا ہو سکوں گا۔ تو میں اللہ سبحیہ
اب میں دیوار اور دیگر چیزوں کا سہارا لیکر کمرہ میں ادھر ادھر ٹھیل سکتا تھا۔ بعض
اوقات پیر علی خود میرا بازو قدام کرکان کے صحن میں لے آتا۔ جہاں ایک دھشت
کھینچے تھا کر بیٹھ جاتا تھا۔

جوں جوں دن گزرتے جاتے تھے۔ میں اپنے آپ کو زیادہ قوی محسوس
کرتا تھا۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا تھا۔ رنج تندرست ہوتے دیکھ کر پیر علی
مجھے چہرے پر بشارت نظر آتی تھی۔ ایک دن سکرانی ہوئی نگاہوں سے میری
خبر دیکھ کر کہنے لگا۔ اب تم اپنی شرح میں پھر سیکھ کے قابل ہو گئے۔“

میں نے احسان مند نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔ جی
ہیں ابھی تک ایک قسم کی کمزوری محسوس کرتا ہوں۔“

یہ سن کر اُس نے ایک تہمتہ لگایا۔ پھر اپنی داہنی ہاتھ چھبر کر کہنے
لگا۔ اور فرماتے کہ بہت جلد تم اپنی پوری حالت حاصل کر لو گے۔“

پیر علی شاہ نے بلبلی دیادی۔ اور بندہ حق کے چلنے کی صدا کے بازگشت جنگل میں
سناٹی دی۔ مجھ معلوم نہیں کہ میں نے بندہ حق چلائی تھی یا نہیں۔ کیونکہ جب میں نے
اس کی طرف دیکھا تو وہ لڑکھڑکا کر زمین پر گر رہا تھا۔ رنج و افسوس کی ایک چرخ
میرے منہ سے نکل گئی۔ اور میں جھپٹ کر اس کی طرف بڑھا لیکن اس نے اسکی
روح نفسِ عنصری سے پروا نہ کر رکھی تھی۔

اس وقت سے لیکر آج تک ہر سال اس کے بچوں کیلئے گیسوں۔ چاول۔ بخوار
دو سرفروزیوں کا سامان لاتا ہوں۔ اور ان کی گذر اوقات کیلئے حسب ضرورت
بھیتیں بھی دے جاتا ہوں جنہیں فروخت کر کے وہ کپڑے یا زندگی کی دوسری
چیزیں خرید لیتے ہیں۔ میں شہرت یا نامہدی کے لئے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ پیر علی
شاہ کا فرض میرے ذمہ ہے۔ جسے مرتے دم تک ادا کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا سر جھکا لیا غروب ہونے والے سورج کی ہلکی کرنیں
اس کے خوبصورت چہرے کو ارغوانی بنا رہی تھیں۔ اور وہ اذہانی کوشش سے
آنکھوں میں اُمڈے ہوئے آسودہ کو روک رہا تھا۔ ایک لمحہ کے بعد جب گھر
جانے کے لئے اٹھا۔ تو میں نے دیکھا کہ دو بڑے آسودہ خساروں پر بیٹھنے کے لئے
اس کی پلکوں میں محل رہے تھے۔

میں نے ذرا تلخ لہجہ میں کہا: ”کیا تمہیں یقین ہے کہ میں کسی تمہارے خلاف ہاتھ
اٹھا سکوں گا؟ کیا تم مجھے اتنا ذلیل اور کمینہ تصور کرتے ہو کہ بلا وجہ تمہیں گولی کا
نشانہ بناؤں؟ میں سرگزا ایسا نہیں کروں گا۔“

”تمہیں کرنا ہو گا۔ اور ایسا کرنے کے لئے میں تمہیں مجبور کروں گا۔“ اس نے
قدرے بلند اور جوش بھری آوازیں جواب دیا۔ میں اس لڑائی کو بالکل ملوثی
نہیں کر سکتا۔ اور نہ ایک بے ہتھیار آدمی پر حملہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اپنی بندہ
اٹھاؤ اصرارے مذاق نہ سمجھو۔

یہ سن کر میں نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔

”اپنی بندہ اٹھاؤ۔“ اس نے چلا کر کہا۔

”ورنہ میں تمہیں نرمل کہوں گا۔“

مجھ معلوم نہیں کہ میں کیوں اس کے حکم کی تعمیل پر مجبور ہو گیا۔ میں نے جھک کر
بندہ اٹھا لی۔

”میری طرف دیکھو“ پیر علی شاہ نے حکم دیا میں اس طرف پھر گیا۔

مجھ پر شدت لگناؤ؟ اس کا دوسرا حکم تھا۔

اس نے مجھ پر نشانہ باندھا اور میں نے بندہ حق کا منہ اس کی طرف پھیر دیا

بادہ کہن

درختہ قائم مولانا ظفر علی خاں صاحب

کچھ جانتے بھی ہو ہم نفسو کس ملک کے ہم سب افسر ہیں۔
ہم شاد زلف امانت ہیں ہم لطیف روئے کہانت ہیں
فرزند ہم ابراہیم کے ہیں اور حق اس تعظیم کے ہیں
ایماں کے ہم ایسا ہوتے ہیں اور سجدہ بیا ہوتے ہیں
صلیق ہوئے تقدیق میں ہم فاروق بنے تقریق میں ہم
ہیں جان حیا عثمان کی طرح ہیں آن دفا سلمان کی طرح

کس درج کے ہم سب گہر ہیں کس برج کے ہم سب ختر ہیں
آبادیے پہلو آمنہ ہیں اور انئے خسانہ آذر ہیں
پیرستہ جس سے فساؤں میں القاب جم واسکندر ہیں
ہم خاک در پیغمبر ہیں یا سرمہ دیدہ خاور ہیں
ایماں طلبی میں بو ذر ہیں خیر شکنی میں صفدر ہیں
اسلام ہو کفن ہم خیر ہیں طاغوت ہو رگ ہم نشتر ہیں

ہم صلیب لبریا کی پڑتے ہیں پروان اسی سے چڑھتے ہیں

کیوں کرنے عدو سب ترسوں ہم خیر کثیر کوثر ہیں

ناچنا اور لاپتہ ہوئی کاجا نا کھلا دیا۔ پھر بادشاہ نے انکو نکال دیا۔ اور وہاں سے بڑا
خوش کام آواز ہوا۔

محب را نوالہم
قاضی فخر حسین - نادری
۵۰ فبر ستمبر ۱۹۵۸

اردو قلمی - ۱۰ - برائے دایں چہ اٹھ کیا اسی بنا پر نو مہر اور شہ رحمت اللہ علیہ نے
یہ بی بی فرمایا کہ شہ سلطان - جو میر مراد سیدان - دا - ۱۰ - اگر یہ کہانی درست ہے - تو کیا
اسی آغاز پر ستمبر ۱۹۵۸ء کا میر کسی پتہ پر خود گئے تھے۔

(ضمیمہ نمبر ۱۹)

سیرتیز کار دہا ہے ازل سے تا امروز
چرخ مصلحتی سے سستہ رہا بلوہی۔

سبائت خیرہ سو سال کی تاریخ اسلام اس بات کی نظر ہے کہ اسلام پر سیکڑوں
ملے ہوئے۔ مگر اسلام پر سبائت کی وجہ سے کادب اپنی جتنی مگر ناکام و نامراد ہی مرے۔
لیکن اب جو بدین صدی ہجری کے روح ثانی میں سہرہ میں پنچا سے رحمت کے اداؤ
قرینت کی صورت میں حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب طہر
پر وہ طنز تک اور تاہک حد تک اور حضرت رسال پر پڑیں کی گلیا۔ یہ وہابی غیرت ہی و
ایسے اداؤ باطن کی جہالت کا بدانت بعض بدین معنوں کی خیال آفرینی ہی ہے
جس کی چاق و برزناں ہمارا انکی فرض ہے۔ لہذا سننے کے سرور سبائی میں نیاس
آدنی کہ عرب میں میر ایک قبیلہ کا بنی ایک ایک راوی ہو کر انا تھا۔ جب کلام نبوی کا
بیان کرنا اور دریافت کے شوق شجرہ یاد رکھنا تھا۔ اس لئے جب عربوں نے سند کو فتح
کیا۔ تو سبائی میراث کے شوق شجرہ یاد رکھنے کلام ان لوگوں ہی کے سپرد ہوا اور ان
کو میراثی کے نام سے پکارنا شروع کیا گیا۔ تاریخی حقیقت اور تاریخی حقیقت سے باکل افتاد
ہے اور ہندوستان کے ہندی انسل میرا سب میں غلطی جیلنے کا موجب ہو کر
مستثنیٰ حقیقت کے کلام سے میراثی سند میں ایک بھٹا یا کادنت ہے۔ جو اپنے انا
وہاں ہم کے ہمارا میدان میں جا اور وہاں جنگ میں مشغول ہو کر گیت گاتا۔ دیکھو
سنا سیکھو سبائت انٹا یا جلد ہو مصلحت

میراث اگرچہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لیکن اسکے ساتھ عربی یا عربی یا سبائی
اور ادا کرنے سے پہلے عربی یا سبائی ہو سکتے۔ برکس اسکے تاریخ اس بات کی شہادت
دیجیے کہ پنجاب کی بہت سی بی بی: انوں کے ٹک پہاں کی قدیم نسلوں کی اولاد ہیں۔

اس کو میرزا کا لقب دیا۔ لہذا اس وہ سلطان میر گلیا اور اسکی اولاد کا نام میرا سب سب
تھا۔ جس سے میرا سب نکلا۔

بعض میرا سب لوگ سلسلہ برہمائی کے لئے لادوئی کرتے ہیں۔ بلکہ اس لئے پو
جاتے عربی برہم کو پس لیا۔ اور برہم کے طور پر اسے نہت ملای کہ ٹک اس کی
تقدیس کریں۔ اور جبکہ وہ کہنے آتے ہی بھجا جاسے۔ اس لئے ٹک اس تک میرا سبوں پر پڑ
کہتے ہیں۔ میرا سبوں کے نزدیک شوق یعنی خیالات جو بہت کم کی اختراع ہیں۔ جو غالباً اس مقدمہ
گینے میں کہ سائنسی قورن میں انکے درجہ کو گھٹا کر دیا جاسے۔ مثلاً ایک دکایت اس طرح
ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلا ہونا تھا۔ تو انکی خدمت کو لوگوں کے ایک ٹک
کنا رہے پر کہ کر تیز آگ پر رکھا گیا۔ لیکن لوگ انکو بچنے کیلئے نہ کہہ سکے۔ لہذا ان کے
بروقت کو شش کرنے کیلئے فرشتے بھیج دیے۔ اس وقت شہ سلطان روحا ہوا اور کہا کہ میرا سب
آگ میں آس طرح پھینکے جاسکتے ہیں۔ کہ ایک بھلی آدین تمام کے سامنے جمے کہوں۔ عا
اور اسکی مشیرہ ہو گات اس ذیل جا مشیت پرور غلے گئے۔ اور فرشتے اس زمانے کو
دیکھ کر بھلا گئے۔ اس وقت غنہ نسلوں میں سے بھی بھلا گیا۔

ایک اور کہانی میرا سبوں کو ایک دریش کے گناہی ادا دینا ہے۔ دو لوگ اسکی
شکل میں پیدا ہوئے۔ اور دریش نے ان سے کن رکشتی کرنی۔ ایک بادشاہ بطور خا ہوا
کے اچھی دریش کی۔ لیکن شہ سلطان نے اس وقت کا موقع نکال لیا اور انکو گانا۔
طہر سب کیا اس بات کو مان لینے کوئی مزج ہے کہ میرا سب سے گناہ کر میرا سب بن گیا۔
شہ حق زبان جاری ستہ وقت میرا سبوں پر نہیں بلکہ برہمنوں اور تاہوں پر ہی۔ کیونکہ
یہ سب کے سب ہندی انسل (تمام کی گلیا خدمت ہی ہے۔ اس لئے انکی وجہ
میرا سبوں کی بے جا ہر اور توہین و شہ فیاٹ اداقت مطہر سبائی ہے اس بات کی نظر
ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور جناب سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے عہد مہاک میں اسی وقت تک چار ہزار و دسویں سال کے عہد کافرق
تھا۔ اب شک ہے۔ مثلاً ۱۰۰۰ سے لکر ۱۰۰۰ تک ایک سو سو سال کا فرق ہے۔ یہ
اس میں غلے کرنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کو اب ۱۰۰۰ سال کا فرق
ہوتا ہے ہم ذاتی طور پر اسکے مشفق کہ نہیں کہنا چاہتے۔ اس لئے ہر طرف علم آوری سبائی
کے میرا سب سے استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا اس سے یہ مراد تو نہیں کہ میرا سب اس
دھن کا نتیجہ نہیں اگر ایسا ہو تو یہ ایک جاہل انوسٹک حقیقت ہوگی جسکی رد سے ہر
یہی ماننا پڑے گا کہ میرا سب کے وجود کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے
ہوا۔ غافل و یاد دے اور ہمارے

اور زیادہ ہو وہ لوگ ہیں اب چوبیسے چار۔ پہاڑی اور مارو کی استعماریہ
 دیہات۔ غوثی۔ سانی۔ نٹ۔ بائوچر کچر۔ سسے۔ یارنی۔ کٹا بیٹے۔ اور اوڈ
 زہرہ کے قلعہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ چوہڑا اور میرانی قلعہ نسب قدیم
 یک جہتی ہے۔ دیکھو گلاسری۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۷۷

مزید برآں یہ قلعہ شاک۔ مشہ۔ سے پاک ہے۔ کہ جس طرح عربوں کی توجہ پہاڑ
 کے پورے علاقہ کو کم کے لوگ کشنیا اور اسٹریا کے پہاڑوں میں جا گئے۔ یا جس طرح
 انھوں نے کوئٹہ ناموں نے فتح کیا۔ تو کیسے قوم کے کرکشی پہاڑوں میں جا کر پناہ گزرتا
 ہوئے۔ اسی طرح آریاؤں کے حملہ کے بعد پورے ہندوستان کے قدیم باشندوں کا حال ہوا۔
 کہ چونکہ تو بے خانہ لوگوں کو جن دے اور چونکہ یہ سپہ سالار ہیں۔ تو وہ ذات
 ذات کے ہم۔ رواج کی انھیں کے راحت اپنے اس خلاق اور مردم کو کو کرکشی اور کین
 ہوئے۔ چنانچہ جاٹ اقوام میں میرانی ذات اور کین جیما جاتا ہے۔ نیز یہ امر بہت
 بڑی حد تک یقینی ہے کہ پنجاب کی بہت سی قبیلہ ذاتوں کے لوگ اکثر وہ ہیں۔ جو یہاں کے
 اصلی تہیم باشندے ہیں۔ چنانچہ میرانی بی بی ذات کے لوگوں میں داخل ہیں۔ دیکھو
 راجستھانی اور لہور کے اضلاع کا جرنلہ مطبوعہ لاہور

مادر اسے اڑی۔ اور چوہڑا۔ میرانی۔ ماچھی جیسے۔ اور چنگلز صاحب ایک ہی نسب
 ہیں۔ اور وہ اصل مسلمانوں میں اصلی قدیم باشندے ہونے کے دعویدار ہیں۔ دیکھو
 گلاسری جلد دوم۔ قدیم اقوام میں سے بعض کی رسوم عادات اور فضائل و صفات
 ایسے ہیں۔ جو انہی سے مخصوص ہیں۔ اور کسی اور قوم اور نسل سے نہیں ملتے۔ جیسا کہ میرانی
 قوم کے افراد کی شکل و صورت۔ علیہ اوصاف و طرز کلام اور چوہڑا کی آبائی عادت۔

ہندوستان کے دستور قدیم کے مطابق اکثر جاٹ اقوام کی شجرہ خوانی کا کام سانیوں
 اور میرانیوں کے ذمے ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ میرانی قریباً سب کے سب مسلمان ہیں
 ہندو میرانی یا تو بھارت کھلتے ہیں یا غالباً آدم مزید برآں کہ سبھی ہی نہیں۔ جو ربانی
 کہتے ہیں۔ سانی دلی پنجاب کے عائد ہدف قوم ہے جس کے بارے میں کچھ اور جو ہیں۔ گو
 کی جیس جیس کہہ رہے ہیں۔ اور میں تاہم اور گمانی ہی ہیں۔ لیکن ایسا ہی ہوتا ہے کہ مذہب
 کی فرقیہ مت کر کے لگ جاتی ہیں۔ سانی گیارہ بارہ فیصدی مسلمان ہیں۔ بقول
 سبب نہیں۔ اور باقی ہند۔ اب ذہ میرانی قوم کے افراد کے شوق ہی سن لیجئے کہ کتنی
 پنجاب کی اصلی اہمیت تو ہیں۔ انفریشن پر پنجاب۔ مہاراجہ ۱۹۲۵ء۔ انفریشن
 پر پنجاب سے تعین ہونے والی مدد ضلع ساہیوالہ ہی میں واقع ہے۔ یہ پھر ساہیوالہ کا میر
 کس نے سے انھیں تشریف کر سکتا ہے۔ انفریشن پر روت۔ انفریشن پر پنجاب

ہندو اور کئی میں میرانی ایک مسلمان جاتی ہے۔ یہ آدم میرانی نام سے پکارے جاتے
 ہیں۔ جب مسلمان بنے تب مسلمان آدم کہلا گئے۔ یہ نسبت دیرانی ان کا قدیم نسب ہے
 کہیں کہیں جہانوں کی گاتے پرتے ہیں۔ اپنی پتریں ریشوں کو کہیں ہی سے تاج گاتے کی
 تعلیم دیتے ہیں۔ تاج گاتے میں ہر شخص کو عزت و تاج کے پانچ طرح کے کرب
 دیکھ کر ان کا دل خوش کیا کرتی ہیں۔ ہر ذوق ڈھوک۔ کھڑا تال اور گنگری یا ہنری
 جاکر گایا کرتے ہیں۔ جاٹ بانی یا شادی اور مرگ کی رسومات کے وقت یہ اگر
 تاجھے میں گود لگاؤں میں آدم اور کین ایک ہی خیال کیا جاتا ہے اور اس سے میرانی جیما
 جاتا ہے۔ جو طائفوں کے ہمراہ طبلہ اور ساڑھی جاتا ہے۔ جو ان میرانی لوگوں کی ہی
 ہوتی ہیں۔ اور ایسے آدموں کو کچھ اور آٹا یا سفر دیا کرتے ہیں۔

اصلی پنجاب کی جاٹ قوموں کے ساتھ سانیوں کے کچھ عجیبے تعلقات ہیں۔ چنانچہ
 سانی جاتوں کو میرانیوں کا کام دیتے ہیں۔ اور جاتوں کی ہر ذات یا گوت کا الگ الگ
 سانی ہے جو ہمیشہ اس کا خیرہ نسب یاد رکھتا ہے۔ اور یہاں شادی کے موقع پر میرانی
 کی طرح کیا کرتا ہے۔ اور جہانہ میں سانی اپنے آپ کو بھارت کھلتے ہیں۔ جن کا ہمیشہ
 راجہوں کا شجرہ نسب یاد رکھتا اور بیان کرتا ہے۔

یہ امر نہ صرف میں لیکن بلکہ یقینی ہے کہ میرانیوں میں بعض ایسے ہی ہوں جو نام کے
 میرانی ہوں اور اصل میں سانی ہوں۔ کیونکہ پنجاب میں اب تک بعض ایسے عہدیدہ
 جاٹ موجود ہیں۔ جو اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ ہمارے کئی سوجہ و میرا جو
 نے ہمارے شجرہ ہمارے پرانے سانیوں ہی سے کیے۔ اور یہ اسلئے کہ شجرہ خوانی
 اور نسب دانی کا کام اب بہت بڑی حد تک ان لوگوں سے مخصوص ہو چکا ہے۔ جو میرانی تکر
 نام سے پکارے جاتے ہیں۔ سانیوں کے جو تہمیت ہونے کی وجہ سے اکثر زمیندار
 اقوام نے ان سے نسب دانی کا کام لینا چھوڑ دیا ہے۔ اور اب جو جاٹ قومیں سانی کہتی
 ہیں۔ اور میرانی نہیں کہتیں۔ وہ برادر ہی میں موجود ہیں۔ میرانی جاتی ہیں۔

آدم۔ یہ ایک ہندو آدم مسلمان جاتی ہے۔ ہندوؤں ہی سے مسلمان بنائے گئے۔ یہ
 اپنے جہانوں کی میرانیوں کا کہتے ہیں۔ اور جب ان کی کیاں کرتے ہیں۔ تو وہی دلی شیش
 جیسے ہتھوں تک سر زبانی کہہ جاتے ہیں۔ اور ان کے اچھے اچھے گیت بنا کر ساڑھی اور باب
 پر گاتے ہیں۔ اب ان تذکرہ بالا عادت سے صاف ظاہر ہے کہ سانی اور میرانی قلعہ
 پیشہ شجرہ خوانی ایک ہی صف میں کھڑے کئے گئے ہیں۔ اور جس طرح جاتوں کی ہر ذات یا
 گوت کا الگ الگ سانی ہے۔ اسی طرح پنجاب میں جاتوں کی ہر ذات کا بلکہ ہندو میرانی
 کے علاوہ کوئی جلد ملے گا۔ سانی انفریشن پر پنجاب سے کشتی و دھن پر رہے

انمول موتی

اسلامی امور سے چسپی رکھنے والے ملحد و مست احباب ذیل کی کتابیں
مرد پڑھیں :-

۴	کمال معرفت	۴	راز معرفت
۶	بند و شعر کاتقیه کلام	۶	کلام صمد
۴	خطبات عزیز	۶	حیات البقی
۳	اخلاقی کبائیان	۴	پھول اور کانٹے
۶	علم غیب	۴	تاریخ نبلیخ اسلام
۴	سراج معرفت	۵	سراج الدارین
۲	دستی کی پہچان	۵	اسلمی پردہ
۴	انفراد نگری		

روح ظرافت

(مرتبہ فیض محمد رفیع لدھیانوی)

۱۰. بھلی ہی سے بہا رہے اب میری کھیت میں ۱۰	دو دن گئے کہ جان کو خرمن کی کھیتی	دو دو بے ڈبے کا اور تعلیم پر کار کی	۱. طفل میں پوچھو کیا مان باچکے اطوار کی
(نظر)		(اکبر)	
۸۰. ہماری کیا ہے اسے بھائی نہ مٹیں نہ وہ ۸۰	پکائیں پس کر دو دریاں تنواری جو فنا	بڑا ہوں کہیں ضبط نہ ہو جائے دعا ہی	۲. دیکھے تو کوئی ایک سو چوبیس کی دھت
(اکبر)		(نظر)	
۹. ان کا یہ حکم دیکھ میرے فرش پر نہ رنگ ۹	میرا یہ حال بوٹ کی ٹوچا تھا ہوں میں	میں خوب بہتا ہوں جری میں کالا	۳. سودا کے بھانے جو مجھے گھر سے نکالا
(اقبال)		(ظفر مظہر)	
۱۰۰. یہ ہے مشرق کی مٹا رہی وہ مغرب کی علاق ۱۰۰	اُدھر بندہ دق کی دھن «دھن» دھن چڑھتی	جس کو میں بیٹا سمجھتا تھا بچہ ہو گیا	۴. قوم سے پردے کے اٹھنے کا نتیجہ ہو گیا
(ظفر مظہر)		(اکبر)	
۱۱۱. گر مندوستان دلدادہ نہیں پرستی ہے ۱۱۱	گمروں میں تنگ دستی ہے دُورِ فادہ دستی ہے	ہمارا مولوی ہی فی افسل تعالیٰ کا بیگ	۵. کبھی داخل ریاست میں کبھی شامل میاں
(رفیع)		(مشہر)	
۱۲۰. کہ جن کو پڑھنے کے باب کو خطی بھجے میں ۱۲۰	ہم ایسی گل کتابیں قابلِ مٹلی سمجھتے ہیں	اب چلے مسجد جامع کی امامت کیلئے	۶. پہلے صفائے میں تھے پیرِ خرابا اب
(نامعلوم)	(باقی آئندہ)	(امیر مینا)	

مستوا

ہے۔ اس نے ایک دفعہ ہتھار دیکھا کہ ایک امیر آدمی کے لڑکے کے چہرہ میں لگانے کیلئے انسانی گوشت کی ضرورت ہے۔ اس نے اپنی جلد کا ایک ٹکڑا ہاتھ پر لڑکے کے منہ میں فروخت کر دیا جیسے ڈاکٹروں نے بچے کے منہ میں گوشت کی جگہ لگا دیا۔ اس واقعہ کے بعد سے وہ یورپ کے مختلف ہسپتالوں میں جا کر کئی تجارت کر رہا ہے۔

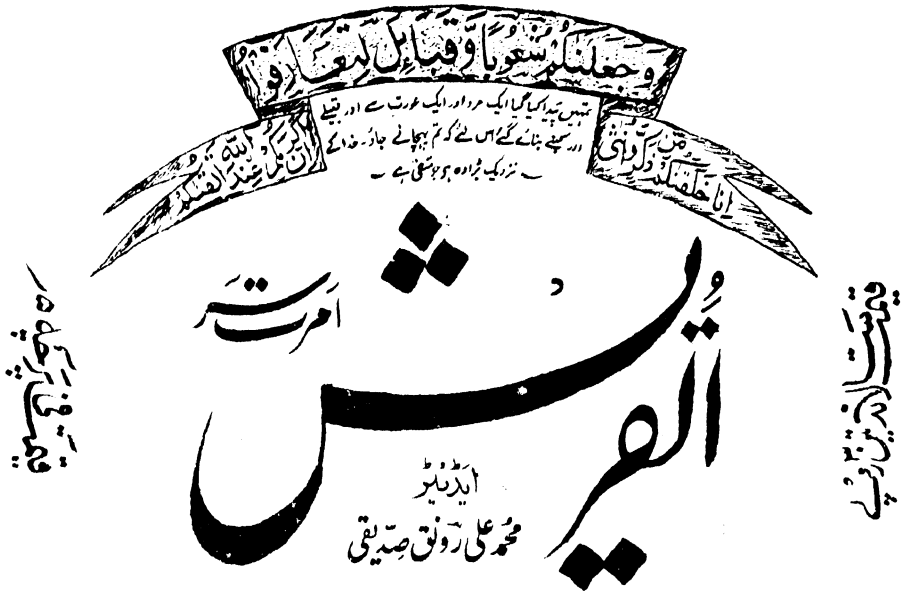
امریکہ کا ایک آدمی پولیس کے کنوینٹن کا خطاب کر رہی گاتا ہے۔ پولیس کو جب کسی کتے کے مدعا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تودہ اسے بلا لیتی ہے۔ اور یہ شخص موٹے اور مضبوط کپڑے پہن کر حاضر ہوتا ہے۔ کتا اس پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس شخص کا قول ہے کہ یہ منہ نہ دے غیر محفوظ تو ہے۔ لیکن اس میں گمانی خوب ہوتی ہے۔

کروٹیل دوں ایک متعلق بنایا جا رہا ہے۔ جو بلند ترین مقام پر واقع ہونی کے لحاظ سے مینا ہو گا۔ اس بل کی بلندی ۵۲۔۵۳ فٹ ہے۔ اور اس

معلق بل

لندن کے ایک اخبار نے بڑی محنت سے یہ خبریں حاصل کی ہیں کہ ساری انگلستان میں صرف ایک عورت ایسی ہے جو اپنی روزی چائے پینے کے منہ سے کاتی ہے۔ اور لندن میں صرف ایک مرد ایسا ہے جو گھروں میں جا کر گھڑیاں درست کر کے اپنا سانس پیدا کرتا ہے۔ اور ایک شخص ایسا ہے جس کا پیشہ محض دھوئیں کی سیاہی کو فراہم کر کے پینا ہے ایک عورت ایسی ہے جو دالیں در دیاں جانور کی مونچیں فراہم کر کے بھتی اور اپنی روزی پیدا کرتی ہے۔ جی میں یہ پونچیں خامی قربت پر کھینچیں کہ کچھ بھینی اس سے دانتوں کے غلا بناتے ہیں۔ لندن کے ایک آدمی نے اپنی زندگی کے ۵۰ سال محض اس کام پر صرف کر دیے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں جا کر وہاں سے لایا جلا کر انکی خوبوں کی ترمیم کیا کرے۔ سب سے زیادہ خوب انگریز پیشہ یہ ہے کہ ایک آدمی ہنگامہ گوشت بھج کر روزی کاتا

شیادائے نیش کا قومی صلابی اور تاریخی زیلا



جو کفر مان عالی نشان سلطان الفلجہ ہرگز اندھا نیس تاجدار و کس ادا م اسلفا لد اوجلاہ مدار کس محرمہ سرکار غانی کے نام جاری ہے

جلد ۱۲	فہرست مضامین	نمبر
۱	آریا بہ حجاب آندر	۱۴
۲	اب یا سپر بھی نہیں	۱۵
۳	کھل اے چشم بتا	۱۶
۴	سینے اور زمانے	۱۷
۵	اسلام اور تلوار	۱۸
۶	مکتب فاروقی	۱۹
۷	نوائے عمل	۲۰
۸	تاریخ کہنہ کا ایک ورق	۲۱
۹	کینہ پرور طینت	۲۲
۱۰	ہاں سنو!	۲۳
۱۱	میری سرگزشت	۲۴
۱۲	نقد و نظر	۲۵
۱۳	کلام الرحمن دیکھو یا قرآن؟	۲۶
۱۴	مقتضیات خیالات	۲۷
۱۵	مملکت آصفیہ	۲۸
۱۶	دنا شمار لڑکی	۲۹
۱۷	انتخابات	۳۰
۱۸	بزم قریش	۳۱
۱۹	نازک خیاباں و سنگدانِ غرافت	۳۲
۲۰	گلدستہ رنگین	۳۳
۲۱	ارتقا و انسانی میں اسلام کا حصہ	۳۴
۲۲	پند پر دیوار	۳۵
۲۳	انقلاب روس پر ایک نظر	۳۶
۲۴	معدیات مجیبہ	۳۷
۲۵	مختلف اشتہارات	۳۸
۲۶	ذہن قدر کتبیں	۳۹

Alquraish Amritsar.



فخر قوم "حافظ نسب رسول" جذاب قاضی نظیر حسین صاحب
فاروقی ریٹائرڈ مسٹوفی - گوجرانوالہ

The Empire Printing Press, Amritsar.

دریا بہ حباب اندر

۵۔ "تاریخ کچہ" کا ایک دریدہ صنف ایک عجیب تاریخی مضمون ہی نہیں بلکہ غیرت بی اور اذوق و کجی کا سبق حاصل کرنے کے لئے بھی ایک مفید قرین مضمون ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک غیر مسلم کا سینہ حلقہ تجویش اسلام ہونے کے ساتھ ہی جرات و صداقت کے نور سے کس قدر روشن ہوتا جاتا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اتفاق و کجی کی برکت سے اور نگاہ حکومت حاصل کرنا بھی کچھ مشکل نہیں،

۶۔ "بزم قریش" میں چند غزوی بائیں زون کرنے کے قابل ہیں۔ احباب توجه سے مطالعہ فرمائیں،

۷۔ "نازک خیالیاں" ایک شاعری نگین بیانی کی جیتی جاگتی تعریف چند شعر میں جو خیالات کی بند پر دازی کا بہت بڑا نقشہ پیش کرنے میں اپنی نظیر آپ میں سخن جہنم احباب محفوظ رکھیں،

۸۔ "چند سو سنہ" رکنین پرور طیت "اصاح" اخلاق و اسلام کے لئے خاص نکات ہیں اور دس موعظت حسنہ پیش کرتے ہیں۔

۹۔ "انوار" ہے کہ نظم مرثیت کی حقیقت کی جگہ اس وفد پر دیگر مضامین نے لی۔ اور جنون لکھا لکھا یاد رکھا گیا۔ ان کے آئندہ ضرور شائع کیا جائیگا۔

آپ اگر توسیع اشاعت میں کچھ دیکھیں تو اقرین اور زیادہ دلاور و دلیر و دلور میں صوری و معنوی خوبیوں کے ساتھ قرین ہو سکتا ہے،

آئندہ اشاعت اگر ہی دیدہ زیب ہوگی، اور خاص طور پر ترتیب دیا جائے گا۔ کسی تاریخی مقام کا ملکی فتویٰ لکھا جائیگا۔ اختلاف فرمائیں۔

۱۔ "مرثیت مرگوشہ" کے عنوان سے محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے ذاتی حالات شروع ہو گئے ہیں آپریس اور تاریخ کا مطالعہ اٹھائے۔ آپ کی یادداشت اور واقفیت کا کمال یہ ہے کہ درجہ و درجہ تک سب کچھ ان میں محفوظ ہے جس نے حالات کو زیادہ چرچا و مباحثات بنا دیا ہے،

۲۔ آج کا افتتاحیہ "اب یا پھر کبھی نہیں" ڈراگہری توجہ اور دلی درد کے ساتھ قومی حالات کا نقشہ سامنے رکھ کر مطالعہ فرمائیے، اگر سہولیں دل ہے تو ضرور اثر پذیر ہوگا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جبہ حاضر کی اقوام ترقی و ارتقاء قومی کیلئے کس قدر اہمک و شگفتہ اور جدوجہد سے کام لے رہی ہیں، اور آپ کی ضرورتیں کیا ہیں، اور ساتھ ہی

۳۔ "سینے اور فرمائیے" کے عنوان سے چند زندہ اور بیدار قوموں کی سامی جدید کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے آپ سے ایک سوال کیا گیا ہے یہ مضمون مرتبہ حیرت ہے اور شانے بلا بلا قریشیوں کو بیداری کی دعوت دیتا ہے چشم نگہ میں سے مطالعہ فرمائیے اور جواب سے سرسرا کر کیجئے،

۴۔ "نوسنو" ایک خاص اور خاص اہم آپ کے مطلب اور ہر وہان کے کام کا مضمون ہے، ایک ایک لفظ آپ ذرا سے کہنے کے قابل اور سینہ پرفش کرنے کے لائق ہے، آپ پڑھیں اور پھر پڑھیں، اثر یہ ہوگا کہ آپ آئندہ عمل ہو جائیں گے، اور انسانی زندگی کے مقصد و حید سے کما بیش واقفیت ہو جائیگی، قومی کارکنوں اور دروہ مسندوں ہی کو نہیں عام کو بھی بشرطیکہ ان میں ذہن بہر بھی صلاحیت موجود ہو جاوے مستقیم پرے آنا اور دل میں ایک دلولہ، خون میں ایک میحان اور دلگ جہت میں ایک حرکت پیدا کر دینے کے لئے اگر حیرت لا جواب نوسنو ہے، مطالعہ کیجئے، اور فرمائیے کہ آپ نے اس خزانہ پند و نصائح سے کیا اخذ کیا،

زینت کے لئے قوی صیبت سے کم نہ تھا۔ لیکن آپ نے اس کے ذوق کرنے میں کیا حصہ لیا؟ اب تمباہوں کا بے پناہ سیلاب آپ کے غافلانی وقار کو بہا لوانے کے لئے بڑھا آ رہا ہے۔ فرمائیے اس کی آپ نے کیا فکر کی ہے؟ اگر کچھ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہو کہ اپنی شہزادہ بندی کر لی جائے۔ تاکہ آپ مشتبہ نظروں سے نہ دیکھے جائیں، حقوق پامال نہ ہوں اور وہ غافلانی متاع میں پریشانی فرمے متاع نہ ہو۔

آپ کے ذاتی مشاغل اگر قوم کی حالت عمومی پر غور کر لی گئی کبھی صہنت دی جوتی تو آپ ان تمام کمزوریوں اور پھانڈیوں کا بخوبی موازنہ کر سکتے جو قوم کی ذلت و گناہی کا باعث ہو رہی ہیں اور پھر آپ کی غیرت و جہت ان بے انتفاعیوں کو کبھی جائز و روا نہ کہتی، مگر خدا کی قسم آپ قوم و قومیت کی طرف سے بالکل بے پردہ اور غافل واقع ہوئے ہیں اور نالک سے ناز کر رہے ہیں حالت میں بھی آپ کا خون حرکت میں نہیں آتا۔ آپ کے ذاتی مشاغل و پچاسیاں خواہ کچھ ہوں۔ لیکن یہ تو آپ کا فرض ہے کہ قوم کو ذلت سے گناہی سے ابدیارتے اور قومیت کو بدقولیت سے حوادث سے بچائے کیلئے قومی خاموشوں کی حاجت و دستگیری کریں۔ خدا سے بڑا دیکھنے تو ہیں اور قبیلے اس لئے متعجب کئے کہ وہ باہمی عناد قائم کریں اور معتد و متفق رہ کر دینی و دنیوی فلاح پائیں آہ! آپ کی سرور مہر سے قومی خاموشوں کے حوصلے بہت ہیں اور آپ کی بے توجہی سے قوم پر زوال و ادمیہ کی کالی گہائیں چھا رہی ہیں۔ دیکھیے

زینت کی وہ شان اجالی ہے

جدوجہد کی آں، اجالی ہے

کیا قومی کارکنوں کو تنظیم قومیت میں آپ کی تائید و حمایت کی امید ہو سکتی ہے؟ صحیح جواب سے مطمئن کرنا ہر ناظر افریقہ اور درمند قوم کا فرض ہے،

ہیں کہنا ہتاج کچھ کہہ چکے اب دیکھنا یہ ہے

کہ ہوتا ہے جاری آؤ سوزاں کا اثر کب تک!

آپ دیکھتے ہیں کہ افریقہ کس محنت، موثری اور ذراغ سوزی سے اپنے کیا جانا ہے اور کیا خدمات انجام دے رہا ہے۔ پھر کیا توسیع، اخلاص و کوشش کی پکار نہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
المیر
جلد ۱۶ نمبر ۳

آبِ پھر بھی نہیں

اٹھو، ورنہ حشر یہ ہوگا نہ پھر کبھی
سنبھلو، زمانہ چال قیامت کی چل گیا

کشتی برادری کے رئیس، تاجرا، بیرشر، دکن، مجسٹریٹ اور بیچ و بیہ بھی قومی اصلاح و ارتقاء کے لئے اسی طرح کوشاں ہیں جس طرح دیگر متوسط اہمال افراد، اراکین ورامین، برادری میں سرشتیں ایسی متد زیر ہستی ایک عمومی غلام کی طرح قومی امور میں حصہ لے رہی ہے، مسلم راجپوتوں میں سرحدیہ شخص ریشائزڈ ڈائریکٹر ریکارڈ آف پنجاب و پرنسپل کونسل بہار، پور اور مہدی زمان خان ڈپٹی کسٹریسی بلند و بالا شخصیتیں قومی خاموشوں کی طرح کام کر رہی ہیں، لگے زنی برادری کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے تو یہی نقشہ نظر آئے گا۔ بلوچ برادری کے آثار بیداری دیکھیے اور ذرا اپنی حالت پر بھی غور فرمائیے۔ مانا کہ آپ کو کبھی بات کی ضرورت نہیں خدا کا دیاسب کچھ ہی لیکن قومی حیثیت میں آپ اقوام عالم سے بہت پھانڈ، کمزور اور جبر شکتی و پرانگہ حال ہیں، کوئی تعلیم نہیں کہ تحفظ لائے ناموس میں کام آئے کوئی شہزادہ نہیں کہ حوادث ارضی و سماوی کے مقابلہ کی تاب ہو اور یہی وہ بے بضاعتی ہے جو صحابہ کرام اور رسول اکرم کی حبیب الہیہ پر بڑ ہے، ہم زینت کے مدعی ہیں، ہمیں آپا کے کارناموں پر غور ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ شان زینت اور آں ابا کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نہیں کرتے، مرسیدوں کا شرف و شرف

کھل اکر چشمِ تمنا لذتِ خوابِ گرانِ کب تک

سنبھل اے دل یہ شوقِ جلوہ حنِ بیاں کب تک
دل صد چاکِ قفِ طعنبہاؤں دوستانِ کب تک
رہے گا شکوہِ بیدارِ گردِ زباں کب تک
نکل اے دردِ دل خونِ بچے پہرِ نکہوں کے وزن ہو
مہیا دہنِ وحشت میں کر سامانِ آزادی
ترپنے پر مدارِ زندگی اپنا ہے گلشن میں
نیا شورِ سلاسلِ مٹیں لیکر ساتھ سچھو آیا
نئی طرزِ فغاں کوئی الہی پھر عنایت کر
کہ مہرِ حضرت ہوئی شانِ بلالی تیری اے مسلم
روان ہو پہرِ اکہلی صرصرہ و صلاح الدین
وہ اٹھا شورِ اللہ تاوسِ کلیساے

کھل اے چشمِ تمنا، لذتِ خوابِ گرانِ کب تک
سے شوریدہ پامالِ جفاے دشمنانِ کب تک؟
اٹھے گا آتشِ خاموشی آخر دیوانِ کب تک؟
رہے گا اس طرح سینہ میں آخر تو نہاں کب تک؟
قص میں بھیٹ کر ذکرِ بہارِ بوستانِ کب تک
کرے گا اے فلکِ تواب ہمارا امتحانِ کب تک
رہے گا اے جس اصرار میں تو گرمِ فغانِ کب تک
سناؤں اہلِ محفل کو چرائی دستارِ کب تک
رہے گا بے اثر یہ نیندِ شہسازانِ کب تک؟
چلے گی گلشنِ اسلام میں بادِ خزاں کب تک
نہ ہوگا محرابِ عالم سے باطل کا نشان کب تک

الہی صوتِ پروانہ جل کر عشقِ ملت میں
لمیگی تیرے دیوانہ کو عمرِ جاوداں کب تک

سنئے اور فرمائے اور کیا کرتے ہیں اور آپ کیا

راول برادری

دعاؤں میں

میں راجپوت

"سدا دعوت کا دفتر" ایک کرڈسٹم راجپوتوں کی ہمہ گیر مرکز ہے۔ ان کے سالانہ اجلاس سال بابت تزک و احتشام کے ساتھ منبالہ میں ہوگا۔ نواب رانا نصرا سرفان صاحب دالے آمود جیہ کی صدارت فرمائیں گے۔ جلد کو بارون دھامیا بھائی کے لئے قوم کی جن مفت دستوں کی طرف سے اپیل کی گئی ہے، ان میں لٹنٹ لوان محمد جتید علی خاں اور ایل ای، نواب آت باغیت، محمد عبدالوہاب خاں، رئیس آت مڈاک، چودہری عبدحمید خاں ایم۔ اے پرنسپل برنسٹن گج شاہ پور، چودہری نذیر احمد خاں وکیل کرنال، چودہری نجیب خاں سشن جج راؤ محمد عبدالغفار خاں آت لانا ایسے ممتاز افراد قوم ہیں، اس کے علاوہ مولانا سر رحیم بخش کے سی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ ایل، ایس، رئیس ٹھکراں جی سابق پریسیڈنٹ کونسل آف ریجنی بادل پور سینٹ کی طرف سے برادران قوم کی خدمت میں شرکت اجلاس کے لئے نیاز مندانہ تمنا کی گئی ہے، ایس میں قوموں کے آثار عیادت و ترقی، لیکن مناسبت اب کے ساتھ آپ سے میں پوچھتا ہوں کہ جب دیگر اقدام اور ان کے مقصد و سربراہانہ افراد قطع نظر اس کے کہ وہ رئیس میں یا تاجر، جاگیردار یا نواب، عہدید ہیں یا برسرِ شریانی اپنی قومی ضروریات کا اس نذر احساس رکھتے اور انہماک کو کام لینے میں تو آپ کیلئے کیا ایام مانع ہے کہ آپ حرکت نہیں کرتے اور ہماری ہم دستانہ اپلوں اور دلگداز آرزوؤں پر نظر رکھیں ڈالتے۔ آخر کبھی بے پرواہیاں قومی مفاد کا کب تک خون کرتی رہیں گی؟

حال ہی میں بیدار ہوئی اور پھر یہی کہ یکایک اوج تریا پر پہنچیں، مامور سالہ شاعت مقاصد اور تشہیر روابط کے لئے جاری ہے، ان کے قومی مرکز ٹاؤن سنٹرل بورڈ کا تحفظ سرمایہ چار ہزار نو سو روپے تین پانی تک چھوٹ گیا ہے، لیکن نبات ستندی سے کام کر رہے ہیں اور قوم ان کی پشت چاہی اپنا زمین اولین سمجھتی ہے۔

نیکے نیٹی

اس قوم کی ہمدردی غریب انسان ہے، منظم ہے اور قومی صلاح میں سے پیش پیش ہے، بیعت کے ترک کرنے میں اس نے قابلِ تعقیدت م اٹھایا ہے، بدائش، عقیقہ، ختنہ، بڑکی، حجام کی وہی، کبلا، مانیاں، چمک، جینز، ناگ، موت وغیرہم تعاریب کے غیر شرعی رسوم قطعی بند کر دینے کا اعلان ہو چکا۔ اور برادری کی فائزہ جماعت نے فیصلہ کیا کہ ہر ممبر اقرار نامہ کے معنوں پر دستخط کرے اور بغضوت خلاف ورزی وہ ایسی رقم بطور جرمانہ ادا کرے جو کبھی خیر کرے اور جو یکصد روپے سے زائد نہ ہوگی، مامور رسالہ جاری ہے اور قوم مدد کر رہی ہے،

افغان

"ایک افغان" کے نام سے تصور میں انجمن قائم ہے، جس نے گزشتہ سال میں میں قیم دغریب بچوں کے تعلیمی اخراجات پورے کئے ہیں، آٹھ سو روپہ نقد خزانہ انجمن میں جمع ہوا جس میں سے پانچ سو قومی ضرورت یا پر خرچ ہوا اور تین سو موجود ہے، نئے سال کے انتخاب میں خان بہا سردار محمد احمد خاں رئیس قصور پریسٹن منتخب ہوئے ہیں، لیکن انہماک سے کام کر رہے ہیں، اور قوم کا ہر ادلے ذرا حامی

اسلام اور تلوار

جان نثاری اور لیری

ایک صحابی کو جن کا نام زید رہتا۔ جب قتل کرنے کے لئے قتل گاہ میرے گئے۔ تو ابو سفیان نے جو اس وقت کا زوں کا بہت بڑا سردار تھا ان سے کہا۔ اے زید رفیق کیا اس وقت تم چاہتے ہو کہ تم اپنے گھر میں اہم سے بچو اور تمہاری بجائے ہم محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کو قتل کریں اس کا جواب غور سے سینے، زید نے اپنی موت کی کچھ پروا نہ کر کے کہا، میں نہیں چاہتا کہ اپنے گھر آدم سے بچوں اور رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کو ایک کاٹا بھی چھوے۔

موقد صلی اور حالت کا سناؤ کہتے ہوئے ان الفاظ کی قدر قیمت کو اندازہ کیجئے۔ یہ جواب سنکر ابو سفیان بول اٹھا۔ جس نے محمد صلی علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو جیسا محمد صلی علیہ وآلہ وسلم کا دوست دیکھا۔ ایسا کسی کا بھی دوست دیکھا اب کسی کا بھی دوست نہیں دیکھا۔

صداقت کی تلوار

یہ چند واقعات جو اس وقت بین کئے گئے ہیں۔ اس کو کافی ثبوت ہی کہ ہائے اسلام علیہ السلام نے حق و صداقت کی تلوار بیشک چلائی۔ لیکن ظاہری قوت۔۔۔ طاقت سے چلنے والی تلوار کا ایذا کی اشاعت میں کوئی دخل نہ تھا۔ حق و صداقت کی تلوار کسی انسان کو قتل نہیں کرتی، بلکہ زندہ جاوید بنا دیتی ہے اور مرگ کے خوف کو دل سے بالکل نکال دیتی ہے۔

اللہم صلی علی محمد وعلی آل محمد

و بارک وسلم

رہنم

احمد گلزار اڈا گوہر خان

مخالفین اسلام جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے نظیر ترقی اور کامیابی کو دیکھتے ہیں جس کی نظیر نہ آپ سے پہلے کبھی ملتی ہے اور نہ بعد میں نظیر آتی ہے تو اس پر پروہ ڈالنے اور اس کی وقعت کم کرنے کے لئے طرح طرح کے اعتراض گھڑنے شروع کر دیتے ہیں، انہی اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے تلوار کے زور سے کامیابی حاصل کی، اور قوت بازو سے لوگوں کو اپنے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا

تلوار کہاں سے آئی

مگر یہ اعتراض کرنیوالے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ایک ایسے انسان کو جس نے یقینی اور یکسانی میں پرورش پائی۔ جو کسی حکمران اور صاحب اقتدار خاندان میں پیدا ہوا جس کے پاس کوئی دنیوی طاقت اور قوت نہ تھی، جو بے سر و سامان اور یکہ و تنہا تھا۔ اس نے تمام ملک بلکہ تمام دنیا کے عقائد اور خیالات کے خلاف آواز اٹھا کر وہ تلوار کہاں سے اور کس طرح حاصل کی جو بیناں کامیابی کا ذریعہ بنی اور اس تلوار کے چلائے والے میں اتنا زور اور اتنی قوت کہاں سے آگئی کہ دنیا اس کے آگے جھکنے پر مجبور ہو گئی۔

تلوار اخلاص نہیں پیدا کر سکتی

اگر ذرا بھی غور نہ کرے کہ کام لیا جائے تو یہ اعتراض اپنے غلط ہونے کا آپ ہی ثبوت ہے، پھر جب اس نہ کاری اور جان نثاری کو دیکھا جاوے اس اخلاص اور محبت پر نظر کیجائے، اس فرمانبرداری اور سرفروشی کا خیال کیا جائے۔ جو آپ کی غلامی میں داخل ہونے والوں نے مصائب اور مشکلات اور تکالیف و مصدبات کے کوہ گراں کے مقابلہ میں کہاں کی اور قدم قدم پر جس کا ثبوت دیا تو ان لوگوں کی عقل سمجھ پر حیرت ہونی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ ہائے اسلام نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور زبردستی ان کو مسلمان بنایا۔

رباعی

دل سے دھماکت کا ڈر جائے تو، چہ
حق کی طلب میں شوق سے مر جائے تو، چہ

سہ بان گاہ مشق میں سہ جائے تو، چہ
انسان کوئی کام ہی کر جائے تو، چہ

صَوَلَتِ قَارِئِی

دہوم سخی دُنیا میں اس کے عدل اور انصاف کی
 تیغ بُرآن کو علم کرتا تھا جب بہرِ غنا
 زُہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ پیروں رات کو
 بہرہ دہ ہوتے تھے فیاضی سے اسکی خاص عام
 ایک بڑھیا نوک سکتی تھی سرِ منبر سے
 گشتِ راتوں کو وہ کرتا کہ کے تبدیل لباس

صَوَلَتِ وَسْطُوتِ سِی اس کی کانپتا تھا ایک جہاں
 شکرِ کفار کا باقی نہ رہتا ستمناشاں
 خوفِ خالق سر ہار کرتے تھے وہ گریہ کیاں
 اس کا لطفِ عام تھا مانندِ سحرِ بیکراں
 لیتا تھا درسِ مساوات اس کی ہر پیر و خواں
 تاکہ اہل دروے سے سن لے خود انکی دستاں

سادگی کو دیکھ کر حیراں تھے شانِ دہر
 اس کی شاہی سے بھی اندازِ فقری تھا عیار

زآبہ یابی - ۱۷

نوائے عمل

تو ہوا ہے اگرچہ اس پیدا
 اپنی تلوار کے دکھا جو صر
 تہذوے سدِ حنای کا
 نہ رہے غیر کی یہ محکمی
 سخنیاں جمیں قوم کی خاطر
 بہتہ دشر کا نام نکٹے سے

کر جہاں میں بنا جہاں پیدا
 بُردلی کا نہ کر گناں پیدا
 کچھ تو کر ذریعہ سماں پیدا
 حریت کی ہو ایک شاں پیدا
 درہ پہلو میں کر بناں پیدا
 ساری دنیا میں ہو اماں پیدا

اُبڑے گلشن میں پہرِ بیدار آئے

نیض ہو جائے وہ سماں پیدا

(خواجه) فیض لدھیانوی

تاریخ کہنہ کا ایک دریدہ روق

غیر اتفاق کی تہنیت

قائیں ہو گیا اور خراسان میں بمقام نسا پر طغرل بیگ نے اپنا تخت حکومت رکھا۔ اس کے بعد مسعود نے خراسانی کی اور دونوں بیانیوں نے ل کر مسعود کا تخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں اتنی خونریزی ہوئی کہ ہزاروں برس سے اس کی مثال نہ ملتی تھی مسعود کو ہزیمت ہوئی اور سلجوقیوں کی سلطنت خراسان میں قائم ہوئی۔ نیو پر غور کیجئے، (تاریخ اسلام)

کہنہ پر وطنیت

”عقل و قیاس شرف اختلافات جوئے کی ایک شان ہے۔“ جو کچھ گذرا وہ ہمیشہ کھو سٹے گزر گیا۔ اب نہ پیرہ رہاں آسکتا ہے اور نہ کچھ اسکی تلافی ہو سکتی ہے۔ اس لئے حکماء کا قول ہے گزشتہ راہلہ آئندہ احیاء گزشتہ باتوں پر رنج و اندوس کرنا بے فنیض اوقات اور کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ عقلیوں کی قہر ہندول کر نیکی لئے زمانہ حال اور مستقبل ہی کافی کام کا بنیاد جمع رہتا ہے اور اس لئے جو لوگ گزشتہ حالات کے متعلق اپنے دماغوں کو پریشان کرتے ہیں وہ سوائے اسکے کہ اپنے نامور اور قیمتی وقت کو بیکار بنالیں کریں اور کوئی نتیجہ نہیں حاصل کرتے،

دنیا میں کوئی منتفی ہر کسی کو اذیت کا تحفہ صرف اذیت یا تحفہ کی خاطر نہیں پہنچاتا۔ جب تک اس ہر کسی قسم کا سفا و امین ذاتی منفعت باسرت یا ترقی و ترقی و ترقی نہ ملے اس لئے کوئی درجن نہیں کہ ہم اس سے بنیاد پر ناہن ہر جاس کریم سے زیادہ اپنی ذات کو غرر سمجھتا ہے اور بغیر من حال ہی مان ہی لیا جاؤ کہ وہ بی جا صنی کی درجو لوگوں کو اذیت دیتا ہے۔ تب ہی اس کو پہول یا فارار و رفت کہنا چاہیے جو ہمیشہ چپا کرتے ہیں اور کہہ دے مارا کرتے ہیں۔ کہ نہ ان کو کام ہی یہی ہے۔

خوش متعرب نہ از پیہن است بلکہ متعنائے طبیعتش ایس است یہ لوگ دیکھ احمیال۔ بزدل اور مکار ہوتے ہیں۔ جو تدریجی میں پھر چمکنے والی جوتہ ہیں۔

بیغوشاہ ترکستان کے دربار میں سلجوق نامی ایک شخص تھا جو بیخو سے غفا ہو کر مسلمانوں کی سرحد دربار سرفند میں چلا آیا۔ نواحی جند میں یہ آکر ٹھہرا اور آبائی مذہب چہرہ گردالے اور انہر کے استخراج سے مسلمان ہو گیا۔ جند ہی زمانہ میں بیغوشاہ ترکستان کا باجوہار تھا۔ ترک سالانہ خراج بنے آئے تو سلجوق فرام ہوا اور کہا۔ کنگداصل نو سے خراج میں۔ میں اسے گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جند کے مسلمان سلجوق کی دہ سے غالب آئے اور سلجوق کی شہرت کی ہی ابتدا ہوئی اس کے بعد جب ابراہیم سامانی نے سلجوق کی ادا سے ایک خاں پر فتح پائی، تو سلجوق کا نام ادا بھی بلند ہوا۔ سلجوق کا میاں میکان ایک لڑائی میں مارا گیا اور اس کے دو بیٹے طغرل بیگ اور چریگ اپنے دادا سلجوق کے غل غامفت میں پرورش پائے۔ یہ سلجوق کے دو نو بیٹے میکان اور دادا اپنے باپ کی طرز پر تھے۔ اور دونوں بڑے توڑے ہی زہر دست نیلے۔ سلجوقیوں سے حاکم اور انہر علی نگیں سرف و ایک خاں اور ترکستان کے سلاطین رہنے لگے۔ ایک خاں نے تمام سلاطین گرد و نواح کو جمع کر کے سلجوقیوں کا استیلا کرنا چاہا۔ اس پر چریگ خراسان اور طوس سے ہوتا ہوا آرمینیا کی طرف نواح سلطنت درم میں مبارک سے مذہبی جنگ کرنے چلا گیا۔ یہ زمانہ محمود سبکتگین کا تھا۔ سلجوقیوں کو دسے قوس نے اپنے ملک سے گزرنے دیا۔ اس پر وہ محمود کے قصاب کا مستوجب ہوا۔ چریگ نے وہاں کئی قلعے فتح کئے اور بہت سا مال قیمت بیکر پیرا۔ پیرہ دونوں باہائی ایک جا ہو کر اپنی متفقہ کا زور بلج میں دیکھائے لگا۔ خان کا شہر اور سلطان محمود نے باہم ملکر ایک خاں کو عجب سرفند سے بگایا تھا اس وقت سلجوقیوں کا بھی زور گہٹ گیا تھا۔ لیکن عجز کے مرنے پر مسعود کے زمانہ میں مرا اور ہرات پر چریگ

ہاں سنو!

ایک ایکٹ لفظ آپ زردی کہنے کے قابل ہو

ہندوستانی مدت سے اپنے مقصد حیات کو پہلے پہلے ہی اور اس پہلے کا خیال نہ بن کر رہے ہیں اس کو کچھ دل ہی محسوس کر رہا ہے، گزشتہ عالمگیر جنگ نے ہندوستانیوں کو بیدار کر دیا ہے مگر بیداری صبح کی محبوب نند سے کم نہیں ہے کہ آنکھیں کھل کر کہیں کہیں نہ کر سکتے ہیں اور اٹھتے اسی وقت میں جب پڑوسی منزل مقصود پر پہنچ کر اور کاروبار میں مصروف ہو کر ہم سے آگے ہو جاتے ہیں، گزشتہ جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ زندگی کا مقصد وحید دوام ملک کا تحفظ ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپین قومیں اپنی حفاظت کے لئے تجارت سے دولت جمع کر رہی ہیں، ملکی حفاظت کے لئے ہر روز جدید آلات حرب کا احاطہ کر رہی ہیں، اپنی قوم کو زندہ رکھنے کے لئے ہر قسم کی دماغی تدبیروں سے کام لے رہی ہیں، دوام ملک کو باقی رکھنے کے لئے میدان جنگ میں قیمتی جانوں کا سودا کرتی قومیں میں کر رہی ہیں، یہاں تک کہ دوسروں کے جائز حقوق کی پامانی وہ اپنی ڈیڑھ سیسی کی کامیابی سمجھتی ہیں، وعدہ دیکھ کر پابندی کو وہ ایک کھیلنا سمجھتی ہیں، بیعت یا دہرت کے سوا ہر مذہب و ملت کو دھیانہ نظر سے دیکھتی ہیں، غم میکہ اپنے ہر پہلو سے اپنی زندگی کی ہر اداسے اپنے "مقصد حیات" کو پیش پیش رکھتی ہیں اور بیداری ہو یا خواب، ہر وقت مقصد حیات ہی کے نقشے پر محسوسات اٹھائیاں پڑتی رہتی ہیں،

زندگی اس سے عبارت نہیں ہے کہ شب و روز آرام و آسائش اور ناؤ نوش میں مبتلا ہو کر صبح سے شام یا شام سے صبح کر دیں، یا مغربی قوموں کی طرح ہر اس کو اتار بڑائیں کہ دنیا کی ساری دولت ہر ممکن تدبیر سے اپنے قابو میں لے آئیں، ہرگز یہ انسانوں نے اسی حریفانہ زندگی کی مذمت کی ہے، انسان نادروں کا ناشین بن کر صبح معنوں میں نامور و ہر دلعزیز نہیں ہو سکتا، ہر دلعزیزی کی بڑا اسی وقت مضبوط ہو سکتی ہے جب زندگی کے مقصد کو پہچان لیا جائے، جڑ کی مضبوطی ہی سے فنانیں

اُڑاؤہ کی چٹکی اور خیالات کی مستردی انسانی زندگی کے مقصد کے لئے ضروری ہے کسی کام کی ابتدا کر کے انتہا کو پہنچنے دینا پسلی کا ثبوت ہو زندہ قومیں ترقی کی دوڑ میں زمین و آسمان کے قلابے ملا جاتی ہیں، اور اپنی ان تھک کر مشینوں سے اپنے مقصد حیات کو شرمندہ نہیں ہونے دیتی حیات کا مقصد جیسا ایک بادشاہ کا ہے ویسا ہی ایک فقیر کا، لیکن دونوں میں بیک فرق ایسا ہی ہے، جیسا بادشاہ و گدا میں، اگر یہ فرق صرف زندگی تک محدود ہے اور زمین و دونوں کو اپنی آغوش میں خاموش لوریاں دے دیں کر سلا جاتی ہے، اور اسی یکسانیت کا برتاؤ کرتی ہے جس طرح ماں اپنی تمام اولاد سے کرتی ہے،

یوں تو دنیا میں ہر انسان کا مقصد حیات طبائع کے اختلاف کیوجہ سے مختلف ہوا کرتا ہے، لیکن مقصد میں سے عبارت ہے اس میں غریب بھی جہاد کر سکتے ہیں اور امیر بھی جہاد کر سکتے ہیں، غیر انسان سے نفع انسان، دولت مند کی دولت ان کے پیش و عشرت ہی کے لئے محض نہیں ہے بلکہ غبار و مساکین کا بھی اس میں عام حوت ہے، اگر ہر زمانہ کا رنگ ایک جداگانہ طرز رکھتا ہے اور زمانے والے وہی طرز و روش اختیار کرتے ہیں، جس کی زمانہ میں انگ ہو، موجودہ زمانہ اور اس کی ضرورتیں وہ نہیں ہیں جو پچھلے زمانوں میں تھیں، انسانی جذبات ہر ستور و مرجزن میں گران کی حالت بدستور مرجزن میں، گران کی حالت بدلی ہوئی ہے۔ خیالات میں تغیر اور اور تمدن و معاشرت میں انقلاب عظیم ہو گیا ہے۔ لوگوں کو اپنے اسلاف کی خاموشی کی ہر شاہراہ پر چلنا مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا ہے، اس لئے عقل مند کے مسئلہ اصول کی دوائی ہو چکی ہے اپنا مقصد زندگی قرار دینا چاہیے، جس زندہ قوموں کے امن و ترقی پر غور کرنا اور حلا یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ مشرق بھی حالات و ضروریات کے لحاظ سے اصلاح پذیر ہو سکتا ہے اور دیوی ترقی کی گھنٹیوں کو ناخن تدبیر سے کھول سکتا ہے،

و مجھ، معروضات، ہندو افغانستان اور دوم و ترکستان کو زیر نگین کر لیا تھا۔ جینک ہماری وضع باقی رہی ہم بھی ممتاز رہے۔ جب تک، ہمارا مذہب برقرار رہا ہم بھی نہ جنبش کرنے والے کہ ہالہ بنے رہے۔ جب سے یہ چوٹا دنیا نے بھی بے رحمی اختیار کر لی، اور مقصد حیات بھی پہاڑوں سے سر نہکڑائے لگے۔ مسلمانوں کو مقصد حیات تو یہ ہے کہ وہ مذہب کے پابند ہو کر ملی و منستی ترسیں کریں، اخلاط و جذبات میں متبادل رکھا گیا، اسرار سے چھین، تعلیم میں ٹرھیں، فرائض کو یاد رکھیں، اپنی برادر اندر سی میں اپنے تمام پیاروں کو مضبوطی سے کس لیں، ایثار و رحمتی کے دامن کو وسیع کریں،

دنیا کی قومیں اس وقت ہی ہیں۔ جب ان کا مقصد حیات مقرب تھا۔ اس وقت مجھڑی میں جب انہوں نے مقصد حیات کو حیات کے نذر کر دیا، اور بے اصول زندگی پر جانوروں کی طرح سائنس لیکر زندگی کے غلط مفہوم کو سمجھنے لگے، مسلمانوں کا جب مقصد حیات منضبط تھا تو وہ ترقیوں پر ترقیاں کر رہے تھے اور یورپین قومیں جھاڑیوں میں ابھہ ابھہ کر جہانک رہی تھیں مسلمانوں کے مقصد حیات میں جب تزلزل واقع ہو گیا۔ تو اب یہ یورپ کو دیکھنے لگے۔ یہ انقلاب ہماری غفلتوں کا نیچہ اور ہماری بے اصول زندگی کا خلیا زہ ہے۔ جب تک ہم مذہبی رہ کر زمانے کے موافق نہیں گئے اور ان باتوں سے احتراز نہ کریں گے، جو زندگی کو تلخ اور ناگوار بنا دیتی ہیں ان امراض کا علاج نہ کریں گے۔ جن سے ہماری قومی صحت خواب ہو رہی ہے اس وقت تک ہم صحت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں اور نہ ترقی و ترقی سے ابھر سکتے ہیں، سہمی و جدد جہد میں کامیابی کے دروازے پر پہنچا سکتی ہے، تعلیمی ترقیاں میں نمایاں و ممتاز بنا سکتی ہیں، انہیں کھنچوں سے مقصد حیات کا دروازہ کھل سکتا ہے،

مذہبوں کے چننے کا کوئی قانون ہے اور نہ ملکوں کے سونڈنے کا کوئی ضابطہ، قوموں کا مد و جزر، ملکوں کے انقلاب بتاتے ہیں کہ چند روز او صرح قومیں آسمان پر حکومت کر رہی نہیں، اب ان کو زمین پر مشغولت الارض بھی سنبھالیں لگاتے، دنیا کی حالت ایک ہندو لہ کی سی ہے، چننے والے اس کی گردن میں نہ دھالا رہتے ہیں، پچھلے انقلاب، گزشتہ دنیا ہمارے کانوں میں اب بھی گونج رہے ہیں اور صفات تاریخ میں باقی،

پھرت سکتی ہیں اور درخت سرسبزہ سکتا ہے۔ حیات کے مقصد کا پہچانا جڑ ہی کی تو پامردی ہے اور خدا کا پہچانا عقل ہی کی پہچانی کی بنا ہے۔ جب اس کی پہچانی میں مشبہ نہ رہیگا تو مقصد حیات بھی قائم ہو جائیگا پیدائش موت کی خبر دیتی ہے جسم فنا ہو جاتا ہے مگر اعمال باقی رہ جاتے ہیں، عادات و خصلتیں دنیا کے کارنامے صفحہ روزگار پر باقی رہ جاتے ہیں۔ جن کو دنیا غور سے دیکھتی ہے۔ اس لئے یہ فریضہ انسانی ہے کہ وہ خود کو پہچانتے ہوئے اس کو بھی یاد رکھے کہ وہ کس لئے خلق کیا گیا ہے اور اسے کیا کر کے اپنی مخلوق کی یادگار چھوڑنا ہے۔ اگر کوئی بہتر یاد گزار (حاصل حسہ) نہیں چھوڑی تو سمجھنا چاہیے کہ زندگی کا مقصد ہی پورا نہیں ہوا۔

آج ہندوستان مغربی تہذیب کے زیر اثر ہے اور بہت کچھ اس کی وضع و معاشرت میں فرق آگیا ہے۔ اور انہوں نے دستاویزوں کا غلط مقصد حیات "انسان معنی دین ملو کھنڈ پر قائم ہے اور اسی کو سب نے بلاغ و فکر و زندگی کا کامیاب مقصد سمجھ لیا ہے۔ تاکہ صرف وضع و معاشرت کی تبدیلی سے خط استوا کے باشندے بھی گروے یورپین ملام ہوئے لگیں، بیابان کے ہمارے آزاد خیال ترکوں نے چھپے اور یورپین ٹوپیاں زیب سر کر کے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس تبدیلی سبب وضع میں ملک و قوم کی فلاح ہے مسلمانوں کا وجود یا ان کی ترقی نہ ہمیں بدلنے سے ہوئی ہے اور نہ معاشرت کی تبدیلی سے۔ بلکہ مذہب کے میدان میں انہوں نے اپنے امیں گھوڑی دوڑا ہے۔ جب تک ان میں مذہبیت باقی رہی یہ دنیا میں بڑھتے رہے ان کے فتوحات سے تمام عالم لرزا رہا۔ آنحضرت اور ان کے محرم جانشینوں نے نہ وضع بدلی اور نہ معاشرت، انہوں کا لباس چھوڑا نہ عوب کے غصے ترک کئے اور ہی عوب کے رسم و رواج تھے، اور ہی عوب کی چھٹا و بخت تھی، اور ہی عرب کی غیرت و خودداری تھی اور ہی عوب کی شجاعت و بہادری تھی۔ انہوں نے اس کو اپنے سامنے سرخوڑا اور اپنے سر سے اٹھنے والے نبرگوں سے سیکھا تھا اور قرآن مجید نے بتایا تھا۔ یا پیغمبر اسلام کی زبان سے، لشت و برخواست سے، سخن و برداشت سے، ایثار و قربانی سے، وعظ و ہند سے، ہمت و استقلال سے، غور و فکر سے انہیں کے حرکات و سکنات سے سب کچھ سیکھا تھا اور اسی تعلیم نے عوب

میری سرگزشت

بات ہو تو قوم اس پر غور کر سکے۔ ایسے حالات زندگی کے تجربہ اور مشاہدہ کا پچھڑ ہوا کرتے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ ہر زرخیز اپنے حالات کی قلم بندی میں ان کا تتبع کرے۔
دست نام : تخلص نفیر حسین از گوہر انوار

۱۹۳۷ء میں میری پیدائش قصبہ سادو گورہ میں ہوئی۔ جو مہراؤل سے سبب جنوب مغرب دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے، جناب حضرت امام حسین علیہ السلام شش ماہر تولد ہوئے تھے اور میں چہ ماہ اور سا دن کا پیدا ہوا۔

اس بنا پر کہ اس قسم کا بچہ زندہ رہ سکے گا یا نہ؟ خاندان میں یہ سیگڑیاں ہوتے گئیں، لیکن میری دادی صاحبہ محترمہ کی فرست، اور اصرار پر میری پیدائش پر محیط کی خوشی منائی گئی جس طرح کہ نوادہ کے توانا بچے کی ولادت پر منائے جانے کا رواج ہے، میرے اعضاء کی کمزوری کے لحاظ سے احتیاط تمام روئی میں لپیٹ کر مجھے اس وقت تک زچہ خانہ ہی میں رکھا گیا جب تک کہ نو ماہ کی معیار کا عمر پورا نہ ہو گیا اور اس وقت مجھے میری دادی جوا اور تمازت آفتاب سے بھی محفوظ رکھا گیا۔ اگرچہ اس دوران میں با اوقات ایسا ہوتا کہ میری متعلق امید نسبت منقطع پائی جاتی۔ لیکن یہ دفعہ آثار حیات نمودار ہو جاتے، غرضیکہ اسی قسم کی کئی کئی میں میں سب سے کامیاب تھی ہوا جدی والدہ صلی والدہ صاحبہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دان پر سہیاد داغ بیا میری دائیں دان پر پیدائش سفید داغ ہے، موسم ضروریہ کی تکمیل کے بعد میرا نام سیدنا حسین رکھا گیا۔ مہر میں لانا جلد میں صاحب گندہ دیر کا مشعل امر تشریحی تحریر بن کر حسین ہوا۔

۱۹۴۱ء میں سعید کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پڑاوتھے اتفاق سے ایک کی دان کھل گئی، یہ وہاں بخوانے آپ کی دان پر سیاہ داغ دیکھ کر کہا کہ باری کتاب میں لکھا ہے کہ یہی شخص بنو ہاشم سے ملے، سو خارج کرو گجا۔ دیکھہ تا بیخ خلفاء ۱۹۴۵ء ہندی خاندان کے رشتہ دار تھے،

تاریخی رنگ میں

قاضی نفیر حسین صافاروی کے ذاتی حالات انکو قلم سے

نمبر ۱

حضرت مولانا صاحب الاسلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ سے پرستیدہ نہ ہو گا۔ کہ قرین نے جب اشاعت اسلام کا نتیجہ کیا تو برق رفتاری کا اندازہ دیکھتے ہوئے اپنے گہروں سے نکلے اور تین سو سال تک کوس من الملک بجاتے رہے، منجد دیگر اسباب کے ان کی کامیابی کی غالب وجہ یہ بھی تھی کہ سپاہی ہوں یا سپہ سالار، سماج ہوں یا تاجر ہر حیثیت میں خانگی وسیع سر زمین کو جہاں پر کہ وہ پہنچتے، انکس کھل کر دیکھتے اور دہاؤں کے تمدن و معاشرت کو نظر فارم لے کر دیکھتے،

میری سروس کا تمام زمانہ بلوچستان ہی کی سر زمین سے وابستہ رہا اور میں نے بغیر کسی خارجی تحریک کے محض اپنی ذاتی پچھی کی بنا پر اپنی استعداد کے مطابق جہاں جہاں کہہ رہا کہ نہ کچھ اخذ کرنے کی کوشش کی،

میں محض کے کرائف ذاتی مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس خاصا گاہ قلم میں قدرت کی تجویز کے مطابق جو بارش پیچھے اور کرنا پڑا، جس ماحول میں میری زندگی کی بغیر منزل سے ہو تیں میں اسی کے مطابق لیکن سے لیکن اقتصاد کے ساتھ حالات کے اظہار پر مجبور ہوں۔ البتہ یہ کوشش ضرور کرنا چاہیے کہ اسے جلد تر ختم کر سکوں،

میں اپنے ذاتی حالات کو بعض جذباتی باتوں تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتا بلکہ جو کچھ میں نے دیکھا اسے قوم کے سامنے پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس میں اگر کوئی کام کی

ابتدا میں اگر کسی قدر کائنات لائق حال تھی لیکن جوں جوں
وقت دور ہوتا آتی گئی، کثرت و رفع ہوتی گئی میں قریباً چار سال کی
عمر میں بنا جبکہ گاؤں کے ایک ریکہ زمیندار نے میرے جسم کے ایک شان
کی بنا پر میرے متعلق یہ کیا کہ نہ لڑکا صاحب امتیال ہو گا۔ میری عمر
پانچ سال پانچ ماہ اور پانچ دن کی تھی جبکہ حصول تعلیم مردہ کیلئے بجے
سادہ گورنمنٹ کے درمیکر پرائمری مدرسہ میں داخل کیا گیا جہاں اکتوبر
ستھ ۱۹۰۶ء میں سنے پانچویں جماعت کا امتحان توفیق کیا تاہم پاس کیا
۹ سال ۱۹۰۷ء بمکری کو جب میرے دادا جان قبلہ انبی
نبی بخش صاحب کو انتقال ہوا تو میں اسی وقت انتقال بھی ایک
کاغذ کا پرزہ دستیاب ہوا جس پر چچائی زبان میں قبلہ مرحوم کی اپنی
تعین کا اپنے غلبے لکھا ہوا یہ شعر مندرج تھا کہ
سے پچھے رہے بغیر حین قاضی سادہ تو کی وقت غایا نہ
کرتیں نوکری و بچ سرکاریاں نالے نیش یکجہیں ہند بھایاں و
یکم اپریل ستھ ۱۹۰۷ء کو بغرض تعلیم انگریزی کو جو والدہ کے گورنمنٹ
سکول میں داخل کیا گیا۔ اور خاندان بہر میں سے اس آغاز عمل کی
ادیت کا سہر میرے سر پر بندھا۔ چار ماہ کے بعد میں مشن الی سکول
میں داخل ہو گیا۔ جہاں ستھ ۱۹۰۷ء میں تعلیم سے فارغ ہوا۔ ستھ
میں محکمہ بندہ دست کا کام سیکھا۔ لیکن نصف و قدرے میرا آب و
دانا سرزمین بلوچستان میں ایک لمبے عرصے کیلئے مقدر ہوا تھا۔ اس
لئے طلبہ اشت پر میں ۷ جنوری ستھ ۱۹۰۷ء کو سبھی پہنچا۔ یہ میرا سب سے
پہلا اس قدر لمبا اور طویل سفر تھا۔ ۱۰ جنوری ستھ ۱۹۰۷ء کو
وہاں کے ایک گھر درمیکر مڈل سکول کا سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوا۔ جہاں ۱۰
ماہ ستھ ۱۹۰۷ء تک اسی عہدہ پر کام کیا۔

ستھ ۱۹۰۷ء میں بلوچستان کے اسٹے حکومتی نظام میں تفریق عظیم
رہا تھا۔ کہ میر خدادا خان صاحب احمد زئی خان قلات ۳۶ سالہ
حکمرانی کے بعد متعینی ہوئے اور ان کے فرزند کلاں میر محمود خاں ۱۰
نومبر ستھ ۱۹۰۷ء کو آرمیل ایجنٹ گورنر جنرل بلوچستان کے دربار
منقہہ کوئیٹھ میں فرمانروائے قلات بنائے گئے،

تقدیراً میں میر خدادا خان کی بیوی کی ایک ہی موجودہ خان قلات

چند دہائی کی بنا پر علاقہ جہالا داں کے حصہ دہری میں سردار گور
دخان زندگ زئی نے شورش برپا کر دی اور سرکشی اختیار کر لی اس
سے سردار مذکور کا خلف اکبر میر محمد یوسف خان جو ایک عرصہ سے ٹٹی
گٹھ میں بزم تعلیم بھیجا جا چکا تھا، فردی شدہ ہو گیا وہاں سے وہیں
سہی منگایا اور سترو سال کی عمر میں ہتا کہ اسے چیف آف جہالا داں
بنایا گیا اور بھیجے اس کا انا بیق مقرر کیا گیا،

۱۲ ماہ ستھ ۱۹۰۷ء کو منگھوار کے دن روانگی جہالا داں کے لئے
بعیت غلام ملی بلوچ (دہرند) جب میں سبھی شیٹھ سے ۸ بجے
شام کی ٹرین میں میں پٹ شیٹھ پر پہنچنے کے لئے سوار ہوا تو اپنی دوست
واجاب اور سکول کے طلبہ کو جو میری منابت کے لئے آئے تھے
میں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تبا میرے لئے سخت ہو گا یا تھ
کونڈ گور خان کی شوریہ سری کے حالات کے سنا ہے پرا آشوب
وقت میں میرا داں جا آگ میں کوئے اور موت کے منہ میں ملنے
کے مترادف تھا۔ لیکن میں نے عواقب و نتائج سے بے نیاز ہو کر محض
خدا متعلق ہی کے فضل کے بہرہ ور ہوا۔ ہر جہاں آباد ادا مکتفی و راب
اندھنیم پر عمل کیا۔

۱۴ ماہ ستھ ۱۹۰۷ء۔ یہ پہلا دن تھا۔ جبکہ علاقہ کھچی کی کف دست
سرزمین میں داخل ہوا۔ کھچی کا نسب چار نرہا ساتھ مرتع میل اور آبادی
۹۲۷۵ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کے مشہور ترین شہر تھاگ، ڈاڈر
مشتری، حاجی، لاہری، میر لہرہ سنی، شونان۔ کاجان، جمل، گندھا
اور کوثر تھے۔ اوپر کو سرائے میں نے پہلی مرتبہ شہر تھاگ کو دیکھا۔ جو بل
پٹ سے چودہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ بات اس وقت خارج از دہم و

سلہ نام بلند ہے جس میں ایجنڈا میں جوی اس کا سن تیرہ تھا ہے۔ خان قلات
کاسرانی مڈ کوثر ہے ستھ ماہ کو بیان مقیم ہوا۔ ستھ نامی مقام ہے اور خان قلات
کاسرانی مڈ کوثر بھی ۱۷ ماہ کو میں نے اسے دیکھا۔ یہاں ایک اچھا خاصہ بارے
اور ایک ناقص میلاں بھی، میر خدادا خان صاحب نے انکی تفریق کر دانی تھی اکثر
کہ پورٹوڈ پور نام کہنا مسنون ہوتا ستھ ۱۷ ماہ کو میں قیام کیا، یہاں پہنچو
کے لئے تین راتیں میں را، مشکاف مشین سے براہ راہ وندلی را، بل پٹ مشین
سے براہ ہاگ ۳۰ میل مشین سے براہ جو کہ نام شہدہ وہ سرد بھی کہا جاتا ہے۔

کے فکر کیا دیں رکھی گئیں۔ تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد ہندوستان میں ۳ کروڑ سے زائد نہ تھی، مگر تحفاتی اس کے بلوچستان میں آج مسلمانوں کی ۹۴ فیصدی آبادی ہے، جو عربوں کی نہ تھنے والی دلی یادگار ہے۔
قاضی نظیر حسین فاروقی، دہلی رائڈ مسٹونی

اب اگرچہ ان کی حکومت یہاں ختم ہو چکی ہے مگر اپنے پیام حکمرانی میں جو بانیکار اور گہرا اثر انہوں نے بکھیرا، دیا اثر غیر عرب مسلم مسلمان ہند اپنی ساری ساری آئندہ سوسائٹی میں ہندوستان پر نہ ڈال سکے، بلوچستان کا ملکی مذہب، مہنت اسلام ہے، لیکن ہندوستان میں جب سلطنت منلیہ کے کہنشات پر حکومت لکھی

نقد و نظر

رہا ہے، یہی رسالہ پہلے ہفتہ دار اخبار کی شکل میں شہناپنا اور نفاذ میں برداشت حوادث کی تاب نہ لا کر اس کی اشاعت ملتوی ہو گئی تھی اب مہاجر رسالہ کی صورت میں جاری ہوا ہے۔ کاغذ اکڑتا رہتا دیدہ زیب، شروع میں مرزا بشیر الدین محمود امیر جماعت احمدیہ کا ملکی نذر دیا گیا ہے، چھپڑ ساوانہ دور پہ لے آئی پرچہ ۳۲، منیر صاحب "حصار اسلام" بنانہ سے طلب کیجئے۔
"حصہ اول"

اس نام سے پرنٹاؤر دلی احمد صاحب بخاری کی ادارت میں ہفتہ وار اخبار گوجرانوالہ سے شائع ہوا ہے، جو محنت و عرق ریزی سے ایڈٹ کیا جا رہا ہے۔ واقعات نامہ اور حالات حاضرہ پر مقبول کے ساتھ بحث کی جاتی ہے، چنانچہ نمبر چار سے سنا ہے۔ ۱۰ اپریل ۲۲ سال کے ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ صباقت قابل توجہ انتہیت سادہ عوام سے ہے، منیر صاحب صادق گوجرانوالہ کے ہند سے طلب کریں،

رسالہ سہیلی کا خاص نمبر

"حافظ سنان کا مشہور رسالہ سہیلی کا خاص نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو گیا ہے جس میں نہایت سوز و غما میں اور دلچسپ سبق آموز اخلاقی افسانے اور موثر باتھریز ہیں دیکھی میں "سہیلی" کا یہ خاص نمبر اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے یقیناً عظیم النظیر اور ناجواب ہے۔ اگر آپ یہ خاص نمبر اور اسکے بعد شائع ہونے والا نمبر بالکل مفت حاصل کرنا چاہیں تو آج ہی اکیس سال کیلئے خریداری قبول فرمائیے۔ ہندوستان میں روپے چار آٹے، منیر سہیلی ناہر۔

"شہاب" عید نمبر
راولپنڈی سے مولوی محمد بنین صاحب بڑا دی کے ایرادات سرورہ شائع ہوئے اور قابلیت کے ساتھ ترتیب دیا جاتا ہے مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت میں خاص خدمات انجام دے رہا ہے۔ ۱۰ مارچ سنہ ۱۳۸۷ء کا اخبار عید نمبر کے نام سے رنگین شائع کیا گیا ہے، بہترین سنڈرو نظم معانی سخن پر ہے، بہرہ جم کا دلچسپ اخباری مواد موجود ہے مسلمانوں کو ایسے مفید حقائق کی قدر کوئی چاہئے، قیمت سالانہ دو روپے، منیر "شہاب" راولپنڈی سے منگائیے۔
"نعت" عید نمبر

یہ نامہ مہاجر رسالہ مولوی سید محمد رفیع صاحب ایم۔ اے کے زیر سرپرستی اور ائمہ الزما و بقیین جمال خاوند کی ادارت میں دہلی سے شائع ہوتا ہے، ۱۰ مارچ کا رسالہ عید نمبر کے نام سے شائع کیا گیا ہے، کتابت و طباعت دیدہ زیب، حجم کم و بیش ۸۰ صفحات، سرورق خوشنما، قابلیت سے ترتیب دیا گیا ہے، مضامین بالعموم اسلامی اور نیکو خیز ہیں، محکمات منزل کی ملکہ کے سنوان سے سید محمد رفیع ایم۔ اے کا معنون ملک خاص معنون ہے، مراد ہستی "جو کیا اچھا معنون ہے اور نیکو مضامین بھی، قیمت سالانہ چار روپے ششماہی چار نمونہ کا پرچہ ہر، جنہم رسالہ "نعت" دہلی سے منگائیے۔

حصار اسلام

بناناؤ، دگر، اسجد، سے سیال سلطان احمد صاحب، جدوی۔ ایم۔ اے۔ ایس۔ اے، لندن، کی ادارت میں یہ اسلامی و تبلیغی رسالہ جاری ہوا ہے اس کا مقصد جدید مسلمانوں کی اصلاح اور انہیں انداس سے نجات

کلام الحسن ویدے یا قرآن

بڑے دھرم کے بکثرت گھنوی نے اس نام کی ایک کتاب لکھ کر نشر و فساد کے دلوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کے مروجہ عقائد پر رجن کو اصل اسلام سے کچھ تعلق نہیں بہت کچھ عقول اعتراض ہو سکتے ہیں۔ اور ہر مذہب کے عوام ایسے ہی جمعی عقائد کے متقدّم ہو کر تیس۔ خود وید بھی کے رہنے والے پرچین مت کے جھگڑوں کے دلوں اور دماغوں کا معائنہ کیا جائے۔ تو شاید اس دہم پرستی میں وہ سب سے آگے ثابت ہونگے۔ لیکن اگر مریض اخلاص کا لذت آشنا ہو۔ تو عموماً ایسے اعتراضات اصلاح عقائد کا باعث ہو کر تے ہیں۔ قرآن شریف نے ایسے ہی اعتراض کر کے شرک پسند مذہب کو ایک حد تک مجبور و قید بنا دیا۔ میں نے اس حق حق سے اس کتاب کو دیکھا تھا۔ لیکن افسوس کے ساتھ نتیجہ مطالعہ کے اظہار پر مجبور ہوں۔ کہ یہ کتاب بحالات موجودہ مریضہ ہندی قومیت کا اور انسانیت کے مانتے پر کلک کا ٹیکا ہے۔ آزاد و ملک کی راہ میں ایک ہمالہ ہے۔ اور غلامستان ہند میں حقوق و ذخیرہ اور دار و درمن کا گریا قدر اٹھتا ہے۔ مذہب و اخلاق کی مقدس سرزمین میں بلائیں کا بیج ہے۔ یہ مریضان مذہبیت قریباً ہر قوم میں پائے جاتے ہیں۔ جو کسی مذہبی طرح اپنی دماغی خرابی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ اگر عوام ان کی قدرانی اور توجہ و افزائی سے باز آجائیں۔ تو ان کے مذہب کی بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ جہاں تک تجربہ و مشاہدہ کا تعلق ہے۔ شور و دوا کا کثرت و خون ران کا مجمع علاج نہیں ملتا ہے کہ ایسے مذاکوں کے باوجود بھی مذہب کی ترقی ہو رہی ہے۔ میرزا قالی ہے کہ یہ ایک نفسانی مرض ہے۔ عجم انصاری کہتے ہیں اس غور کیا جائے۔ تو اس کے مریضین سبب ہو سکتے ہیں۔ جن کے دماغ کے اندر اس مرض سے رانی و شور ہے۔

۱۱۔ نقص تربیت (۲) معاش کی مجبوریاں (۳) سبب سے بڑے کڑے سوائی کا بڑا ہوا مذاق

میرزا قالی جی ہو سکتی ہے۔ کہ عوام کو حقیقت مذہب مقصد مذہب اور کئے طور پر وحدت مذہب سے آگاہ کرنا چاہیے۔ اور فروعی باتیں جن کو پیشہ و ملاؤں پندلوں اور پادروں نے اہم بنا رکھا ہے۔ نظر انداز کر دینی چاہیے۔

میں نے اس فعل کو دماغی خرابی کا نتیجہ کہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ ایسے محققین کا کلام عموماً مربوط نہیں خودی ایک بات بہت شدت سے ثابت کرتے ہیں۔ اور چند ہی صفات کے بعد اس کی تردید میں اڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ پیش نظر کتاب علاوہ بہت سی دوسری حیات کا راز کو مایوسوں کے اس قسم کی بے ریلیوں سے بھری پڑی ہے جن پر تو جہ کرنا گو بادلوں کو نعبت دینا ہے۔ لیکن اس لئے کہ عوام اس سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اس کے متعلق خاموشی اختیار کرنا بھی نا مناسب معلوم ہوا۔ یہاں ایک اور مثال نقل کرتا ہوں اگر خدا نے توین دی۔ تو باقی آئندہ خاص کر دیکھو (صفحہ ۳۴ اور ۳۵) میں جو ٹیبل کے متعلق لکھا ہے۔

غالب ہے کہ وہ ملک ہند کا کوئی برہمن ہو۔۔۔۔۔ حضرت صدیق کے پاس ہندوستان اور دیگر ممالک کے لوگ اکٹھا آجایا کرتے تھے۔۔۔۔۔ کیا عجیب ہے کہ ہندوستان کا کوئی برہمن ہی ویدک دھرم کے ہرجا کے لئے گیا ہو۔ اور اسی لئے حضرت کو تعلیم و تلقین کی ہو چنانچہ میں نے اس پر مفصل بحث اور کلام تحقیق کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ قرآن و ویدوں کے چند مفردوں کی تفسیر ہے۔ اور حضرت محمد صاحب ویدک دھرم کے ہی ماننے والے اور ہرجا کرتے تھے۔

اسکے خلاف صفحہ ۴ پر سفیر علیہ السلام کو مصنف قرآن اور صاحب علم ثابت کرنے کی کوشش کرنا ہوا لکھتا ہے۔ میں تو انکو ایک جید علامہ اور پرے درجہ کا مانتا تسلیم کرتا ہوں۔۔۔۔۔ مگر حضرت کو امی کہا گیا ہو۔ تو یہ محض کسر نفسی پر شمار کیا جائے گا۔ ۴۴ صفحہ ۴ پر ایک صاحب مذہب نامی کی رائے کو پیش کرتا ہے۔

اگر مجھ کو اجازت دی جائے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ قرآن سفیر علیہ السلام کا صرف ایک کچھ روز کا نمونہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفت روزہ کا نمونہ ہے۔ جس میں وہ اپنی روزمرہ کی باتیں یا یادداشت لکھا کرتے تھے۔ منجھہ ۴ پر اس قرآن کے متعلق جسے ابھی وید مقدس کا ترجمہ مان چکا ہے۔ یا ایک بڑے علامہ کی تعریف کہہ چکا ہے۔ لکھتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کلام خدا پرست نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں اختلافات کا موجود ہونا اس کو کسی مجمع عقائد ماننا اور انسان کے خیال سے خارج کر دیتا ہے تو کیا ایسے مصنف کے دماغ کو صحیح سمجھا جاسکتا

میتھا و خیالات

حیدر آباد کی دو تقریریں

دسمبر ۱۹۲۷ء کے آخری ہفتہ میں لاڈلہ اردن، انڈیا کے ہندو حیدر آباد وکن ٹریڈنگ
نے گئے تھے۔ وہاں آپ نے ایک زبردست تقریر کی تھی جس پر حیدر آبادیوں نے
خوشی کا جہنم بندہ انوس کا اظہار کیا تھا کہ "یار و نادر" کے ساتھ جس نے انگریزوں کی تبدیلی
ایام میں بحیثیت سے نجات دلائی ہے اور ان کی سلطنت کو جہنم دستان میں محکم بنایا
ہے اس کا شکر گزار ہونے کی بجائے اسٹا زیر بار احسان بنایا جاتا ہے۔ لیکن کے انصاف
نے ہی لاڈلہ اردن کی اس تقریر کو امرزون و دانشا سب اور بیخ و ترش ظاہر کیا تھا،
اس تقریر کو ابھی شکل ایک مہینہ گزرا ہے کہ سر ولیم بارشٹن نے مذکورہ حیدر آبادیوں
حضرت کو بیچے وقت ایک اور ایسی تقریر کر دی تھی، آپ نے لاڈلہ اردن کے خلاف اپنی تقریر
میں بڑی سچی سچی باتوں میں اس مہینہ سلطنت کے احسانات کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔
(۱) شیر قلعہ سرنگا پٹم میں سلطان ٹیپو کی لڑائی کے زمانہ میں حیدر آباد کا راجہ اعلیٰ علم و فن
حکیم کے ساتھ ساتھ قلعہ پر لہرا رہا تھا (۲) قلعہ کے نازک زمانہ میں حیدر آبادیوں کو برطانوی
حکومت کو زبردست امداد ملی (۳) جنگ عظیم میں عراق عرب میں حیدر آبادی افواج
نے کاروائیوں میں اہتمام دینے (۴) انجمنستان اپنے یار و نادر کی اخلاقی و مادی
امداد کو کبھی فراموش نہ کرے گا۔

اب قابل عزت بات یہ ہے کہ جب لاڈلہ اردن نے اپنی تقریر میں برطانوی جہاننا
جائے تھے اس وقت گورنٹ کی کیا پالیسی حیدر آبادیوں کے بارے میں تھی اور اب
جب ان کے قائم کردہ رزروٹ نے حکومت نظام کی امداد و اعانت کے شکر یہ کا
کاراگ الا پائے تو کیا پالیسی ہے۔ حیدر آبادیوں کا سرور خوار عیت لکھا ہے کہ اپنی
تقریر کے وقت انڈیا کے بہادر و کھیلان تہا کہ لاگھ سروس اور حکومت کے درمیان
کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہو جائیگا۔ لیکن خلاف توقع جو واقعات یکم جنوری کے بعد پیش آئے
وہ ہیں انہوں نے گورنٹ کو کم از کم بیاسٹن کیستون ایجنسی پالیسی بدلنے پر
مجبور کر دیا ہے۔ بڑا وہ کی تقریر میں اسی پالیسی کے ماتحت ہے درہم کوئی رجہ نہیں کہ
ایک ہی بیاسٹ کے متعلق دو ذمہ دار نمائندگان حکومت برطانیہ کے پرائیڈ بیان
اور دلچسپ ہیں اس قدر تغیر ظاہر ہو،

ایک اور وجہ ہندو مت کو سنے بیان کی ہے۔ وہ لکھا ہے کہ دائرہ اسے
کی تقریر سے جب حیدر آباد کے وطن پرستوں کے جذبات کو بخش لگی۔ تو انہوں
نے قومیت و وطنیت کی وقت و آزادی قائم رکھنے کے لئے ایک ایجنٹ قائم
کر لی۔ اب سر ولیم بارشٹن کی خوش کن باتیں کیا جاسے جیسے ہوئے قومی و
وطنی جذبات کو فناء کر سکتی ہیں؟

ہمارے خیال میں ان تقریروں کے مطالب اور لب و لہجہ کے اختلافات
کو کوئی وجہ ہو اس میں کلام نہیں کہ برطانوی دہرین کے بیانات و خیالات کسی
مخصوص پالیسی کے حامی ہوتے ہیں۔ جب ان کی پالیسی بدلنے پر آتی ہے تو ان کے
بیانات میں بھی ایک نمایاں تبدیلی نظر آنے لگتی ہے واقعات اس کے شاہد ہیں
کسی تفصیل کی ضرورت نہیں:-

مملکت اصفیہ

سلطان العلوم تاجدار و کن خدائے ملک و سلطانہ کی کرم ہنسی ہنسی منشی عثمان
کی فیضی منشی کی مشرقی آئینہ، مثال و معجزہ اپنی شان و آئینہ منشی کا شہرہ ہے
کوئی ادارہ اور کوئی انشٹیوٹ نہیں جو آپ کے کرم و عطا اور بذل و سخا کے جوہر کیوں کر سرا
نہ رہتا ہو۔ حال میں محفوظ جاسد علیہ السلام دینی کو بچا پس بزرگ لاگراں بہا اعلیٰ کیفیت و عطا
کرنے کے علاوہ ایک زبردست دہرہ مانہ کی اعلیٰ منتظر فرمائی ہے۔ زمانہ شاہی بھی جاری ہو
گیا ہے۔ دعا ہے کہ وہ سلامت رہیں ہزار ہر سر
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

خطابات و محفلت نے سالگرہ جاپوئی کی تقریب پر رکن عدالت عالیہ کو ہندو جنگ
بہادر، بیربر عدالت عالیہ کو اصفیہ جنگ بہادر اور کو قتل بدھ کو یستم یا جنگ بہادر کے
منزلت مطالب سے منتظر فرمایا۔

نئے رزروٹ حیدر آبادیوں کے سابق رزروٹ کی دلچسپی پر رٹ آنریبل فٹنٹ
کرنل رنٹ میڈی کیسری ایس آئی ایم جی سی آئی دی بطور رزروٹ تشریف لائے ہیں
وہ اب ہندی یا جنگ بہادر و صلہ اسلام سیاست و اب سرحد و از جنگ بہادر و صلہ اسلام
نیٹانس اور صلہ اسلام والی کو دانی اور چند دیگر محرمین استقبالیہ شریف پر تشریف لینگے

۱۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۲۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۳۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۴۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۵۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۶۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۷۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۸۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۱- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۲- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۳- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۴- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۵- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۶- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۷- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۸- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۹۹- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،
۱۰۰- اس تقریر میں اس قدر تغیر ظاہر ہو،

وفا شعار لڑکی

لکھنؤ میں جنرل بے جوئس نے پینین بونا پارٹ شہنشاہِ فرانس کے قتل کی خبر
میں ناخوش ہوا اور اثباتِ جرم پر سزائے موت کا مستوجب قرار دیا گیا۔

جنرل مذکورہ کی ایک داماد لڑکی تھی اپنے باپ کی بخت یہ حکم سن کر نہایت معنوم
اور پریشان ہوئی، اسکی مدافعی کی بہت تدابیر میں مگر کسی سے اطمینان نہ ہوا۔ آخر وہ بھی
مجھ چپ چاپ پا پایا وہ تعزیری کی عدالت روانہ ہوئی۔ باپ عالی پرہیزگار گئی،
اور نیاں کیا کر کے

در میر و وزیر سلطان را بے دیلت گود پر امن
سگ و درہاں چو یافتہ غویب ایں گرمیاں گرفت و آں امن

وہی بات نہ ہو کسی طرح منزلِ مقصد پر پہنچوں۔ پہلے تو زمانہ بوس ہوئی مگر تھوڑی دیر
غلط کر کے آگے بڑھی اور جرات کر کے دربار کو اپنا قصہ سن کر کہنا یا دربار کچھ تو بہا ہی نرم دل
اور خیر برائے اس کے اس کے عذر بخار، داستانِ مصیبت اور سنہداد اسی استارت نہوا
کے اس میں داخل ہوئی اجازت دیدی، اور یہ یہی مدد جو آئین شہنشاہِ عظیم کے حضور میں
پیش ہوئی بلکہ اس کی صورت و کجیہ کر جان رہ گئی۔

ملکہ بزم کون ہو؟ لڑکی :- بد نصیب جنرل جوئس کی بیٹی، ملکہ، آنے کا سبب
لڑکی :- حضور امیر سے باپ کو کہاں پناہ کے غلام سازش کے جرم میں سزا موت کا
حکم ہوا ہے اور مغرب اسے ہمیشہ کے لئے مجھے جہانیا جانیگا۔ جہان ملک! میں نہیں کہہ
سکتی کہ وہ کیسا ہے مگر ہر مکر ہر آدم اس صورت میں ہضم ہے کہ اس کو سزا دی جائے
لیکن وہ کیسا نہیں ملے گا۔ اس کے نیز یہ غرور ہی زندہ نہیں رہی۔ وہ بچے بیا کرتا تھا اور وہی
خاموشی سے ہر طرح سے غور ہی اگر وہ دیکھے کو چ کر جانیگا۔ میر تقی میر کی غیر ممکن ہے۔ رحل ملک
مہربان ملک! میری حالت پر رحم کر کے اسی معافی کی شہنشاہ سے سفارش فرمائیں،

یہ الفاظ غرور لڑکی نے اس منت و ساجت سے کہہ کر کہہ کر دم گھیرا گیا اور اسکی کہیں
باہر اسے نظر عات سے دیکھتے گئیں۔ اگرچہ نہیں نے اسے خاص طور پر کہہ دیا تھا کہ چونکہ اس
کے غلام نہایت خطرناک سازشیں ہر ہی میں وہ کسی دفعہ غی کی سفارش نہ کرے اور اگر وہ
کرنا غور ہی جو تو خیر ہی ہونا چاہیے۔ مگر رحل ملک نے صلاح دی کہ جب شہنشاہ و وزیروں کے
ہر وہ غلام کہے کہ گنہگاروں کے حضور میں پیش ہو کر عرض کرے۔

چنانچہ شہنشاہ اس کے یہ گنہگاروں کی رعیت زندہ لڑکی جلدی سے اسکی پاس
پہنچی اور قدموں پر گر کر نہایت عزیز سے درناک بھیجے میں معافی کی۔

تساں کرد! معاف کرو! میرے باپ کو، میری باپ کو معاف کرو!"
پینین نے اس کہانی لڑکی کو بدوان خاص میں دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور کسی قدر
گرفت آواز میں کہا: "میں نے کہہ دیا ہے کہ بچے اس قسم کے غلام دیو دیکھو منظر نہیں،
لیکن انہوں نے باوجود میری حکم کے نہیں سیر سائے، کبھی کسی نے اجازت دی بس مجھ پر ہر
یہ کہہ کر اس سے کہے: "پھر چہ چہ کی کوشش کی مگر لڑکی اس کے پاؤں کو لپٹ گئی، آنکھوں
میں آنسو بہنے لگے، چہرہ پر اداسی اور پادسی کے آثار ظاہر ہوئے۔ احاح و زاری سے کہا:-
"معافی، معافی، میں اپنے باپ کے لئے معافی مانگتی ہوں۔"

پینین نے کہا: "تمہارا باپ کون ہے اور تم کون ہو؟
لڑکی نے سوہانہ جواب دیا: "جناب میں اس سے جوئس ہوں۔ میری باپ کے قتل کے
جائے کا حکم صادر ہو چکا ہے۔"

پینین نے ذرا توقف سے کہا: "اے اس صاحب! لیکن یہ دوسرا جرم ہے۔ جس
تمہارے باپ نے ہماری جان لینے کی سازش کی، انہوں میں تمہاری لئے کچھ نہیں کر سکتا۔
لڑکی نہایت متانت اور سادگی سے بولی: "جناب میں جانتی ہوں پہلی دفعہ سیلا:
بالکل معصوم تھا اور آج میں انہوں کی خوشنہ نہیں بلکہ معافی کی خواہشگار ہوں۔ اور
اس کے لئے معافی کی التجا کرتی ہوں۔"

پینین اس غلام سے بہت متاثر ہوا اور اس کا لفظ لفظ اس کے دل میں گہرا گیا۔ چار
سے لڑکی کا انتہائی بڑا اور بہت بڑی آواز سے کہا: "اچھا میری لڑکی، تمہاری خاطر میں تمہارے
باپ کو معاف کرتا ہوں، اب تمہارا بھی چوڑا ہو۔"

اس غرور جان کش کی لانا متا سرت لڑکی کی کڑواہٹ سے بدواشت نہ لگتی یہ پیش
ہو کر زمین پر گری۔ طالع جہت اقبال شہنشاہِ عظیم کے کمری میں لگے، جہاں غور ہوئی لڑکی
اس ناگہانی صدمہ سے بہت کمزور ہو گئی، لیکن دلیس تاب نہ لی کہ یہاں اور شہر ہے۔ اگرچہ ملک
نے امر دیا کہ اس نے اجازت چاہی اور وہاں سے وہی رخصت ہوئی۔

پینین کا اڈیا ناگہان اور اسکی صورت پر خوشخبری پہنچی، کیلئے لڑکی کے ہر وہ ہونے۔ جب
جس میں پہنچے جنرل نے جوئس ایک اندہ میری کو شہر میں جان سے زیادہ وہاں کو رہتا
لڑکی جانے ہی اس سے بہت لگتی ہے، اس کے وہ خوشخبری سننے کے ناقابلِ غی جہم تہرے
لگا۔ انکس پتہ لگائیں اور پتہ ہو کر گزری اس کے باپ کو کہہ دیا گیا، پھر پتہ لگا کر
آیا۔ لڑکی کی بہت اور استقلال کی جانتا نہیں ہونے لگی۔ م

میں لکھنؤ میں جنرل بے جوئس نے پینین بونا پارٹ شہنشاہِ فرانس کے قتل کی خبر میں ناخوش ہوا اور اثباتِ جرم پر سزائے موت کا مستوجب قرار دیا گیا۔ جنرل مذکورہ کی ایک داماد لڑکی تھی اپنے باپ کی بخت یہ حکم سن کر نہایت معنوم اور پریشان ہوئی، اسکی مدافعی کی بہت تدابیر میں مگر کسی سے اطمینان نہ ہوا۔ آخر وہ بھی مجھ چپ چاپ پا پایا وہ تعزیری کی عدالت روانہ ہوئی۔ باپ عالی پرہیزگار گئی، اور نیاں کیا کر کے در میر و وزیر سلطان را بے دیلت گود پر امن سگ و درہاں چو یافتہ غویب ایں گرمیاں گرفت و آں امن وہی بات نہ ہو کسی طرح منزلِ مقصد پر پہنچوں۔ پہلے تو زمانہ بوس ہوئی مگر تھوڑی دیر غلط کر کے آگے بڑھی اور جرات کر کے دربار کو اپنا قصہ سن کر کہنا یا دربار کچھ تو بہا ہی نرم دل اور خیر برائے اس کے اس کے عذر بخار، داستانِ مصیبت اور سنہداد اسی استارت نہوا کے اس میں داخل ہوئی اجازت دیدی، اور یہ یہی مدد جو آئین شہنشاہِ عظیم کے حضور میں پیش ہوئی بلکہ اس کی صورت و کجیہ کر جان رہ گئی۔ ملکہ بزم کون ہو؟ لڑکی :- بد نصیب جنرل جوئس کی بیٹی، ملکہ، آنے کا سبب لڑکی :- حضور امیر سے باپ کو کہاں پناہ کے غلام سازش کے جرم میں سزا موت کا حکم ہوا ہے اور مغرب اسے ہمیشہ کے لئے مجھے جہانیا جانیگا۔ جہان ملک! میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ کیسا ہے مگر ہر مکر ہر آدم اس صورت میں ہضم ہے کہ اس کو سزا دی جائے لیکن وہ کیسا نہیں ملے گا۔ اس کے نیز یہ غرور ہی زندہ نہیں رہی۔ وہ بچے بیا کرتا تھا اور وہی خاموشی سے ہر طرح سے غور ہی اگر وہ دیکھے کو چ کر جانیگا۔ میر تقی میر کی غیر ممکن ہے۔ رحل ملک مہربان ملک! میری حالت پر رحم کر کے اسی معافی کی شہنشاہ سے سفارش فرمائیں، یہ الفاظ غرور لڑکی نے اس منت و ساجت سے کہہ کر کہہ کر دم گھیرا گیا اور اسکی کہیں باہر اسے نظر عات سے دیکھتے گئیں۔ اگرچہ نہیں نے اسے خاص طور پر کہہ دیا تھا کہ چونکہ اس کے غلام نہایت خطرناک سازشیں ہر ہی میں وہ کسی دفعہ غی کی سفارش نہ کرے اور اگر وہ کرنا غور ہی جو تو خیر ہی ہونا چاہیے۔ مگر رحل ملک نے صلاح دی کہ جب شہنشاہ و وزیروں کے ہر وہ غلام کہے کہ گنہگاروں کے حضور میں پیش ہو کر عرض کرے۔ چنانچہ شہنشاہ اس کے یہ گنہگاروں کی رعیت زندہ لڑکی جلدی سے اسکی پاس پہنچی اور قدموں پر گر کر نہایت عزیز سے درناک بھیجے میں معافی کی۔

اقتباسات

زندگی کا ثبوت

دیوان چند بارہ سال قبل سید پر ضلع جہلم میں ایک میٹنگ کا ہوتا جس کو آسمان کی نیلی چہت کے نیچے کوئی پناہ دینے والا نہ تھا۔ یہ ٹکا بے یار و مددگار گاؤں سے نکلا اور کسی مذکی طرح وہی پہنچ گیا۔ وہاں اس نے چند پیسے ہتیا کر کے سودا عین شروع کیا۔ محنت نے یادری کی اور بارہ سال کی مدت میں معنس و دلشاد عیتم لالہ دیو پختہ رئیس و بینکدار وہلی بن گیا۔

لالہ دیو پختہ بارہ سال کے بعد اپنے وطن گیا اور وہاں جقتہ درغوب ہنادار لوگ تھے ان کی امداد کی اور چند روزان کو خوب دھوڑیں بھی دیں۔ لیکن وقت لالہ صاحب بیاہ گئے اور پٹنہ میں کچھ عرصہ زیر علاج رہ کر اس سے رخصت ہو گئے۔ لیکن رخصت ہونے سے پہلے انہوں نے دس لاکھ روپیہ ہندو ویشی میوشنز اور تعلیماتی ہوئی نذر کر دیا۔ اور چند ہزاروں کو جو دوسروں کے ماحول کی امداد وہ اپنی زندگی میں دیا کرتے تھے اس کو جاری رکھنے کی تاکید بھی کی۔ اس طرح لالہ دیو پختہ نے ثابت کر دیا کہ اگرچہ وہ مر گئے مگر انکا نیک نام زندہ ہے اور مدت تک زندہ رہے گا۔

الفقیہۃ المنیر اور کشمیری | یہ تین ہفتہ دار اخبار ہیں۔ الفقیہہ امرتسر سے المنیر ضلع گوجرانوالہ اور کشمیری لاہور سے نکلتا ہے۔ تینوں اپنی اپنی جگہ اچھے اخبار ہیں۔ البیوتہ گذشتہ سے پچست سال اپنے ناظرین کے پاس اپنی مشکلات کا اظہار کیا۔ اس پر چار سو خریداروں نے دو دو سال کی مینٹ بیگی اور کڑی اور کئی مادیوں پر پچستہ عیادت سواہد کی یہی شکات الفقیہہ کو کچھ عرصہ سے پیش آ رہی ہیں، ابھی اس پر اس کے کئی مادیوں نے مینٹ میں اور پچاس پچاس روپے سے انکی اعانت کی ہے اور کئی کئی خریدار بھی دے ہیں پناہ حال ہی میں ایک بزرگ نے اس کو ایک سو دو روپہ قنات سے ایک اور معاہدہ لے لیا روپے نقد بطور امداد اور آئندہ حیدر خیراد اور ایک نعلیہ اور خریداروں کی قیمت ملا کر ۱۴ روپے دے دے ہیں۔ معاصر کشمیری میں لگانا سہری فہرست شائع ہو رہی ہے اور ہر ہفتہ بارہ خریداروں کا اضافہ ہوتا ہے، ہم سب اخبارات کو ایسے ہمدرد مادیوں کی اس اعانت پر مبارکباد دیتے ہیں، کیا قریشی برادران کچھ توجہ فرمائیں گے ؟

علی گدو کے دو طالب علم | انہیں ذاب سر حان محمد سعید خاں صاحب کے سی۔ آئی۔ ای۔ ایم۔ بی۔ ای۔ جی اس وقت صوبہ ایک گورنر ایک تاجدار

تعلقہ دار ہیں۔ سشہ وہیں سرانگنیزہ زمین گورنر توپچی کی وفات کے بعد دو ماہ تک آپ صوبہ متحدہ کے گورنر بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نے علیگندہ کالج ہی میں تعلیم پائی ہے ہزائی ض ذاب سر حیدر خاں صاحب بی۔ اے جو ریاست بہوپال کے تاجدار ہیں۔ علیگندہ کالج کے تعلیمات فتنہ ہیں۔ جب آپ کالج میں پڑھتے تھے تو انچو کبھی اس بات کا دم دنگان ہی نہ تھا کہ بہوپال کے فرزند اور خاں صاحب گئے۔ لیکن آپ کے درلو بہاؤ کے انتقال نے آپ کیلئے میدان صاف کر دیا۔ آپ نے بی۔ اے کی ڈگری بھی کالج سے حاصل کی ہے کالج کو ان اپنے ہونہار۔ ہر شہنشاہ اور قابل عزت فرزندوں پر کھانا پز تنظیم فنڈ کا روپیہ | تنظیم فنڈ کا روپیہ جو اس قدر حلقوں اور جموں کے ساتھ فراہم کیا گیا تھا کس قسم کی حالت میں ہے، اعلان ہوا کہ پانچ ہزار روپیہ نیک میں سے لکھو کر غازی نادر خاں کی امداد کیلئے بھیجا جائے گا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ بھی نیک ترستی صاحب کی تحویل میں ہے۔ غازی نادر خاں کی امداد ہمارا فرض ہے۔ لیکن کیا تنظیم سجاد ہمارا فرض نہیں ہے ؟ ہم پوچھتے ہیں کہ

۱، کیا تنظیم سجاد کی ضرورت اب باقی نہیں رہی ؟

۲، کیا اس تحریک کا دوبارہ شروع کرنا ممکن نہیں ہے ؟

۳، کیا کوئی جماعت اس کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لینے کو تیار نہیں ہے ؟

۴، کیا جمیعت تبلیغ انبالہ اس کی اہل نہیں ہے ؟

مذہبی کرواداری | ریاست کپورتھلہ میں مسلمانوں کی آبادی سوہ فیصدی ہے وزیراعظم خاں بہادر میاں عبدالحمید صاحب ہیں جن کے حسن تدبیر سے ریاست مذکور پر پہلے ترقی کر رہی ہے۔ اصفاف اور رواداری کی دولت وہاں عام ہو گئی ہے اور بہادر صاحب بہادر کو اس کا اس درجہ خیال ہے کہ ریاست کے ہندوؤں کے مشائخ و سدا سکھوں کے دلکش گوروں کے ساتھ ایک عالی شان مسجد کی موجودگی آپ نے ضروری تصور فرمائی اور چار لاکھ روپے کے صرف سے خود اپنی زیر نگرانی ایک ایسی مسجد تعمیر کرائی۔ جو عربی فن تعمیر کا بہترین نمونہ اور عظمت و رفعت میں بہتر سے بہتر سجاد کا مقابلہ کرتی ہے۔ بہادر صاحب کا یہ کارنامہ انکی بے نقصی اور رواداری کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ریاست کے اہل جہد اس میں جی ای رواداری کو ملحوظ رکھا جائے گا (مختلف جرائد)

بزم قریش

۱) اس اشاعت میں اس دروہند قوم کا غائبانہ تعارف کرایا جاتا ہے جس نے قریش کے ذہن و ناموس کو مراسیت کے ماتھوں بچانے میں قلبی جہاد کیا۔ اور ہندوستان کے کم و بیش سترہ لاکھ سادات قریش کی لاج رکھنے کی علامہ رسول اکرم کی سب اطرک کی حفاظت کی امید ہے کہ تادمین کو ام آپ کی مشیہہ دیکھ کر نصف المقات کا شرف حاصل کریں گے اور خوش ہونگے۔

۲) قاضی صاحب کی محبت و صداقت قابل ہر سائنس ہے، آپ نے قوم و قومیت کے اٹپنا قیمتی وقت صرف کیا اور بذات واحد وہ کام کیا جو ایک مستغبط و منظم باڈی کو کرنا چاہیے تھا۔ چونکہ "سیری سرگزشت" کے عنوان سے آپ کے ذاتی حالات بالتفصیل شائع ہو رہے ہیں۔ اسلئے ہم آپ کی ان سماجی اور کاروائیوں کے متعلق جن کا تلب ازیں کئی بار ذکر آچکا ہے کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے اور نہ ضرورت ہے، دعا ہے کہ اسے تھانے بہائیوں کو آپ کی تعظیم کی توفیق دے اور آپ کو اپنے حفظ امن میںہ لکے آمین!

۳) قریشی سردار علی صاحب انبیکر نے قومی حالات سے متاثر ہو کر باوجود روپے کی دہم اس پر اپیکندہ کے لئے ارسال کی ہے، جو تنظیم قومی کے لئے "القریش" نے شروع کیا ہے۔ امید ہے کہ دیگر ہمدان قوم بھی اس ضرورت کا احساس کریں گے۔ نہ اندر کریم عزم بخیر کو جزائے خیر دے آمین!

۴) بعض احباب چہ بہ ماہ خاموشی پر پہنے کے بعد بیکدم قدم دسی رشتا کی شکایت کرتے ہیں، بہ طریق درست نہیں اور وہ اس لئے کہ دفتر کو ڈاک پوسٹ کر دینے کے بعد کچھ علم نہیں ہوتا۔ کہ کس بہائی کو رسالہ نہیں پہنچا اور خاموشی اسباب کی دلیل ہے کہ رسالہ بروقت پہنچ رہا ہے لیکن جب چہ ماہ کے بعد شکایت خط موصول ہوتا ہے اور اس کے یہ الفاظ نظر کو گزرتے ہیں کہ "چہ ماہ سے کوئی پرہی نہیں آیا" تو کلیجہ سن ہو جاتا ہے، اور ہر

۵) بعض احباب، بعض اوقات دفتر میں پرہے باقی نہیں رہتے کہ شکایت کنندہ احباب کی نازل کمن کرنے کے لئے ہیہدے جائیں، اس لئے ہر صاحب اس بات کو خوب نوٹ کر لیں۔ اور عدم دسی رسالہ کی اطلاع اسی ہینہ کے اندر اندر دید یا کریں۔ تاکہ دفتر کو بروقت اطلاع ہو جائے اور مکر پرہیہجا جائے۔ آئندہ بعد کی شکایتیں قابل پذیرائی نہ سمجھی جائیں گی، ۴) بعض ہی خواہن قوم خصوصاً محترم مولوی محمد سید عالم صاحب راقی کے اس استغناء کے جواب میں کہ "مقرشیں قوم کی نمائندہ جماعت کے کب کت عملی قدم اٹھانے کی توقع ہو سکتی ہے اور کیا اس کے سنیہ شہد و پرانے کے انتتاج پر سیر نجات سے بھی کوئی تشریف لائیں گے"، اتاس ہے۔ کہ سرگرم کارکنان اور سرغفہ اصحاب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس مرکز کی بنیاد ان اصولوں پر رکھی گئی ہے جن کی پیروی میں ترقی پذیر نہ اقوام شاہد معصود پرہیہنیں۔ یہ باڈی کسی خاص کتبہ یا خاندان تک محدود نہ ہوگی، بلکہ ہندوستان بھر کے قریشیوں کی ہمہ گیر جماعت ہوگی۔ اس لئے ابتدائی کارروائی کے بعد قوم کو ایک عام دعوت شرکت دی جائیگی اور مخصوص درمندان قوم سے اپیل کی جائیگی۔ کہ وہ قومی تکت و ادبار کی تھتی کو اپنے داخلہ خیر سے کبدلنے کے لئے تشریف لائیں، خدا کرے وہ وقت جلد آئے اور قوم کے سرے تمام نخواستوں کے بادل چھٹ جائیں،

۵) نام بنام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، جن احباب کی خدمت میں ان کی خوشش پر یا جنہیں دروہند قوم سمجھ کر القریشیوں کو ایک بار نمونہ بھیجا جا چکا ہے، انہیں خود معلوم ہے، لہذا اتاس ہے کہ وہ اس قومی خادم کی سسر پرستی قبول فرمائیں، دی بلی کا آرڈر دس یا نہر حینہ ہندیہ منی آرڈر ہوا کر شکور کریں تین روپے سالانہ یا چار آنہ ماہوار آپ کے لئے کچھ حقیقت نہیں، لیکن اس قومی ارگن کے لئے اسی میں سب کچھ ہے،

جو احباب اب بھی خاموش رہیں گے، درہشتہ بدان کی خدمت میں دسی بلی ارسال کر دیا جائے گا جس کا دصون کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہوگا اور

ناک خیالیاں

ایسے جگر سے کہ پھر معافی نہ کی
دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا
کون لانا ترے شباب کی تاب
خیر گدزی کہ سنا نہ ہوا

یہ سیر ہے کہ دوپٹہ اڑا ہی جو ہوا
جو وہ چہانے میں سینہ کمر نہیں مچتی

سر کہیں، بال کہیں، ہاتھ کہیں پاؤں کہیں
ان کا سونا ہی ہے کس نشان کا سنا دیکھو
ہم نہ کہتے تھے بناوٹ ہے یہ سارا فصد
ہنس کے دوپہرہ انہوں میں کہا دیکھو

انہ میرے میں وہ آپٹے تھے پہلے کس کے دھوکے میں
کرجب آخر مجھے دیکھا تو شہرہ مار کر کب! تم ہو؟

امید کے پڑکے ہوئے شعلوں کو بیہانے
دل آگیا کہ پھر مرا اشکوں کے بہانے
(حسرت)

نمکدانِ ظرافت

مسافر دہن دالے سے، مرنی تیا ہے؟

ہوٹل والا - نہیں جناب!

مسافر - اچھا بیٹا ہوا گوشت ہی سہی، وہ تو تیار ہو گا۔

ہوٹل والا - نہیں جناب،

مسافر - کباب تو ضرور ہونگے،

ہوٹل والا - نہیں جناب،

مسافر - تو تمہارے ہوٹل میں اس وقت ہے کیا؟

ہوٹل والا - جناب قری والا،

خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا ضروری ہے، میخبر۔

گلدستہ رنگین

(مرتبہ خواجہ فیض محمد صاحب لدھیانوی)

مجد تو بنالی شب بہر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں مسازی بن نہ سکا

اقبال

اڑا کتے نہیں جو ناک پر بھی ہوئی کبھی
نکالیں گے وہ بت کی طرح توپوں والے مای کو

غزل علی خاں

نظا بڑھا زلفیں جس کا کل بڑھی اگسیر بڑھے،

حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے بند بڑھے،

دو دن

پاک کا یہاں بیادِ غمش سے سوا ہے
بہا جی کو دل چاہے بری گھاس پکائے

حیران

چہا یا ہے ابر تو بشکن آسمان پر
مجھ سے آج شیخ کے سے خانہ چاہیے

کیف

میں پاس روزہ کہوں کے کہاٹے کو کچھ نہ ہو

روزہ اگر نہ کہاٹے تو ناچا ہ کیا کرے،

غائب

گر منہ کو اقوام کی معیون لے مارا
انگینہ کو سے جس کو انیوں نے مارا

تیر

کل کہہ رہے تھے خواب میں مہدی سے گو کہیے

تہذیب حاضرہ کے شجر ب ہیں کہہ کیے

شاکر

بیدار تری دیکھ کے یہ حال ہوا
ماشوق کوئی دنیا میں کسی پر نہیں ہوتا

دش

جو ذکر تاؤ روزخ سو خدا کا نام نہیں
عبادت کیا وہ خالی بردلانہ ایک تہہ

جمن

فیض بہتر ہے کہ لند کے کسی شوق کو
تختِ دل پیچیدوں بنی بنا کر ڈاک میں

فیض

ارتقاء انسانی میں اسلام کا حصہ

تمدن اسلام کا اثر یورپ پر مسلمانوں کا شوق تحقیق و ترقی

مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے خلافت اصل نظریوں میں اپنا اُردو دنیا کا وقت ضائع کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے اس نظریے قائم نہ کرنا میں اہل یورپ کو خود مہارت نامہ حاصل تھی، چنانچہ سونا بنانے کا وہم مسلمانوں کے نہیں بلکہ یونانیوں کے ذریعہ سے پھیلنا تھا۔

مسلمانوں کو جس قدر علمی مواد ملا، انہوں نے اس کو یونانیوں کے طریق عمل سے بالکل مختلف طریق پر استعمال کیا۔ انہوں نے یونانی سائنس کی ایک زبردست کمی کو پورا کیا، یونانی نظریوں کے شائق اور واقعات و حقائق سے بے پروا تھے، ان کے مقابل مسلمان محققین نظریوں کے شائق نہ تھے، بلکہ حقائق کے شیدائے تھے، واقعات و حقائق کے ایسی مشاہدے اور تجربے کے ایسی اصلیں مسلمانوں کی تمام علمی کارگذاری میں بنی تھی، چنانچہ انہوں نے بطیموس کے نظریے کو کچھ تو تسلیم کر لیا، لیکن اس کی تیار کردہ ستاروں کی فہرستوں اور اس کے بیان کئے ہوئے اعداد و شمار پر اعتبار نہ کیا، بلکہ انہوں نے خود ہی فہرستیں تیار کیں۔ جن میں نظام بطیموس کی غلطیاں ظاہر کر دیں۔ انہوں نے زمین کی بجائے حرکت جیبہ اعتدالیں اور میل منقطۃ البروج معلوم کئے، اور ان اغراض کے حصول کے لئے ایسے ایسے نفیس آلات ایجاد کئے جو یونانیوں کے آلات سے کہیں زیادہ

اچھے تھے۔ اور محنت میں یورپ کے آلات سے بدرجہا بہتر تھے۔ بہرحق طبعی علم کا مطالعہ کام کرتا تھا جس کا نتیجہ تھا کہ ایک وقت ایک ہی چیز کے متعلق تحقیق و تفتیش بغداد اور قاہرہ ایسے دور و دراز مقامات پر جاری رہتی، اور یوں پوری یورپی محنت کا ارکان قائم رہتا۔ محنت، اعداد و شمار کا اس قدر اجتماع کیا جاتا کہ محققین اپنی تحقیقات کی صداقت کا ملحقہ تحریری بیان دیا کرتے تھے۔

مسلمانوں کی وقت نظر محنت، اعداد و شمار، واقعہ نگاری اور تحقیق، شامی ران کے ہر کام میں ظاہر ہے۔ جب ماموں الرشید نے اپنے پوسٹاٹر اس خرد اوہ کو تمام حکمت کے خشک اور تر استوں کا نقشہ لیا، اس نے اس حکم دیا، تو اس بات کی تاکید کر دی کہ ہر مقام طول بلد اور عرض بلد کے صحیح مدار پر ظاہر کیا جائے، بہرہوفی صد فی نوے جمع کرنے کے لئے چالیس سال تک دنیا کے مختلف ملک میں پھرتا رہا، اور اس کے حکم کے ہوئے اور ان دنوں آج بھی قسطنطنیہ

یورپین سائنس پر عربوں کا یہی احسان نہیں کہ انہوں نے بڑی بڑی انقلا و تکریر ایجادات کیں یا بڑے بڑے حیرت انگیز نظریے قائم کئے، بلکہ ان کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اس کا وجود پیدا کیا، دنیائے قدیم حقیقی اصول میں سائنس سے ناواقف تھی، یونان کی ہیئت اور ریاضی نے کبھی بطیموس صورت اختیار نہیں کی اس میں شک نہیں کہ یونانیوں نے علمی معلومات کے بڑے بڑے بے نظیر ذخیرے جمع کئے، ان کا سب سے ترتیب دی بڑے بڑے اہم نظریے کئے، لیکن تحقیقات کے مبرا آزمائے سائنس کے ترقی و ارتقاء، مسلسل اور متواثر مشاہدہ اور تجربہ، ان تمام چیزوں سے یونانی دماغ بالکل ناواقف تھا۔ ہاں سکندریہ میں بلاشبہ علمی تحقیق کا بہت مقام تھا، لیکن سکندریہ کی علمی سرگرمیاں ایک صدی کے اندر اندر مبدل ہو گئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جس چیز کو سائنس کہا جاتا ہے، وہ یورپ کے اندہ اس وقت پیدا ہوئی، جبکہ تحقیق کا ایک نیا شوق برروسے کا رہا گیا۔ تفتیش و ترقی کے حقے ذرائع پیدا ہو گئے، ریاضی نے ایسی ترقی کر لی جس سے یونانی قطعاً نا آشنا تھے۔ نئی روح اور نئے طریقے یورپ میں مسلمانوں نے پیدا کئے تھے جو کچھ مسلمانوں کو محض زبانی جمع تخریج کرنے کا شوق نہ تھا، بلکہ وہ انہیں چرچوں کو ماننے کے عادی نہ تھے، جو تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق ہوں۔ اس لئے انہوں نے یونانی علوم سے مستفید ہونے میں زیادہ توجہ اسکندریہ کے کتب خانے کی طرف کی، جہاں بطیموس نجوم و جغرافیہ کے متعلق تحقیقات کرتا رہا۔ اور اقلیدس، ارشمیدس اور اپولونیئس وغیرہم کی کتابیں موجود تھیں، انہوں نے یونانی ذخیرہ معلومات کو اپنی تحقیقات کی بنیاد بنایا، لیکن کلید اس پر بھروسہ نہیں کر لیا، بلکہ یونانیوں کے دعادی کو حقیقت کے اصلی معیار و مشاہدہ اور تجربہ پر رکھ کر ان کی غلطیوں کو رفع کیا۔

نے دنیا میں صفر کا نشان اجماع کیا، اور قاعدہ اشعر یہ جاری کیا الجبر اناصل
ان کی ایجاد ہے۔ جس میں انہوں نے مساوات درجہ دوم و سوم کو حل کیا۔ اس
کے علاوہ انہوں نے علم الهندس کو مدوں کیا۔ جس نے انسان کی فوٹ تحقیق
میں بیشتر سے ہزاروں گنا اضافہ کر دیا۔

مسلمانوں نے ریاضی کے مختلف شعبوں کو ترقی دینے کے علاوہ تجربہ کی
بنیاد رکھی۔ اور پھر ریاضی اور تجربہ دونوں چیزوں نے جدید سائنس کی بنیاد قائم کی
علم کیا میں جو گذشتہ زمانوں میں جاوگری کا متروک سمجھا جاتا تھا۔ انہوں
نے کشید، انقباض اور تصعید کے عمل رائج کئے۔ یہ علم عربوں کے ہاتھوں میں
آ جانے کے بعد ایک فن شریف بن گیا۔ انہوں نے گندھک اور شوروے
کے تیزاب بنائے۔ اکبر کی صنعت قائم کی۔

مسلمانوں کے سائنس کی طرف توہمات کو بہت کچھ منسوب کر دیا گیا
ہے۔ حالانکہ وہ لوگ تحقیق کے بغیر اپنی کتابوں میں کچھ نہ لکھتے تھے۔ عاصیہ
مذاق کی کتابوں میں بلاشبہ توہمات کو دخل تھا۔ لیکن محققین کی تصنیفات اس
قسم کی خرافات سے بالاتر تھیں۔ تانبے اور دوسری اگلے دھاتوں کو سونے
میں تبدیل کرنے کا تخیل یورپ میں عیسائیت کے اس عقیدے نے پھیلا یا
تھا۔ جس کے مطابق گرجا میں رکھی ہوئی شراب اور روٹی میم کا گوشت اور
فون بن جاتا ہے۔ یہ عقیدہ عیسائیوں میں تیرہویں صدی میں پیدا ہوا تھا۔
اور مسلمان سونا بنانے کے خیال کی تردید اس سے مدت پہلے کرچکے تھے۔

سرید و دروٹھارپ اپنی تصنیف "تاریخ انکیما" میں لکھتے ہیں:۔
نعتوت اور قوم نے کیمیا میں عربوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ عیسائیوں کو
ہاتھوں دخل پایا
تحقیق و تفتیش کے یہی نئے طریقے جو مسلمانوں نے رائج کئے۔ یہی علمی

جاتے ہیں۔ ابن بطار نے تمام عالم اسلامی سے بنائاتی نمونے جمع کئے۔ اور ایک
طوفان امراؤں و ہندوستان اور دوسری طرف یونان و اندلس کے نباتات نامے
طیار کئے۔ اور ان کا باہم مقابلہ کیا۔ مشہور یورپین محقق مایر ابن بطار کی ایک
تصنیف کو جس میں اس نے ایک ہزار چار سو پودوں کا حال تحریر کیا ہے۔ صرف
بڑی کا ایک قابل یا گار نمونہ قرار دیتا ہے۔

اب عربوں کے اس علمی مذاق۔ مشاہدے کے شوق۔ اور تجربہ کے
کا مقابلہ کرو۔ ارسطو سے جس نے علم طبیعیات پر بہت کچھ لکھا۔ لیکن بغیر
تجربہ کرنے کے جس نے علم الجوانات پر بڑی بڑی کتابیں لکھیں۔ لیکن بغیر تحقیق
کو دیکھنے اور پرکھنے کے، جو بنائیت بے تکلفی سے لکھتا ہے کہ مردوں کے دانت تعداد
میں غوثوں کے دانتوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح یونانی طبیب جالینوس
جو زمانہ قدیم کا سب سے بڑا ماہر طب تسلیم کیا گیا ہے، ہمیں بتاتا ہے۔ کہ نخل
جڑے میں دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ جالینوس کی یہ گرانقدر تحقیق دنیا میں تسلیم کی
جاتی رہی تا آنکہ ایک مسلمان محقق عبداللطیف انسانی کو پرسی کو ملاحظہ کرنے
کی تکلیف کرتا ہے۔ اور اس کی حقیقت اور ماہیت پر مجمع روشنی ڈالتا ہے،
مسلمانوں کی علمی بے تعصبی

عرب مطابق اطباء العلم و لوکان بالعین ر علم اگر چین ایسے دو
دراز ملک میں بھی لے۔ تو اسے دلوں کا کر حاصل کرو، جہاں کہیں سے انہیں
علم حاصل ہوتا ہے لیتے۔ ان کی محبت اور ریاضی کا مافذ یونانی تھا۔ ہندوؤں
سے بھی انہوں نے ریاضی کی تحصیل کی اور پھر انہوں نے ہندوؤں اور یونانیوں
کے علم ریاضی کو ملا کر ایک ایسا بے نظیر علم تیار کیا جس پر ابجد تمام علم تحقیق
کا اور مدار رہا۔ اس زمانے میں جب کہ عیسائی دنیا میں ریاضی کی وہ حقیقت
قاعدہ اربوے متجاوز نہ تھی۔ اور جمع و تفریق انگلیوں پر کی جاتی تھی عربوں

پند بر دیوار

- ۱، جتنی قوت دوزانہ پیدا ہوئی ہے اس سے کم خرچ کر دو،
- ۲، جلدی نہ کرو۔ منزل پر زیادہ تیز رو، یہی امیدت پر پہنچا ہے جس وقت سست
- ۳، خوب سیر سو کر سو اور گھام کر دو، خند قدرت کی بڑی نعمت ہے۔
- ۴، جوش و جھان سے باز آؤ، ایک لکھ کا جوش بھی ہلک ثابت ہو سکتا ہے،
- ۵، زیادہ مت کہاؤ، بہرے نہ رہو، اپنے اعتدال کو ضرب الش بنادو،

- ۱، تفکرات کو پاس نہ آنے دو،
- ۲، امن کی تلاش کر دو اور اس کے عاقبت میں جاؤ،
- ۳، خوش رہو۔ سرور دل زیادہ عرصہ تک زندہ رہتا ہے،
- ۴، کبھی مایوس نہ ہو، مایوسی ایک کا کاہ و بیاری ہے۔
- ۵، مردانہ وار کام کر دو مگر اتنا نہ کرو کہ زندگی خطرہ میں پڑ جائے،

دعا خواہانوں نے اپنی کتابوں میں جس میں ہے۔ "انتی" سے شہد صدیاں گزر جائے یہ علوم ہمہ جا کچھ بھولے جاتے

انقلاب روس پر اپنی نظر

۶ نومبر کی رات

روس کے بسنے والے ہر نومبر کی رات کو زار شاہی گھڑی حکومت سونے کے لئے گھنٹے بجی اٹھ کر دیکھا تو دار السلطنت سینٹ پیٹرس برگ میں عظیم الشان انقلاب ہو چکا ہے۔ رات سوتے وقت کسی کو بھی گمان نہ تھا کہ صبح زار شاہی کے عوض ایک نئی سلطنت کے ساتھ عاقبت میں آجائیے۔ لیکن کبھی ایسے حیرت انگیز واقعات ہو جاتے ہیں۔ جیسا خیال کرنا بھی ناممکن ہوتا ہے۔ یہی حال روسی انقلاب کا بھی ہے۔ سینٹ پیٹرس برگ جو اب لینن کی یادگار ”لینن گراڈ“ کہلاتا ہے۔ ۶ نومبر کی شام گھم گھم کے سبب پڑنے حال زار میں غافل پڑے تھے۔ ایک ہی شب میں بالشویکوں نے کس کاسٹے سے لیس ہو کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ علی البصع شہریوں نے اٹھ کر دیکھا کہ دنیا بدل گئی ہے۔ بازار میں بالشویک سپاہیوں کا پر ہے۔ ہر چار طرف صرٹ بالشویک اخبارات ہی بک رہے ہیں۔ کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی ہو جا رہی تھیں جن میں زار کے حامی۔ قومی غدار کرتی کا کچھ مر نکال دیا گیا تھا۔ آفرش وہ سپرس برگ سے نکال دیا گیا۔ اس فتح کے بعد لینن اور ٹراٹسکی وغیرہ رہنماؤں کا شاندار جلوس نکال کر روس کی بڑی کاٹھن میں لایا گیا۔ اور وہاں کئی دھماکوں و عداوتیں ہوئے کے بعد حسب ذیل اعلان شائع کیا گیا۔

زار کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ پوری طاقت کسان مزدور اور فوج کے ہاتھ میں آگئی ہے۔ اسلئے میدان جنگ میں جو فوج ہے۔ اس سے اپیل کی جاتی ہے کہ اپنے فرائض کو پہنائے اور اس کو کامیاب بنائے۔ روس کا وزیر اعظم کرٹسکی اور اس کے ساتھی ایک دوسرا انقلاب کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ مزدور، کسان اور فوج کی یہ لٹاؤ بیکار ہو جائے۔ اسلئے سپاہیوں کو کسی کی مخالفت کرو۔ انقلابی بھائیو! کسی گاؤں میں کرٹسکی کی فوج کو نہ بڑھتے دو۔ فوجیو! کسانو! مزدورو! انقلاب کی مثل تمہارے ماتے میں ہے۔ اسے بھی نہ بچھتے دو!

”انقلاب زندہ باد“

انقلاب کے مخالفین اپنی بہادر سے بولشویکوں نے ۶ نومبر کی کو زار

شاہی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور ایک طرح سے اسکی جگہ پر انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ لیکن ان کے خلاف کئی بڑی بڑی طاقتیں تھیں۔ کرٹسکی ایک عظیم الشان فوج لے کر سینٹ پیٹرس برگ پر چڑھائی کرنے والا تھا۔ وہ دھڑا دھڑا اس معنوں کا اشتہار دے رہا تھا۔ وہ جلد از جلد بالشویکوں کو ان کی اس حرکت کی مزاد لگا اور پھر سے زار شاہی کا علم دار السلطنت پر لہرائے گا۔ اجازت بھی بولشویک تحریک کے خلاف نہ رکازج ہو رہے تھے دو ماہ یعنی روسی پارلیمنٹ میں بھی زبردست مخالفت کی جا رہی تھی۔ اس کی مخالفتوں کو ایک ”بالشویک مخالف کمیٹی“ بنانے کا موقع مل گیا۔ اس کمیٹی کا کام جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ روس سے بولشویکوں کا نام و نشان مٹانا تھا۔ ریوس یونین بھی انقلاب کے دوسرے ہی روز اس جمعیت تحت ”میں شامل ہو گئی۔ ڈاک خانہ اور ٹیلیگراف کی یونین نے بھی اس کمیٹی سے تعلقات قائم کر لئے۔ ان جموں نے نہ صرف بولشویکوں کا بائیکاٹ کیا بلکہ کرٹسکی کو بھی جمعیت میں شامل ہونے کی دعوت بھی۔ ایک طرف تو بالشویکوں کے خلاف اتنا زوردار پروپیگنڈا تھا۔ اور دوسری طرف بالشویک تھے جنہیں کامل امید تھی کہ مخالفوں نے ان کو مٹانے کے لئے کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ جھوٹا پروپیگنڈا کیا، بولشویکوں کے ظلم کی جھوٹی داستانیں گھڑیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کچھ اخباروں نے یہ گپ اڑا دی۔ کہ شہزادہ ٹامو کو قتل کر دیا گیا۔ لیکن بعد کے رشتہ داروں نے اسکی تردید کی اور اعلان کیا کہ ٹامو زندہ ہے۔ ان سب اخباروں نے جنرل ٹامس کے قتل کی خبر شائع کر دی۔ لیکن بعد میں یہ سب بھی غلط ثابت ہوئی۔ بولشویک دھمکوں کی اس کینہ حرکت اور زہرے پروپیگنڈے کی باطل نہیں ہو سکتی۔ بولشویک وزیر اعظم البتہ انہیں یہ شک ضرور ہو چلا تھا کہ کہیں تقسیم یافتہ بولشویکوں کی کمی کے سبب انقلاب کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ اس وقت ان میں تقسیم کی بہت کمی تھی۔ وزیر اعظم کی قابلیت کی انتہا یہ تھی کہ وہ ایک فرالسیسی بینک میں کلرک رہ چکا تھا۔ اور وزیر تجارت کو بالکل تجارت کا شعور نہ تھا۔ اس کے اسلئے کبھی تجارت کی صورت نہ دیکھی تھی۔ لیکن

لینن اور ٹراٹسکی کا یہ حال تھا کہ جس کسی جلسہ میں بھی وہ لوگ پہنچ جاتے تھے وہیں بالشویکوں کی جے ہوتی تھی۔ انہوں نے کسان مزدور اور فوجوں کے علاوہ غلام ملک کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے انقلاب کے دوسرے ہی روز ایک اعلان شائع کیا۔ اعلان میں کئی غیر ملکی سلطنتوں کے نام تھے۔ اس کا اثر بہت ہی اچھا پڑا۔ فوج کسان اور مزدور اب تک یہ رائے قائم ہی کر رہے تھے کہ کس کا ساتھ دیں۔ اور کس کی مخالفت کریں۔ اس اعلان کے بعد وہ سب بالشویکوں کے ساتھ ہو گئے۔ اس مشہور اعلان کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

”اگر کوئی ملک کسی ملک کو تسلیم کرے کہ اسے غلام بنانے لگے گا۔

اور اس ملک کی جدوجہد پر بھی اسے آزاد نہ کریگا۔ تو روسی سلطنت کے نقطہ نظر سے وہ سخت مجرم ہے۔ اور یہ سرکار اس سلطنت کے خلاف اعلان جنگ کر دے گی۔ لیکن کوئی خفیہ صلح نہ ہوگی۔ جو کچھ ہوگا دنیا کے سامنے ہوگا۔

باشندگان روس کے نام ایک دوسرے اعلان میں بتلایا گیا۔ کہ زمین کسانوں کی ہے۔ اسلئے ان کی کیشیاں ان کی مالک ہونگی۔ سب سے آخر میں سلطنت دعویٰ کر سکتی ہے۔ ٹراٹسکی کے متقدموں کا اصول ہے کہ وہ

۴۔ پتی اقتصادی حالت کسانوں کی فوج و فہرست کی بنیاد پر بنی ہوئی ہے۔ (میں نے یہ دیکھا ہے کہ یہ کتاب بنی ہوئی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔)

لوگ سیاست سے الگ رہتے ہیں۔ اور اس کی فوجوں کو بھی قبول نہیں کرتے ایک ٹوکسان ایسے ہی تنہائی پسند اور تنگ خیال ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ لینن کی نسبت ٹراٹسکی سے زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ کسان انقلاب کے جھنڈے تلے اکٹرا جمع ہو گئے۔ اور زار شاہی سے نفرت کرنے لگے۔ جس نے ان کے خون کو بالکل چوس لیا تھا۔ سرمایہ دار رہنما اور سلطنت کے جاگیردار ہمیشہ آزادی کی راہ میں کانٹے بن کر چھلگئے ہیں تمام بالشویکوں نے اپنے زریں اصول کے چھاروں سے غداروں کے آخر سے دھن کو بالکل پاک و صاف کر دیا۔ فوجوں میں تنظیم نہ تھی۔ ان پر چاروں طرف سے آفتوں کے پہاڑ ٹوٹے جا رہے تھے۔ لیکن تنظیم کی آگ ایسی بھڑکادی گئی۔ کہ بڑی سے بڑا خرمین فساد بل کر خاک و سیاہ ہو گیا۔

سرمایہ داروں کی ترقی کار ازخود کی اقتصادی حالت کی تنہائی میں مضمر ہے۔ لیکن اس سے ان کے دل میں زمینداروں سرمایہ داروں کے خلاف آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں۔

انقلاب کی سعی تو پہلے پہل ہر دہلیز میں ہو سکتی۔ لیکن بعد میں سبھی مظلوم اس کے سایہ عاطفت میں آجاتے ہیں۔ اور اپنی کمزوریوں کو نکال کر کامیاب بنانے میں جان تک نثار کر دیتے ہیں۔ علیٰ ہذا تقیاس جس سلطنت

معلومات عجیبہ

پوسٹ کارڈ کا تیل

تیل آئل۔ تیل سرسوں اور دیگر قسم کے کئی تیل آپ نے سنے اور دیکھے ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ پوسٹ کارڈ کا تیل بھی نکل سکتا ہے۔ اور مرض راکے لئے وہ مفید ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے روز نامہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ملتان نظامی نے جب کہا کہ پوسٹ کارڈ کا تیل داد کیلئے اکبر ہے تو سب حیران ہو گئے۔ کیونکہ سینکڑوں کارڈ جلا جاتے ہیں۔ اگر کچھ انکا تیل نکلنے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔ ملتان صاحب نے وہیں بیٹے پیٹے سب کے سامنے نام چینی کی ایک دکان میں پوسٹ کارڈ جلایا۔ اور اس میں سے تیل نکل آیا۔ کس کو معلوم ہو سکتا تھا کہ جن کاغذوں اور کارڈوں پر ہم ہر روز لکھتے ہیں۔ انکے اندر تیل ہی ہوتا ہے اور وہ کارڈ آبد بھی ہے،

یہ آدمی ہے یا تیر کبس؟

لکھنے کو یہ ایک طنزیہ جملہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ برن میں ایسے ڈیٹر کبس ہیں جو آدمی ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہاں چند ایسے پرسنل کبس ہیں جو مڑکوں کے کنارے ان کی شکل میں کھڑے رہتے ہیں۔ اور سے اب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پوسٹ میں کھڑا ہے۔ اس کے سینہ میں ایک مہاسوراخ ہے۔ خط اس میں ڈال دیجئے وہ لوہے کا چبھی رساں سکرار گروں بلائے گا۔ اور پھر سر کو اچھا کرے گا۔ اسی طرح جب مغلوں کی کثرت سے اس کا پیٹ بھر جائے گا تو وہ چبھی رساں خود بخود جلنا شروع کر دے گا۔ اور بڑے ڈانکھانہ پہنچ جائیگا۔ اور سب خطبہ چھڑ کر پھر دیں انکے آہوگا۔ دیکھئے سائنس کی ترقی ابھی اور کیا کچھ دکھائی ہے،

کمال معرفت

۲۷

مختصر لکھنؤ پریس

راز معرفت

۱۶

تاریخ المشائیر

پیام امین

جس پر ۱۸ آئندہ ملاحظہ فرمائیے۔ مشائیر و اصحاب الملوک
و زمام قاضی القضاۃ اور مملکت کے سب سے اعلیٰ و اہم ترین
و کامیابی پر کارہ کریم کے حالات زندگی پر اس میں لکھے
میں صفحات سر اور سو کلاں قیمت چھ روپے اور
چاندی میں علامہ قاضی محمد علی صاحب سلمان منتر
مصنف حضرت لعلین کی تازہ ترین تعریف، جو بہترین
تعریفیں میں جگہ پانے کے قابل ہے۔ تمام ان لوگوں
کو جو ذاتی اور قریبی ترقی کے خواہاں ہیں اس نادر و بے
نظیر تصنیف کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کتاب طباعت
دوبہ زیب۔ سرحدی رنگین۔

یہ نادر کتاب انگریزی و فارسی، عربی، ہندوستانی
اور چینی مصنفوں کا انتخاب جو قرآن کریم کے متعلق مکتوبات
مغرب کے حالات کی اس کتاب پر ایک کی منت دنیا کا اعلیٰ
و نام کی پائے کہتا ہے۔ دنیا کی اس کتاب میں کام
کا ترجمہ چکا ہے۔ یہ ترجمہ کب اور کہاں سے نکالے گئے
قرآن کریم کی حیدات دنیا میں کن ذرائع سے اور کون سے
ان رسالات کا صحیح اور حقیقی جواب صرف پیام امین ہی کے
اور ان کے دیکھے ہیں۔ ان میں ستر کے قریب دنیا کے ماحول
سرخوں مسندوں اور نائے دگر نے قرآن کریم کی عظمت و
صداقت کی زبردست ثبوت دی ہے، اس کتاب کا
دنیا کی مختلف چھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔
بیت فی جلد دیگر ہے ناظرین قریش سے ۱۲

ہندو شری لکھنؤ

۲۶

خطبات غزنی

۲۵

اخلاقی کہانیاں

۲۴

۲۔ شادی کو پہلے شادی کے بعد عیبتا بن

افسردہ لکھنؤ

میں خاص نمبر

نقبت ۸

اس میں آیات و قرآنی احادیث نبوی علیہ السلام میں
عظام مکتبہ اور مشاہیر کے اقوال اور تاریخی واقعات سے
ایک لکھنے کی برائیاں نمایاں ہیں اور ذکوہ و خیرات اور
صدقات کا صحیح معنی بیان کر کے بغیر عزت بیک لکھے اور
دیئے اور لکھنے کے مفصل حوالے بیان کئے گئے ہیں۔ وچ
ہی اچھی کہ سننے میں لطف آتا ہے۔ اہل رائے حضرات
نے بہت پسند کیا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو اسے پڑھنا چاہیے۔
مصنف صاحب سلطان احمد دہلوی ایم۔ آر۔ سے لیں
دستور کتابت طباعت دوبہ زیب و محاسن، ہم صفحات
بیت فی حضرت امجد آئے، چند نئے باقی رہ گئے ہیں،
جد مکتبہ لکھنؤ دہلوی میں ان کا انتظار کرنا چاہیے گا۔

القریش کے بن خاص نمبر جو وچ اور ناظرین
نیم نمبر یعنی رسول کریم کے حالات زندگی، منظم
نقبتیں کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔
صدیق نقی نمبر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ساری منظم
و منظر و لادیر پر اس میں، بے حد وچ، بہترین دل و
و نام کا نتیجہ قابل قیاس ہے۔
نظام نمبر درویش مصنف کی مختصر تاریخ، اور کن کے
سردار و لادیر کے فضائل شہر ماری کا سردار
نکرو۔ دولت مصنف اور سرکار لکھنؤ کے تعلقات، دوستی
کی ابتدا و حوالہ لکھنؤ میں عرصہ سے اس وقت تک عرصہ عاقبت
ہر کسی کی محبت

سراج معرفت

۲۳

علم غیب

۲۲

ولی کی پہچان

۲۱

کتاب برقی نہیں، اس میں تمام علم حقیقی و نقیبہ برتر و شریک و قریش سے شائع ہوا۔

مختصر کتب خانہ شرف القریش امرت

جلد ۱۶

منہجہ



القرس

امرتہ

ایڈیٹر
محمد علی رونق صدیقی

قیمت سلاذ تین روپے

ناچہ اشاعتہ برہنہ کی اعانتہ

جو

بفرمان عالی نشان سلطان اہلوم ہرگز اشدائی سن تاجدار کن آدم اشد قبالہ و اجلالہ بعد اس محروسہ سرکار تعالیٰ کے نام جاری ہے

بابت ماہ

۱۹۳۰ء ۶۱۹ مطابق و قیعد ۱۳۴۸ھ

آپ کن طریقوں کی مدد

اور دریافت طلب امور کا جواب
میں نے کرا
میں نے کرا
میں نے کرا

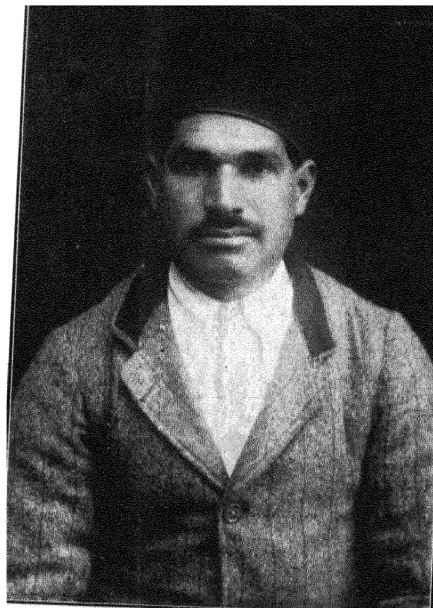
جو کہ ذکر صفحہ ۸۸ پر کیا گیا ہے۔ اپنی نوعیت کے خاص ہنرمیں ۱۰ ان کی مجموعی قیمت ایک لاکھ روپے میں بھی تاخیر
روپے ۲۵ لاکھ لکھش کے ہرے خریدار کی خدمت میں بلا قیمت مفت پیش کیے جائینگے۔
یہ ہنر اپنی گونا گوں دلچسپیوں اور نوکلیوں خوبیوں کی وجہ سے مقبول خاص و عام ہیں۔ چند پرے بلٹی بنجر
ہیں۔ اگر آپ انہیں لا قیمت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انوار قریش کی خریداری قبول فرمائیے۔ یا دی۔ بی کی اجازت دیجئے۔

۱۲ سالہ قریشی نابو جوان کے لئے جو گورنمنٹ سروس میں اس وقت ۵۵ سالہ مشاہدہ پاتا ہے۔ ریشہ کی بلوچی
تعلیم یافتہ، سلیقہ شمار اور امور خانہ داری سے واقف کم و بیش ۵۰ سالہ ہو۔ نسٹا قریشی ہو۔ نواح پنجاب سے جو
نویز بادہ انیسٹ۔ جلا خط و کتابت راز میں رکھی جائیگی مفصل حالات بذریعہ خط و کتابت ملے جاسکتے ہیں۔
مع معرفت اندر صاحب القریں اتر

ضرورت

Alquraish Amritsar.

April 1930.



قريش کا قابل فخر فرزند ڈاکٹر محبوب عالم قريشي
جالندھري ثم لدھیانوی

دریابہ حجاب اندر

مزن ہے، آپ نے مراست کے سرفنہ "شہزادہ آزاد" کے "دانت کھنکھنے" میں مروانہ دار جرات و دلیری سے کام لیا اور قوم کی تنظیم و مشیادہ بندی کے لئے بیانی کے ساتھ کوشاں ہیں۔ اسید ہے کہ ناظرین اس فایادہ تعارف سے سرور ہونگے۔

"قریشیان پنجاب کے خطاب" اس عنوان سے برادران قریش کے نام آپ کا ایک پیغام ہے اور قابل توجہ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

"کماریخ کا ایک ورق" سلفیت عثمانیہ کے بانی سلطان عثمان کے دھچپ تاریخی حالات ہیں۔ اسلامی تاریخ سے دھچپی، کہنے والے معرفت کیلئے ایک بہترین معنوں ہے۔

"نار کھنیا لیاں" مختلف شراؤ بالکال کا ایک طرح پر تغیر خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا۔ پر کیا کیا خیال آرائیاں لکھیں ہیں، عمدتہ معاب کیلئے ایک لطیف گلدستہ ہے، ملاحظہ کیجئے، اور داد دیجئے،

"بزم قریش" دیگر اسور بزمیہ کے علاوہ ایک ہندو قریشی اور ایک ایرانی قریشی کا ایک ہی شتم کا پیغام جس پر توار کا شبہ ہوتا ہے، اس میں درج ہے، ناظرین کرام سے قصصاً اور درو سندان قریش سے عمدتہ متاثر ہے کہ وہ اس پیغام کو مجتہد ملاحظہ فرمائیں اور اگر جواب مناسب ہو تو تحریر فرمائیں تاکہ ان دنوں افتادہ درو سندان قریش کی اطلاع کے لئے آئندہ امتا میں شائع کر دیا جائے۔

"خیالی انجمن" اور "مقالات" وغیرہ اور یہی بہت سے معنوں میں جو دھچپی کے ساتھ پڑے جانے کے قابل ہیں،

نیاز مند ایڈیٹر کی محافت کی وجہ سے اگرچہ اس وقت ترتیب میں کوئی خاص عربی پیدا نہیں ہوئی تاہم مضامین ایک سے ایک دھچپ مفید اور نتیجہ خیز ہے، اور ہر نوع کی دھچپیاں موجود ہیں،

کون ہو کیا ہو؟ ایک نظم ہے جو مزن کے مین حب حال ہے، قوی درو کہنے والے دل اگر سے فائز نظر سے مطالعہ کریں گے تو اس میں اصلاح حال کے بہت سے اشارتہاں پائیں گے، قوم کے عروج و زوال کا صحیح نقشہ لکھ کر دکھایا گیا ہے۔ جس میں ایک خاص تاثر موجود ہے، خدا کرے برادران قریش کے قلوب اس سے متاثر ہوں اور وہ قوم کی اصلاح و ترقی کے لئے آمادہ و تیار ہو جائیں،

"عربی خون کا ایک گرم قطرہ" ایک دھچپ تاریخی معنوں پر اور بغیرت و حرور وادی کا سبق دیتا ہے۔ حیت وطن اور حیت ملت کی ایک عظیم تاثیر و استنان ہے، ایک وہ تھے کہ قوم پر ہونا موجب نجات سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ اپنا آپ بہر ل کر تفتیش پسندی پر مٹ رہے ہیں کاش ہیں ہی خدا ان کا دل دیتا اور ہم بھی نام لبرایان قوم میں شمار ہوتے

"قریش کی نامدہ عملی جماعت" مذکورہ تقریر کے نام سے ایک صحیح اور درو سندان جماعت قومی خدمات کیلئے تیار ہو گئی ہے، تفصیل ملاحظہ فرمائیے، قوم کو ایسی جماعت کی ضرورت تھی، جو پوری ہو گئی، اب شاہراہ پر چلنے میں راہ نوروان کی مدد کرنا آپ کی قومی حیت پر منحصر ہے،

"تعارفات" اس اشاعت میں اس عنوان کے تحت قریش کے قابل غرور و فخر محبوب عالم صاحب قریشی لہجہ نوئی کے ذاتی حالات شائع ہوئے ہیں، اور آپ ہی کی مکتبی شہید سے یہ اشاعت

جلد ۱۶ نمبر ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اپریل ۱۹۳۷ء

الفرقان

تھیں برغزل علیحضرت شیریار دکن خلد شہر ملکہ سلطان

روشن از ذات خدائی یاجیب مہر برج المطفائی یاجیب

زخم دل را چوں شفا کی یاجیب درد دل را چوں دوائی یاجیب

چوں درون دل نیائی یاجیب

من دریں عالم بے گردیدہ ام دور رسہ محراب و منبر دیدہ ام

ایں تماشا را کہ اکثر دیدہ ام از ہزاراں سجدہ برتر دیدہ ام

بر در تو جہسہ سائی یاجیب

ہر چہ و درم ہر چہ سیدانی دم در بہا این تاج شگنائی دم

بسہ بر آیات قرآنی دم وقت مردن جاں با سائی دم

روئے خود را گر غائی یاجیب

نام تو درد زباں من شدہ ہر دو عالم را زواں من شدہ

بجز تو آزاد جان من شدہ با سہ آہ و فغان من شدہ

بے کسی و نا رسائی یاجیب

فیض تو عامست از یگانا بجز اے شفیع و خیر خواہ مابہ حشر

این خطاب از تو کم فرما بجز چوں تو شافع و اعظم الرا بجز

ہست این شان خدائی یاجیب

اسید، آفا اشہر

لکھنؤ

دنیا کا قیاس تاجدار

زندہ باد حضور نظام، پائند باد دولت صفیہ

شہزادگان عالی وقار اور امیرانہ فیوض ہندوستان کے مختلف مگر مشہور مقامات کا سر فرما رہے ہیں، آپ کی رونق افزائی امت سر کی خبرہ اپریں کو موصول ہوئی اور معلوم ہوا کہ آپ ۸، کی صبح کو نزول اجلال فرمائیں گے، ادا بیان شہر کے دل مقبوت سدا نہ فرقت و مسرت سے شرابور ہو گئے، اور انتظار کی گہریاں دیکھنے لگے، آپ ۸ کی بجائے ۹ کو تشریف فرما ہوئے، ریلوے سٹیشن امت سر پر ایک جم غفیر استقبال موجود تھا۔ جہاں بلند اقبال مہمان کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ پول جہاد رکھے گئے اور دعا یہ تقاضا و محامد پڑھے گئے، مشتاقان دیدار کے دل کے دل اور محض کے ٹھٹھے لگے ہوئے تھے، اور مدد نگاہ نمک انٹوں کا ایک حق ووق جنگل نظر آتا تھا۔ امیر اکبر کے نفوس سے انبساط و شادمانی کی گونج پیدا ہو رہی تھی۔ جہاں اللہ مہمان اپنے معاصروں اور میزبانوں کی محبت میں امت سر کا مشہور گورواد دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں پر محمدن انجیلو اور نیشنل اسکول کا معائنہ فرمایا جہاں بھجن اسلامیہ کے موزاکیں نے اپنے مغز مہانوں پر غلوں و عقیدت کے پھول برسائے اور پر جوش خیر مقدم کیا۔ سکول کے وسیع اور کہیں سیدانی میں تہل دہرنے کو جگہ نہ تھی، مال کچا کچہ بہا ہوا تھا۔ پریذیڈنٹ انجمن نے سپاس نامہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں شہزادہ منظم جاہ نے ایک موزون تقریر فرمائی۔ فوٹو لینے کے بعد رابعہ الدراجات مہمان لاہور تشریف لے جانے کے لئے ریلوے سٹیشن کو روانہ ہو گئے،

دعا ہے، کہ

وہ سلامت دہیں ہزار برس
برس کے ہوں دن پچاس ہزار

سلطان معلوم نرا گزشتہ ایضاً حضرت حضور نظام تاجدار دکن و سرہند و عنایت و رفعت ایک جلیل القدر عظیم المرتبت تاجدار ہیں، حق دینی، نصفت شعاری، مہارت فوادی، رعایا پروری، اور عدالت گسٹری کے اوصاف حمیدہ میں یہ فضل و قدر تاجداران اقامت عالم میں آپ ایک ہیں، دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہبی و علمی اور دے نفع نظر اس کے کردہ کس مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے ابرکرم شانہ سے سیراب ہو کر آپ کے جان و مال اور امتداد خسروانہ کے شنا خان ہیں،

رہے سر پر عیال کے ترا سار یہ ہم پایہ
رہے سر پر ترے شاہینہ غل جھانی

عالم پناہ نے گزشتہ دنوں از رو مہارت فوادی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کو پچاس ہزار روپیہ بخش اور ایک ہزار روپیہ مالانہ کی امداد سے نوازا، اور اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی روز افزوں ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس لاکھ روپے کا گراں بہا عطیہ مرحمت فرمایا اور دھندلار روپے مابہار کی مستقل امداد میں ایک ہزار روپے کا گرفتار اضافہ فرما کر دنیا کے اسلام کے قلوب کو ادبھی مسرور کیا ہے،

زندہ باد حضور نظام
فرخندہ باد سلطنت دکن

نیکوں نازاں پر تہہ پہلچ شائستہ ہینا
ترا مہر تین کر رہے نور افشانی

کون ہو؟ کیا ہو؟

(از پروفیسر قاضی جلال الدین جٹا)

اے قوم بتاؤں تجھے کون ہو کیا ہے
جہاں مائی کا جو برحقا نصرت میں جکتا ہو
تو صدیقوں سے، یہی جو صلح اقوام عالم میں
تری سطوت کی حیثیت سوجھاں میں بھی نہیں ملتی
تری کور کا سکندھ حلالے سے یہ بھی نہیں ملتی
غذاں کی گرج تری تھی یہی جو بحر کابل سے
یہی کھو حق بکین میں جیتی کی تباہی پر ہے
ہمیں کا وہ خط میں ہر ملک کا دم و داناں پر ہے
تمام از قریب ہی نظر تو حید گاتا ہے
ترقی اور تزلزل کے برہم میں سینکڑوں چکر
اگر ہندی مسلمان بستی سے بچو تنگ کر
گیا اگر اندس بدلے میں بقاء ابد کیا ہے
کیا فی سلطنت اب تک ترسے بغیر مائی ہو
تراک کمر کو بزم خدیو کا ساقی ہے
ابھی باغ جہاں میں پول تری لہلہا زہیں
کہاں ہیں ترک و تاجیک عوب اقوام عالم پر
سنوسی و دروزی پر کسی شالیں یہ سب ہم میں
بے محتاج عقارب سرور افغانیہ دالے
دباستہ کو ہندی نقش میں تری حکومت کے
ابھی قادیان شہر یہی میں خیر و برکت کے

تو وہ مخلوق ہو اندر کی جو نام لیا ہے
اور انری کا گوہر تری چہرہ میں جکتا ہے
غیاں اب ہی میں پہلے تری عظمیٰ علم پر
قواب بھی ایک چہارم اس کی کرتا چکڑا ہوا
جہاں میں اب ہی کی تو ہی جو تھوڑا سچا
وہ کون ہو انیاؤں قدم کے سچاں کو
یہی قرآن غالب انیاں میں ہر مکان پر ہے
یہی آواز دہشتہ زبان ترکمان پر ہے
ستارہ صوفیہ تجلیہ روپ کو سنانا ہے
مگر قوم مسلمان ایک دن نہیں تنہا کر
تو ہی امیر انیوں نے دشمنان میں کو ٹکر
شے اموی تو ترکوں نے ہی نصہ جاکا
قیام کر کے وطن تو تھکوا تنگ شرفی ہو
تری مہم جو کابل میں اب تک مطلق ہو
ابھی دنیا میں تری مہمنا پیچم اڑاتے ہیں
کہاں ہیں انہیک کرد دخل انہاؤں میں
نہیں تہجدی دینی کہ کسی پجوہم خم میں
زہدائی کی حاجت کو ہیں ابانہ والے
فلپائن میں صواب ہی شاہری دوست کے
سین ہندوستان میں لے ہی میں عالم حکمت کے

قیامت تہجد میں مائی جو سنا بتا تہجد میں مائی ہے
سائین و ملک شاہ و شاہشاہ میں تہجد میں
سیدہ راج ذوالی کے چہرہ دہا میں تہجد میں
تری خاتون ہی مائی جو گوشت حکومت کی
تجارت اور ظلمت ایک تنگ تہجد میں مائی ہے
کوئی پیش پیش ہو جس میں تو اور دیکھ مائی ہے
ڈالنے کی کسی کے لیس تہجد میں مائی ہے
ڈالیں وہ کھینکے تہجد میں مائی ہے
ڈالیں وہ کھینکے تہجد میں مائی ہے
مسلمانوں کو تھوڑے تھوڑے ایمان کا خضر
بجائے تہجد میں مائی ہے
ہیں صد احکامان مملکت لوزا تہجد میں
ترے جاہل کو عالم سو تہجد میں
علی گندہ مصروف ہو مصروف عثمانیہ عاری
یہ میں تسلیم کے مرکز تہجد میں مائی ہے
نصرت میں ای تو بہ حدت کر دیکھیں میں کو
قواب ہی مردی مردانگی کی آن دیکھیں
دہشت کھیلے پیش نظر قرآن کہتی ہے
تو مائی طرف ہے باوصلہ ہے با مردت ہے
نقعا جڑے ذرا کم ہو گئی ہے وہ حیت ہے

تک پہنچے۔ میر محبوب علی خاں مرحوم سابق شہر یار کو کنو افسر الٹک بہادر
کی ذات پر بے حد اہتمام تھا۔ اعلیٰ حضرت میر فرخان علی خاں بھی بہت
قدردانی فرماتے رہے۔ واکسرا کے ہند نے بھی شاہ و کنو کی وفات
پر اظہار افسوس و ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ خد ارحم کو غفرین رحمت کرے۔

نواب سراج الدین الٹک
کی وفات
۱۸۔ مارچ کو اس دنیا کے فانی سے ملت
فرما گئے۔ مرحوم دولت اصفیہ کے ہنایت و فادار افسر تھے۔ آپ
ہنایت معمولی حالت سے ترقی کرتے کرتے مہ سالار اعظم کے منصب

عربی خون کا ایک گرم قطرہ

کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی شریک کار ہو گئی۔ اور اس نے ان کی ایک فوج مرتب کی اور ان کو لیکر ایک پہاڑ کیمروف روانہ ہوا جس پر بہت مسوعب آباد تھے اور سب کے سب عیسائیوں کے مظالم سے تنگ آکر اس پہاڑ کے دہن میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ ان سب کی اپنی پناہی حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنی بادشاہی کے ساتھ اسپینی سلطنت کے خلاف عام جہاد کا اعلان کیا اور اس کے جہاد کے نیچے عربوں کی ایک متحدہ جماعت جمع کرنے کے لیے اسپینیوں کے سفیر دعدادت کا اٹھانہ بنے ہوئے تھے۔ اس جماعت کو لیکر اس نے اسپینیوں پر حملہ کیا اور ان کے خون کا دریا بہا دیا، اسپینی سلطنت نے بھی بڑے عزم و استقلال کے ساتھ اس پر جو شش اسلامی جماعت کا مقابلہ کیا۔ لیکن ایک مدت تک ناکام رہی۔ لیکن نتیجتاً سے فرٹوڈ کا ایک چارڈ بانی جس کا نام ابن ہتسہ تھا اور جو ان عربوں پر حکومت کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس کا رقبہ بن گیا اور ساڑھن کر کے اس کو دھوکے سے قتل کرادیا اور خود بادشاہ بن کر دوبارہ اسپینیوں کے ساتھ جہاد شروع کیا۔ لیکن اس کے احوال و انصاف کو رشوت دیکر اسپینیوں نے اس کو قتل کرادیا اور اس کے قتل ہو جانے کے بعد تمام عرب حملہ آور منتشر ہو گئے اور چار سال کی جنگ کے بعد اسپینیوں نے ان پر قابو پا لیا۔

فرٹوڈ کا باپ اپنے بیٹے کی موت کے بعد ماڈریڈ میں پناہ گزین ہو گیا تھا اور ایک فوجی سردار کی صفات سے سلطنت نے یہی اس کو اور اس کی اولاد کو سانی دیدی تھی اور اس سانی کے بعد اس کا دوسرا فرزند الدن مارٹین خاندانی لقب سے ممتاز ہوا۔ لیکن اس نے اپنے تیسری بھائی الدن لوئس کے ہاتھ اپنی تمام جائیداد و زرفرفت کر دی اور اب اس کا لقب الدن لوئس اسی انیسیا و فرار دس قرار پایا۔ لیکن لوئس کے دوسرے بھائی مارٹین لقب صرف ارٹین دی داہر باقی رہ گیا۔

اسپین میں اب تک یہ سبز خاندان اپنی قدیم و جاہلیت کے ساتھ قائم ہے اور اس کی تاریخ کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہوت

اسپین میں جب مسلمانوں کی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہوا تو اس انتشار کی حالت میں کچھ مسلمان افریقہ چلے گئے۔ کچھ اسپین ہی میں رہ کر عیسائیوں کے مظالم سے لگے اور کچھ لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کر کے ان مظالم سے نجات حاصل کر لی، اور عیسائی سلاطین کے مقربین میں داخل ہو گئے۔ انہی عیسائیوں میں اموی خاندان کا ایک بہاد بھی شامل تھا جس کا اسلامی نام محمد بن امیہ تھا۔ لیکن عیسائی ہونے کے بعد الدن انطونیو مولائی دی قرطبہ و قلاوہ کے نام سے پکارا گیا۔ اس کی قلعہ سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ جن میں ایک کا نام فرٹوڈ و جو خاندانی لقب سے ممتاز تھا۔ نہایت آزاد اور برد عزیز شخص تھا اور غناطہ کی مجلس امرا کا مستحق ہو گیا تھا۔ اس تعلق سے وہ ۱۱۵۷ء میں یعنی فتح غناطہ کے ستر سال بعد ایک بار مجلس امرا میں جبکہ اس کی عمر ۶۲ سال کی تھی شریک ہو سکے لے گیا۔ دور چھا کہ تمام امرا کا دستور تھا۔ اپنی تلوار دروازے پر رکھ دی لیکن اپنے خنجر کو اپنے پاس سے جدا کرنا پسند نہیں کیا۔ اس کی یہ روش صد مجلس کو پسند نہیں آئی اور سب اس نے سختی کے ساتھ اس کو سرزنش کی، فرٹوڈ نے اس کے یہ سخت الفاظ سنے تو اس کا عربی خون کھولنے لگا۔ اور اس نے ان الفاظ میں اس کا جواب دیا۔

”میں جس طرح چاہوں گا۔ جس میں شریک ہوں گا۔ کیونکہ میں سلاطین بڑھاپہ کی اولاد ہوں اور میرے آباؤ اجداد اس ملک کے بادشاہ تھے۔“

اب صدر مجلس نے اور بھی سخت الفاظ استعمال کئے اور اس کو ایک وصفی قوم کا فرد قرار دیا۔ اس پر فرٹوڈ کا غصہ اتنا بڑھ گیا اور اس نے فرٹوڈ اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد تمام امرا نے اس پر متفقہ حملہ کیا تو اس نے اپنے خنجر سے سب کا مقابلہ کیا اور دروازے تک ان کو دھکیلتا ہوا چلا آیا۔ دروازے پر پہنچ کر اپنی تلوار بھی ہاتھ میں لے لی اور ایک خاص محلے میں جس میں عرب خاندان آباد تھے۔ نکل آیا اور چند ہی دھڑ میں ان عربوں

ہیں میں اپنی دونوں متضاد فریقوں کی یادگار آج کل ایک مشہور اسپینی نژاد ہے۔ جس کا نام فیلاسباسا ہے، اور جو مارش کے لقب کا ایک جزو ہے اس شاعر کی ماں کے خاندان کا نام ہے۔ اور اس کا باپ جنرل فیلاسباسا کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس نے اسپینیوں کی طرف سے لندن فریڈر کا مقابلہ کیا تھا۔ اس مشہور شاعر میں فیلاسباسا کو ولادت ٹھیک اسی مکان میں ہوئی ہے۔ جس میں اس کا اسلامی اور عربی دادا فریڈر دوسرے سو ماروا گیا تھا۔ حریر کی جس سرنگ چادر میں فریڈر قتل کیا گیا تھا۔ وہ فیلاسباسا کی ماں کے پاس بطور ایک یادگار کے محفوظ تھی۔ لیکن فیلاسباسا کی ماں کے پاس بطور ایک یادگار کے محفوظ تھی۔ لیکن فیلاسباسا نے اس کو خریدنا چاہا اور اس سے اس کے فروخت کرنیکی درخواست کی، پیسے تو فیلاسباسا نے انکار کیا۔ بعد کو اس کے اصرار سے مجبور ہو کر بیٹا چہرہ دبی، اب اس کے خاندان میں اس چادر کا صرف ایک چہرٹا سا ٹکڑہ محفوظ رہ گیا ہے۔

اب جبرٹانگ واقعہ پر اب اگرچہ مدہاں گزر گئی ہیں اور غور ملاد اپنی اسپینی شان و شوکت کا افسانہ بھول چکے ہیں۔ لیکن اس شاعر کی رگوں میں اب تک عربی خون دوڑ رہا ہے اور وہ بار بار اپنے اشد میں اس بھولے بھٹے افسانے کو دہراتا رہتا ہے،

چند روز ہونے ایک میاں کی عرب سیاح نے امریکہ میں بنگام سان بادوس سے ملاقات کی ہے اور اس کے حالات، سوانح، معاشرت اور کام پر ایک شاعرانہ دیوہ کیا ہے۔ جو المستطع فریڈرٹ میں چھپا ہے جس سے یہ تخمینہ ماخوذ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس شاعر کی عمر وہ سال کو زائد نہیں ہے، وہ سگرٹ پیٹا ہے اور کہتا ہے پینے کی پروا بٹ کم کرنا ہے، ہمیشہ شاعرانہ تخیلات میں غرق رہتا ہے اور یہ استغراق اس درجہ بڑا ہوا ہے کہ شاعر غل سے اس کے شاعرانہ خیالات میں کوئی مطلق تہ نہیں ہوتا۔ وہ شر لکھتا رہتا ہے اور اس کے بچے اس کے گروہ کیلئے کوچ اور شر بچاتے رہتے ہیں، اس تفسیلات کی نشاندہ اس وقت تک ۱۵۸

بھی حاصل کر لی ہے اور نظم و نثر دونوں میں اپنے خیالات غبار کے ہیں اس کی تفصیلات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اکثر کا موضوع سرب اور عربیت ہے، اس کے ایک ناول کا نام "نقد و لو" ہے۔ جس میں اس نے ابن احر کے زمانے کا ایک واقعہ لکھا ہے، جو غرناطہ میں پیش کیا تھا۔ ایک ناول میں جس کا نام "ابن امیہ" ہے وہ داستان لکھے ہیں۔ جو فتح غرناطہ کے ستر سال بعد وہاں کے بچے بچے عربوں کو پیش آئے۔ ایک ناول میں جو باد یہ کے نام سے مشہور ہے وہ واقعات لکھی ہیں جو محراب میں پیش آئے اور ان واقعات کے سلسلہ میں ابن عرب کی شجاعت نمایاں اور جہاں فوازی وغیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے، غرض اس کے تمام ناول کے کیرکڑ اور ہر وجہ میں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرب آثار عرب اور ان کی اندس کی معاشرتی اور حسنی زندگی کی تاریخ سے کتنے واقف اور اس کا کام تمام انواع شاعری کا جامع ہے، وہ کبھی ہنسے کبھی روتا ہے کبھی رنجیدہ ہوتا ہے، کبھی غمناک ہوتا ہے، جس سفر کی تصویر کھینچتا ہے، وہ آنکھ کے سامنے جسم برکڑ آجاتا ہے، ہندوں کی روانی کا نقشہ دکھاتا ہے، تو کافوں میں پانی کے کرنکی آواز آجاتی ہے، ابی ایک پر سکون ہنسے کنڈا کپڑا ہے کہ دشت ایک مواج سمندر کے کنارے پہنچ جاتا ہے، ابھی تمہیں کو سرزمین پر دیکھتے تھے، کو سیم ڈان میں آسمان پر نظر آئے گھٹتے، وہ عربی زبان کا شیدائی ہے، وہ ایسا صاحب ذہن تھا میں اس کی عبادت کو گیا تو اس نے کہا کہ بیٹو اور سندھ اس کے بعد اس نے ایک تفسیر کے چار بند مجھ کو سنائے اور انہی سے اس کی شاعرانہ قوت کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ ان کے بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے،

غرناطہ، آہ غرناطہ، تیری شان و شوکت میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ تیری ہڈیاں میں سے آسٹوں کے سوا اور کیا رہ گیا ہے، جو خری سلطنت کے کھنڈوں پر رہی ہے، تیری نیم صبح صرف آہ سر ہے،

غرناطہ، آہ غرناطہ، تو صرف ایک دیران کہنڈا ہے، سنوڈ کے لوگ میرے معیبت زدہ فرزندوں کو فریقہ لکھتے ہیں، اور وہاں میرے فرزند ان کے خوف سے رہتے ہیں، نہیں لکھا "امیدی سے رہتے ہیں،

غرناطہ، آہ غرناطہ! آہ بر باد ہوا اور یہ کس قدر حشرناک بر باد ہے، موج ان کے لئے دوتی اور آہ سر دہری ہے، جب اس کی ڈنڈا بانی ہوئی آنکھیں

تک پہنچ چکی ہے۔ اگرچہ کثرت تصنیف کسی مصنف کی کوئی خاص نصیبت نہیں ہے۔ لیکن اس شاعر نے کثرت تصنیف کے ساتھ عربی تصنیف

تو اس نے اس کو گوارا نہیں کیا۔ اور عربی زبان میں جو اس کو بہت عہد ہے۔ ان الفاظ کے کہنے کی خواہش کی، جبکہ اس کے بعض دوستوں کو معلوم ہوا کہ ابن عرب کے ساتھ اس کی عبت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ ایک بار میں نے اس کو دیکھا کہ مدینہ کی سڑکوں پر عربی لباس پہنے ہوئے گھوم رہا ہے، عام طور پر اگرچہ وہ مغربی وضع میں رہتا ہے لیکن اس کے اندر عربی دل کی دہرک محسوس ہوتی ہے، اس نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ بہتین پتھر پتھر تکشن اس غرض کیلئے کر لیا۔ کہ غرناطہ میں عربی ادب و تاریخ کی تعلیم کیلئے ایک مفیضان ان یونیورسٹی قائم کیجیو، صاف

ان کو نظر آتی ہیں، اس نے میرے سامنے یہ اشارہ کر کے تو اس کی آنکھوں میں آنسو بہا، اور جب وہ اس کو ختم کر چکا۔ تو ہر ایک غامضی طاری ہو گئی جو رنج و غم سے مریز بنی، اس کو خود یہ قصیدہ بہت محبوب ہے اور جو جیسے اس کے انداز میں کہنے جاتے ہیں، ان میں اس کو یاد دہنہ پڑھتا ہے، صرف یہی نہیں کہ وہ اس عربی جوین و تغاغر کا اظہار صرف ابن عرب کے سامنے کرتا ہے، بلکہ وہ تمام مجالس میں ابن عرب کی یاد خواہی کرتا ہے۔ اور لڑنے لڑنے کی صفت پر اہل نہیں کرتا۔ میں نے جب اس کو اپنی تصویر دی اور اس پر چٹائی زبان میں جس کو وہ سمجھتا ہے بطور تہنید وقفہ کے کچھ الفاظ کہنے چاہے

قریش کی نمائندہ علی جماعت

”ندوة القریش“

تقریباً ۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۷ کو دفتر رسالہ ”بلاغ“ امرتسر میں اجتماع ہوا اور منشی فضل کریم صاحب ریڈر کی صدارت میں کامیابی شریعت ہولی جلسہ کے سکریٹری حکیم شہاب الدین صاحب مدیر ”بلاغ“ منتخب ہوئے، اور قریب پایا۔ کہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل لمبے کالج دہلی کی تحریک عملی حامد پہلے کے لئے ”ندوة القریش“ کے نام سے قومی باڈی قائم کیجئے اور مقاصد و مضابطہ ترتیب دیکر عملی کام شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ قریشی محمد علی صاحب رتقی، قریشی محمد تعلیم صاحب گرواد قانوں گو، منشی فضل کریم صاحب، حکیم طالب علی صاحب وٹری انشپر۔ بابو احمد صاحب آئسن قانوں گو، پرنسپل مجلس متقنہ بنائی گئی، اور ترتیب قواعد و مضابطہ کا کام اس کے سپرد کیا گیا۔

مختار ہوا کہ جب تک مستقل انتخاب عہدیداران میں نہ آئے حکیم شہاب الدین صاحب فرٹن سکریٹری انجام دیں،

دوسرا اجلاس مولوی محمد علی صاحب (ہایا) کی صدارت میں ۵ فروری سنہ ۱۳۵۷ کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ قریب پایا

”قریش“ میں من حیث القوم اقوام عالم سے بہت پیمانہ ہے، تعلیم و تجارت میں، صنعت و حرفت میں، زراعت و دفاعت میں، تبلیغ و اشاعت میں اس کا درجہ درجہ اولیٰ بنا۔ لیکن ابھی شار میں نہیں، ابھی پستی، لاچری و عدم قومی نے اس کی تمام نقیشتیں اور تمام خوبیاں مسخ کر دیں، شیرازہ بکھر گیا۔ قریش سلب ہو گئیں، مذہبی منہ آسن گئے، افتادہ آدھ ہوئے اور ملت جلنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی، اور شیت ازدی سے ”القریش“ کا وجود پر دے کا رہا۔ اور تانہی نقیر حسین صاحب غادوقی خدا ان کا ہندو کر کے کمر بستہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ طعنہ زن انگلیاں ٹوک کر غاسر سے چبیدہ لگیں۔ خفتہ و خوابیدہ قوم میں آثار بیداری پیدا کر دے گئے۔ اب خون میں پھین اور درگ محبت میں جو سن و دل لہ ہے، لیکن کوئی نمائندہ علی جماعت نہ بنی کہ شاہراہ پر لانے کی پیہم سامی سے کام لیکر یہی رشتہ قوم کو ترقی پذیر فرستے، اقوام کے درون بدوش لاکھڑا کر دیں۔ ایک ”مجلس قریشیان پنجاب“ کا فی ثقی۔ مختلف صوبوں اور مختلف سرکوں میں ایسی جماعتوں کی ضرورت ہے، لہذا احساس برادران

برکت عطا کرے۔ آمین“

شیخ عبد الحمید صاحب گردوارہ، بابو عبد الحمید صاحب جرنیل کلک لائل پور، بابو عبدالغفر صاحب سب انسپکٹر پولیس نے اپنے اپنے علاقہ کے قریشیوں کو ندوہ کا ممبر بنانے اور رقوم چندہ وصول کر کے پھونچنے کے معنی دے سکے، جس پر ان کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور قراء پایاکہ خادم مہرئی اور رسید یکیں حسب فرمادت رسیدی جائیں،

۲۰ مارچ سنہ ۱۲۸۵ھ کو ”ندوۃ القریش“ کا ایک وفد بابو احمد صاحب کی قیادت میں خان بہادر خواجہ محمد غلام صادق صاحب قرضی زمین مغلیم صدر میونسپلٹی امرت سر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ندوہ کی صدارت پیش کی، آپ نہایت خلوص و ہمدردی سے پیش آئے اور بعد قنل وعدہ کیا۔ لیکن میں قومی خدمات میں آپ کا ساتھ دینے کے لئے بہرہ جو تیار ہوں اور جو خدمت ہی آپ میرے سرور کوں گے، میں اسے خوشی انجام دوں گا۔ تمام کے زراعتی حقوق اور دیگر امور پر بہت دیر تک گفت و گو ہونے کے بعد خدمت سبست واپس آ گیا۔

”ندوہ“ کا سردار اندہ ایک اور مختصر دورہ بھی کر چکا ہے اور شیرازہ بندی کے لئے ہر اسکا فی کوششیں میں میں لائی جا رہی ہیں، جمیع برادران قرضی کا فرض ہے کہ وہ اپنی قومی ضروریات پیش نظر رکھتے ہوئے ”ندوہ“ کی رکنیت قبول کریں، خادم مہرئی اور مفتاح مدثر ”ندوۃ القریش“ امرت سر سے مفت مل سکتے ہیں،

نیا زمند

محمد طفیل کلیم فاروقی

جوائنٹ سکریٹری

”ندوۃ القریش“ ایسی خاص خاندان کی موقوفہ گروہ برادرانہ نہ ہوگی یہ اپنے علی کاردار سے قریش کی ہر گروہ کا ندوہ بانڈی ثابت کرنے کا غرض رکھتی ہے، قوم کو نامفہم جماعت کی ادب ضرورت ہے، لہذا ہی خزانہ قوم کا فرض ہے کہ وہ اس کی رکنیت قبول کرے اس کی آواز کو بلند والا بنائے کلکوش سے کارپردازان ندوہ کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں،

امیر

کے کسی نام نہاد آل، اندھا انجمن کی پروا نہ کرتے ہوئے مستعدی کے ساتھ وسیع جائزہ پلام کیا جائے اور انجمن ندوہ کا گہوارہ کبھی خاص خاندان تک محدود نہ رہتا چلے، قومی تنظیم کے لئے خاص ذرائع میں سے جائیں، ارتق و ترقی کے ساتھ ساتھ کی جائے۔ کہ وہ ”ندوہ“ کی ترقی کے لئے کارپردازان ندوہ کی خاص انجمن مدد کریں،

اتحاد عبداللہ الدین فی الحال نہ کیا جائے۔ سکریٹری کی صدارت کے لئے نیاز مند جوائنٹ سکریٹری منتخب کیا گیا۔

قرار پایا۔ کہ ہر ممبر سے چندہ وفد ایک روپیہ اور چندہ مہرئی سالانہ پیر لیا جائے کرے۔ چنانچہ جلد حاضرین نے اپنا اپنا چندہ اور رقوم جمعیت اسی وقت ادا کریں،

تیسرا اجلاس ۱۴ مارچ سنہ ۱۲۸۵ھ کو قرضی محمد امین صاحب مدتی تشکیل ارختی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ گذشتہ اجلاس کی کارروائی کمفرم ہوئی، حاضرین کی تعداد پچاس نفوس کے قریب تھی، مقامی انجمن کے متعلق بہت دیر تک گفت و گو ہوئی رہی۔ بعض اصحاب نے اس کے رقوم پر پُر زور تقریریں کیں اور اس کا حازرہ لینے کی تحریک کی،

تاں بہ قاضی فیروز حسین صاحب ریٹائرڈ مستوفی کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سکریٹری صاحب نے اعتراف خدمات میں الفاظ ذیل رزومیشن میں کیا۔ جو بالاتفاق پاس ہوا اور نتیجہ ہوا کہ نقول اخبارات کو قرضی اشاعت اور ایک نفع قاضی صاحب کی خدمت میں انور اطلاع بھی جائے،

”رز دیشن“

”ندوۃ القریش“ کا ہر اجلاس قوم کے سچے ہمدوم محترم قاضی فیروز حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی کو جو افادہ کی ان اڑائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے راسیت کے ادھکا قریشیت کی دھجیاں بکھیرنے میں علمی جہاد کی صورت میں مستہ تہمینی بکار ڈکے حوالوں سے انجام دی ہیں، اندر و دلت کی نظر سے دیکھتا ہوا قوم کی طرف سے آپ کا صدق دل کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا سے تبارک و تعالیٰ آپ کے عزم میں پیش از پیش

تعارفات

ڈاکٹر محبوب عالم قریشی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے آزدی پر روتی ہے

بڑی شکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ در پیدا

بچے ہائے ہوتی ہے کہ میں قوم کے مایہ ناز فرزند ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی کے سوانح حیات قلبیہ کروں، ناظرین کرام موصوف کی تصویر دیکھ کر ان کے عادات و اطوار، مستندی و ذہانت و نجابت و شرافت کا بخوبی اندازہ کر لیں گے، بانی ادصاف میں ان قیادہ ان اصحاب پر چوڑتا ہوں، جو اس فن میں ملکہ صاحب رکھتے ہیں،

خانہ ان موضع چک منٹانی تحصیل نکودہ ضلع جالندھر میں صدیقی رزیدہ اور وطن کا ایک گہرا ہے، جس میں کئی اولوالعزم علمائے کرام اشہر اتفاق طیب اد بلند پایہ خطیب ہو گئے ہیں، مولوی مفتی شاہ دین صاحب قریشی اسی خاندان کے درخشاں ستارے تھے، اور مولوی عجمید صاحب قریشی مفتی لدھیانہ اسی خاندان کے ستارے تھے، مولوی شاہ دین صاحب مرحوم نے اپنے برادر محترم مولوی نظام الدین صاحب قریشی کے ہمراہ لدھیانہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، اہل شہر نے ان کی قدردانی اور انہیں مفتی شہر منتخب کر لیا۔ مولوی شاہ دین کے بڑے کوئی اولاد نہیں رہی تھی، اس لئے انہوں نے اپنی اکلوتی بیٹی کا نکاح اپنے برادر محترم کے بیٹے بیٹے مولوی عبدالعزیز صاحب قریشی کے ساتھ کر دیا۔

پیدائش ڈاکٹر صاحب کی پیدائش کا غرضی چوٹے سے گاؤں چک منٹانی اور تمام کو حاصل ہے، ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء بروز پیر یہ غرض خاندان کیم عدم سے عالم شہر میں جلوہ گر ہوئے، درمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ بعض احباب نے مہینہ کی نسبت سے آپ کا نام محمد رمضان رکھنا چاہا۔ لیکن ماں کی محبت اور باپ کی شفقت نے محبوب عالم تجویز کیا، مولوی شاہ دین صاحب دعا کیا کرتے تھے کہ ابھی میرا نواسہ خوش نصیب اور بلند اقبال ہو، لیکن ابھی آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی۔ کہ نانا میں دار خانی سوسلٹ فرم گئے۔

لدھیانہ میں آمد چند سال چک منٹانی میں اپنے آبائی گھر میں پرورش پائی، آپ کے سب سے پہلے استاد مولوی محمد علی صاحب قریشی ہیں۔ جو آپ کی خانہ داری و روایات کو زندہ و برقرار رکھنے کے لئے چک منٹانی میں سکونت پذیر ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالعزیز صاحب قریشی ان دنوں لدھیانہ ریلوے پولیس میں میڈیکل انسپل تھے، اس لئے آپ اپنی والدہ مکرمہ کے ہمراہ لدھیانہ لائے گئے، جہاں دیدہ والد نے دینی و دنیوی ہر دو قسم کی تعلیم سے اپنے ذریعہ کو بہرہ ور کرنا شروع کیا، دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے آپ کھیل سکول میں داخل کر دیے گئے، اور دینی تعلیمیں دیکھنے لگی، ابھی آپ چوتھی جماعت میں ہی تھے اور ابھی آپ کی تیرہویں سال گرہ بھی نہ ہوئی تھی۔ کہ والدہ ایک دہائی مرنے کا شکار ہو کر حشر کے لئے دانش سفارت دیکھیں، آپ پر والدہ کی جدائی کا شانہ گزری، اور آپ مفہوم دینی لگے، لیکن تعلیم کا شوق بدستور تھا۔ اس لئے آپ جماعت میں اپنے دیگر ہم جماعتوں سے اچھے نمروں پر پاس ہوتے رہے، چند سال اسی حالت میں بسر ہوئے، بعد میں والد نے دوسری شاہی کر لی، سوتیلی والدہ اگرچہ طرح آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتی، لیکن اچھا دل نہ بھٹاتا نہ سیلا، نہانہ کے اتفاقات، بعض اوقات کس قدر تلخ ہوتے ہیں، کہ آپ ایسی میسرنگ کا استعان بھی نہ دینے پائے تھے کہ درپ کی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔

فوجی ملازمت والد پولیس میں ملازم تھے ہی، اپنے کو بھی سپر گری کا شوق پیدا ہوا اور آپ والدین کو اطلاع دے بغیر فوج میں بھرتی ہو کر ضعیف آباد چھوڑ دی، پوچھ گئے، والدین نے جرحہ زور مارا چاروں طرف تلاش کی، مگر محو ہر مقصد، اہتہ نہ کیا، آخر والدین نے دلبر صبر کا پتھر باندھا اور دعا کی۔ کہ خیر ہمارے زندگی کی مساع کو اپنی اماں میں رکھو، ناگاہ فیض آئے و چادری سے نوحہ کشم کا خط آتا ہے، کہ میں فوج میں بھرتی ہو گیا ہوں، والد ایک سرو آہ بھری اور کہا، اب چھپتے کیا موت جب چڑیاں چمکائیں کہیں، آپ فوج میں تقریباً ایک سال ملازم رہے، اور قلیل عرصہ میں آپ ناگہا بنا دئے گئے، ساتھ ہی مزید ترقی کا یقین دلایا گیا۔ لیکن والد ذوق پسر

امرت سر سے جاری ہے، آپ بہت سرور ہوئے اور کس رسالہ کی منتظر
سادین میں شامل ہو گئے، اور اب آپ نے پوری سندی سے مرہوں
کے خلاف قلعی جہاد شروع کر دیا، اخبارِ زمیں "د" اور رسالہ "القریش"
میں متعدد مضامین شائع کرائے، مرہوں نے آپ کے ناموں پر حملہ
کیا اور گنہام خطوط لکھے۔ لیکن آپ ان کیدز بہیکوں میں ذرا بھی ہراسا
نہ ہوئے، اور مستقل مزاجی سے قوم کی خدمات انجام دیتے رہے، انجن
قریشیان پنجاب نے آپ کو اعزازی رکن منتخب کیا، آپ نے اپنی قوم کو
بیدار کرنے کے لئے قابل قدر مضامین سپرد قلم فرمائے، اور "القریش" کی
توسیع اشاعت کی کوشش کی، آج کل آپ اپنی قوم کا ایک نفع اشنان
اجلاس منعقد کرانے میں سعی و کوشاں ہیں، آپ اپنے پہلو میں ایک ایسا
درومند دل رکھتے ہیں جس میں مشعر قریش کو میدانِ ترقی میں گامزن
رکھنے کی تڑپ انہیں ہر وقت بے تاب کئے رکھتی ہے، واقعی ایسی سہتی کا
کاروبار، مردہ قوم کے لئے نعمتات سے ہے،

خواجہ رفیع محمد نقی لدھیانوی

القریش آپ کی قومی خدمات کو بلند دل معترف
ہے، اور دعا کرتا ہے کہ خدا ایسے ولد اور قوم سپر گرم علی فرج
کے اور سلامت رکھے اور دلچسپ باتوں کے رول میں بھی اس
قسم کا جذبہ پیدا کرے۔ انڈیا

ڈاکٹر محبوب الم قریشی

جن کو اصلاحات اپنی قوم کی مطلوب ہیں، وہ ذاتی ملک و ملت ڈاکٹر محبوب ہیں
نیک طبیعت ہیں جاشک اور خوش دل ہیں، ان کی خدمات حمیدہ سب کی سب محبوب ہیں
جذبہ حب وطن سے کس قدر مجذوب ہیں
حریت کشی کی یہ سرگرمیاں کیا خوب ہیں

فیض

خطا دکات بت میں خریداری نیر کا حوالہ دیا کریں، انجو۔

سے نہایت جیاب تھے اور بیٹہ کی جدائی میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے
تھے، چنانچہ آپ کو حکم ہوا کہ جس طرح ہی ہو سکے جلد واپس گہر آجاؤ۔ وہیں
کے حکم کی تعمیل میں آپ نے اس عازت سے مستغفرا دیدیا اور لدھیانہ واپس
آگئے، والد نے سینہ سے لگا ہوا بھی روئے اور بیٹہ کو بھی ڈلایا۔
شادی خانہ آبادی آپ کے خاوند ڈاکٹر محبت علی صاحب قریشی و ندان
ساز جاندھر کے گھر آپ کی شادی ہوئی، ندان بعد آپ و ندان سازی کا کام
سیکھنے کی غرض سے اپنے سسرال کے ماں چلے گئے، تین سال تک آپ
و ماں رہے، آخر نے کماں محنت و جانفشانی اپنے داماد کو کام سکھایا
اس کے بعد آپ لدھیانہ واپس چلے آئے اور چھ ماہ اندر میں و ندان سازی
کا کام شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ گزرتے پر آپ نے اپنا کاروبار محلہ مرجیہ
میں تبدیل کر لیا اور یہاں ایک رہائی و داخانہ کھول دیا، اس جگہ آپ کا
کام چلا اور خوب چلا، آپ نے ہزاروں روپے کی جائداد پیدا کی۔ خزانے
مال بھی دیا، سلیقہ شمار سہی بھی دی اور ذوالا بھی، چنانچہ اس وقت
رویشے اور ایک بیٹی آپ کے گہر کا اجالا ہیں،

شہرت چند سال سے آپ نے سسے سی تحریکوں میں حصہ لینا شروع
کیا۔ تحریروں و تقریر کے ذریعہ ملک، ملت کی خدمت کی، لدھیانہ میں سیاسی
مباری پیدا کرنے میں آپ نے خاص حصہ لیا جس سے آپ سیاسی اور ادبی
میں احترام کی نصرت، پیچھے جانے لگے، گذشتہ سال آپ کا ٹکڑا کینی کے
سکرٹری تھے اور اس سال خدمت کینی کے مستند منتخب ہوئے ہیں۔ اس
وقت آسمان شہرت پر آچکا نام آفتاب جہاناب کی مانند چمک رہا ہے
قومی خدمات جب آپ کو مدم ہوا کہ پنجاب کے مراہی ہی قریشیت
کے مدعی ہیں تو آپ سخت متوجہ ہوئے اور کہا کہ اگر ایسی ...
اتواں عوبیت اور قریشیت کی دعویدار ہونے لگیں تو پھر قریشیت کا حسنہ
ہی ماننا ہے۔ چنانچہ آپ نے اخبار "زمیندار" مجریہ ۱۰ اپریل ۱۳۸۵ء میں
ایک پُر زور مضمون لکھا، جس میں اس بات کو واضح کیا کہ مرہوں کو
قریشیت سے دور کی نسبت بھی نہیں ہے، اس پر پنجاب کے مراہی بہت
سرخ پا ہوئے اور آپ پر اندازِ جنیت عربی کا دعوئے ادا کر دیا۔ اور پھر وہ
ہی کہہ سکتے ہو کہ واپس بھی لے لیا۔ آپ نے اپنے ایک عزیز کی زبانی سنا
کہ جس قوم سے آپ تعلق رکھتے ہیں، اس کا ایک ماہور رسالہ "القریش"

قریشین نجات کے لیے جہاں

(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی مدعیانوی)

آپ کو قوم کی محبت اور اسلام کی عظمت کا خیال نہ آیا تو یاد رکھو ،
نہ اٹھے تو قریشی رہائی مٹ جائے گا
نہ ہوگی داستان ملک ہر مہادیہ دستانہیں
"ابن مسریہ" نے کہا ہے : "آپ کو دعوت مل دی ، آپ کا فرض
تھا کہ اس کو قبول کر لیں"

قریش ہر اشاعت میں آپ کی حبشی اور بے قہری پر آمنا جاتا ہے
کبھی آپ کے دونوں گہریوں تک اس کے نالہ و شہنہ کی آواز پہنچی ،
کبھی آپ نے اپنے فراموش کو محسوس کیا ، کبھی آپ کی دگر قریشیت جن
میں آئی ؟

کبھی اسے فوج اس قریشی تدبیر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں پر تو جس کا جو کونا ہوا
اس میں تو شک نہیں کہ اس وقت تک جو آواز انہی وہ صدایہ ثابت
ہوئی ، لیکن سر بہری زیادہ و صدیک قائم نہیں رہی چاہیے ، کیونکہ
یہ غفلتیں بیا دکھ دوزخ و کسب نہیں
دھندلے سے کچھ نساں ہیں ڈر کر کہ نہ تھیں

، ، ذری سند عا کی اشاعت کے "القریش" میں راقم الحروف تین قابل عمل
تجاذیر میں کو چکا ہے ۔ کیا قوم ان کو مدد عطا بھیجی ، کیا قوم اس سنجہ
عمل پر چکر عندہ اس مشرک دور کی ۔ دل گواہی دیتا ہے کہ گزشتہ گیارہ گزشتہ
حالات نقیض کرتے ہیں کہ قریش کی عظمت کا نفاذ بچنے والا ہے ، قدرت
یقین دلا رہی ہے کہ وہ ضرور ساتھ دیگی ،
اس لئے

میں ان احباب سے جن کے دل میں قومی ہمدی سرجن ہے ، اپنی کرتا ہوں
کہ وہ پوری قوت کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑیں اور دنیا کا ایک نئے
دور کا بنیام دیں ۔ یہی محبوب عالم کہہ رہا ہے
یہی رونق بھیجے ہیں بیانات

آٹھ ، کہ اب ہزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشترق و مغرب میں تیری دور کا آغاز ہے
(از جناب ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قریشی)

اس وقت جبکہ ہندوستانی قومیں بیدار ہو رہی ہیں ، اس وقت جبکہ
ہندوستان کی "نفا" بیدار ہو جاوے گا بنام دے رہی ہے ، اس وقت
جبکہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک "قوم قوم" کا رنگ اٹا جا جا رہا
ہے ، اس وقت جبکہ دنیا کی نگاہیں قوم قریش پر لگی ہوئی ہیں ، اس وقت
جبکہ پنج اور اچوت قومیں عربیت اور قریشیت کی وعیدار ہو رہی ہیں ،
فرزندان قریش خواب خوشی میں سوئے ہوئے ہیں ، ذاتی اختلافات
کی وجہ سے چھٹے پڑے ہیں ، ایک دوسرے کے غن کے پنا سے ہو رہے ہیں
اور سچ پوچھئے تو بزرگوں کے نام کو بڑھ لگا رہے ہیں ، کبھی ان کے ناموس
پر تھک ہو گئے ، کبھی ان کو محفوظ و منسل بنایا جاتا ہے ، کبھی ان کو قومی حقوق
سے محروم کر دیا جاتا ہے ، کبھی ان کے خلاف شرمناک غلط
بیانات لگائی جاتی ہیں ، لیکن یہ ہیں کہ جگہ کے نام نہیں لیتے اور شرمسوس
تک نہیں ہوتے ،

اگر چند سے ہی حالت رہی تو حقیقت انہیں سنیں ہے کہ ہمایہ قومیں
ہیں اذیت کی نگاہ سے دیکھیں گی ، تاریخ کے صفحات پر ہادی پہنچنے کی امتنا
کبھی جائیگی ، آئندہ انہیں ہم پرست نہیں کی اور ہم اپنے آبا و اجداد کی
شانہ و خصوصیات پر نہ مٹنے والا دھبہ لگانے کے ذمہ دار ہونگے ، اس لئے
ضرورت ہے کہ اس جہد و سکوت کو ترک کر دیا جائے ، قوم میں احتساب
و اتفاق کا جذبہ پیدا کیا جائے ، ضرورت ہے کہ قوم کے منتشر شیرازہ کو
مجھے کر کے ایک مضبوط طاقت پیدا کی جائے ، ضرورت ہے کہ قوم منظم
ہو جائے ، ضرورت ہے کہ ہم وقت کو غنیمت جانیں اور اپنی قسمت کے عمل
کی تعمیر کے لئے ایک نیا جہد و جدوجہد شروع کر دیں ،

قومی ہیائیو ! بزرگو اور دستو ! اگر اس گئے گزے وقت میں بھی

تایخ کا ایک ورق

ہمیں، الفرض الفطزل نے اپنے رائس کے لئے صوغط پسند کیا، جو ۳۰۰۰ فٹ سطح سمندر سے بلند مقام پر واقع تھا۔ اور جہاں انسان ہمدقت اور گرد کے متاثر سے لطفاً نمودار ہو سکتا تھا۔

اسی جگہ الفطزل کا جو بنیاد نور نظریہ عثمان پیدا ہوا جس کے نام سے قوم عثمان مشہور ہوئی اور جس کی سامی نے اپنی قوم کی عظمت میں چار چاند لگھا دیئے، سلطنت عثمانیہ کی ابتدائی حالت کا بھر نقشہ کھینچنا آسان نہیں، لیکن اس کی ترقی کی رفت و سلطنت کی دور سے تیز تر تھی اور اس کی حکومت کا استقلال سکندر کی حکومت سے زیادہ دیر پا، یہ ترکوں کی آخری گر عالی شان سلطنت تھی جس کی بنیاد شجاعت کے نئے بچوں سے ڈالی گئی تھی، لیکن وہ بیچ رفتہ رفتہ پودہ اور پودے سے ایک تناور درخت بن کر اپنی شاخوں سے دور دور پرپ کے ساحلوں پر غنیمت کی روک تھام کے لئے یک حصار و مفت دیوار کا کام کرنے لگا تھا۔ بعض مؤرخین کے نقطہ نگاہ میں سلطنت عثمانیہ کا آغاز سترہ سہ سے ہوتا ہے جبکہ سلطان علاء الدین نے عثمان کو غلنت و جادش عنایت کیا۔

سلطان عثمان

بہاد الفطزل جب دنیائے نابیدار سے رخصت ہوا۔ تو سن ۱۲۷۱ء میں اس کا ہر حصہ نیریشا عثمان چک یا "خلف عثمان" تخت و تاج کا وارث ہوا۔ اس کے باپ کے ہمد و دربی نے تاج پوشی کی چند برس ادا کر کے اس کو سردار سلطنت سے ملوا دیا۔ فوجان عثمان نے سلطنت کے کاروبار کو خوشحالی سے انجام دیا اپنے نام کا سک جاری کیا اور مطلق ہستان ہو کر سرانمزداری کرتے لگا۔ سن ۱۲۷۶ء لغرانیوں کے ایک جرات شکر کو شکست فاش دیکر اپنی مدد و سلطنت کو بحیوہ اسود و یک وسیع کر دیا، وہ دوزمیک کی چوٹی چوٹی سلطنتوں میں جب ان کے پہنچے ہوئے آفتاب کی مشاعیں عکس مکن ہونے لگیں۔ تو جیگر ترکوں کے نام ان کا دل تیز لگا دیاں تک کہ یہودیوں اور نصیرانیوں کے بچے روز را کر جب ماؤں کا ہک میں دم کر دیتے تھے، تو وہ ترکوں کا نام لے کر انہیں خوف و قلاتی

تقریباً تیرہویں صدی کے آغاز میں ایک گروہ جنگی لوگوں میں نامادی حوزہ معزین تھا۔ صحرا فوری کی حالت میں اتفاقاً اناطولیہ کی سرزمین پر دایرہ چلا اس قائد کا سردار الفطزل ہمت و شجاعت کے گہڑے پر سوار تھا، ان خانہ بدوشوں نے میدان اناطولیہ میں دو فوجوں کو بھیر بیکار دیکھا جن سے یہ قطعاً ناواقف تھے اور وہ ان سے بالکل نا آشنا، الفطزل مظلوموں کی آہ و زاری نہ دیکھ سکا اور اس نے کر زور سپاہیوں کا ساتھ دینا اپنا سرخ سمجھا۔ چنانچہ اس تاؤ غیبی نے ہارتے ہوؤں کی قدرت کا یوں پانسہ پٹا کر شکست سے فتح کا جامہ پہنا۔ فاتح فوج نے اپنے حسن کی جائے بود و باش دریافت کی، چنانچہ استقلال و حقیقت معلوم ہوئی، اور الفطزل نے ان کی رام کمانی سنی، وہ وہ علاء الدین سلجوقی کی سپاہ ثابت ہوئی۔ جن کی لشکر حملہ آوردوں سے منہ بہ منہ ہو رہی تھی سلطان علاء الدین نا آشنا ہمد و جاد کر دیدہ جان ہوا، اور الفطزل کے کاندھوں پر دست شفقت، کہہ کر اس کی عنایتوں کے صد میں تہڑی جاگیر اور کچھ مال و زر عطا کیا۔ جاگیر میں شکی شہر اور شیا الفطزل کے سبز ہوا، ام سلطان علاء الدین کے سلطنت کے شمال مغرب میں اور سلطنت یونان کی سرحد پر واقع تھا۔ ان ترک شرافت خانہ بدوشوں نے اس جگہ ایک مختصر سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور اپنی آئندہ فسلوں کا پیش خیمہ تیار کیا، ایک دن اسی مکی شہر کے گوارہ میں پٹے ہوئے تھیں سو تمام یورپ کا لب اثنا۔ اور ان کی شجاعت و دلیری کے کائناتے چاروں اہل عالم میں روز روشن کی طرح مشہور ہوئے۔

عسکی شہر اب و محل کی دور سے بہت بریں کا ایک خطہ ہے، جہاں قدرت کی تمام خیر نگہیاں ایک کونہ میں بند ہیں، ایک طرف چشمہ شیریں رواں دوں ہیں، دوسری طرف کوہ و کوسار، اپنی بلندی پر ناناں ہیں لگی و مگر اچمن لالہ زاد جس کا کوئی حد نہ حساب، رنگ برنگ کی پلین پیچ و تاب کمانی ہوئی سپہر بریں کی جانب پٹی جا رہی ہیں اور شجہد چمن انواع و اقسام کے میوہ جات سے پڑا اپنے صانع کی یاد میں سرسبز و

مرحمت کی، علم و ہنر سے اسے خاص محبت تھی، چنانچہ اپنی سلطنت میں جا بجا عربی و درگاہیں کھول کر علوم و معارف کی ہنریں جاری کیں۔ جن کے میناروں کی بلندی سے تکبیر کی صدا میں مغنا میں تقدیس پیدا کرتی تھیں، آذر خاں کے دور حکومت میں ہر چار طرف فتح و کامرانی کے شادانے بجتے تھے۔ یہ ترکی سلاطین میں پہلا شخص تھا جس نے بحری مسافٹے کر کے یورپ کے مشرقی ساحل پر اپنے قدم چلے اور اپنے باشندوں کے لئے یورپ کے فتوحات کا دروازہ کٹا دیا، بازنطین فتح کر کے گیلی پولی پر قبضہ کیا اور ادریشیا میں "علکو گمنہ" "ایس" سمندر جیسے نامی شہروں پر ترکوں کا کامل تسلط ہوا۔ کلک کے قلعہ کا اس نے محاصرہ کیا۔

اور عرصہ کی جدوجہد کے بعد وہاں اپنا جھنڈا نصب کیا۔ جنگ و جدال میں عموماً مرد، عورتیں اور بچے دشمنوں کے ہاتھ آتے ہیں اور وہ انہیں گناہ کر کے گناہ کنوں کے ہاتھ سے جانتے ہیں۔ زمانہ گزشتہ میں بعض قومیں ان قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنا کر فروخت کرتی تھیں، بعض انہیں ترسیف کر کے اپنی تھنیر کی پائیں سمجھاتی تھیں، غریب، سیران جنگ، اپنی چشم بینا سے مقدر کے کرستے دیکھ کر کہتے تھے، ان میں سے کوئی بہتس جیا انول موتی ہو کر عین القدر ہو گئے کاج و تخت کی زینت ہوتا تھا اور کوئی ایاز کی طرح گئے کا مار گولی گردان گردان کی گردشوں میں اگر مصیبت کے قحط خیز سمندر میں غوطہ زن ہوتا تھا۔ لیکن انصاف سے آذر خاں کے دور باد میں ان بے برگ و خزانہ یوں کی وکالت کی اور محسوس نے پر زور سفارش کی۔ چنانچہ شریف خراج سلطان نے جینیری یا دینچوری، یا نئی فوج کی بنیاد ڈالی، جس میں زوجات اسیر ہوتی تھیں کرسپ گری کی منیم حاصل کرتے تھے اور گزرا دہانہ لگی بھر کرتے تھے لیکن انہیں شاہی جیاد کی سخت مخالفت تھی اور نواب اسی لئے جنگ میں بخت و ہراس باوردی سے رستے تھے۔ سال ۱۵۰۶ء کی حکومت کے بعد شاہ ذی جاہ آذر خاں فرشتہ موت کی رہنمائی پر ۱۵۱۷ء میں سوئے مد مداندہ ہوا۔ اور اپنے پاک جنت اور روشن کارناموں کے غیر فانی نقوش جریدہ عالم پر ثبت کر گیا۔

سید احمد کاظمی
سی شہ

نہیں اور معصوم اسے بہشت کے خادمین ہو جاتے تھے، مسلمانوں میں ترکوں نے میانیوں پر شک و کشتی کی اور سلطان عثمان کی وفات سے ذرا پہلے برصغیر آیا۔ سلطان ذی شان کی روح قفس مغربی سے پرواز کر کے برصغیر ہی کے مشہور و معروف باغ میں آسودہ ہوئی۔ اس وقت سے ابنک یہ رسم چلی آ رہی ہے، مگر تقریباً تمام سلاطین دولت عثمانیہ وفات کے بعد اسی جگہ مدفون ہوتے ہیں،

ترک قوم ہمیشہ اپنے بانی سلطنت کا بڑا احترام کرتی ہے اور اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے آج بھی اس کے وقت ہر نئے سلطان کو عثمان کی مرصع تلواریں سے زینت دیتا ہے،

سلطان آذر خاں

عثمان کے انتقال کے بعد اس کا فرزند مہتر آذر خاں اپنی عمر کے چھ ماہ میں سال تخت عثمانیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ وہ دنیا کے پر شریف و فرزاد سے واقف تھا اور اس کا جرس و مانع جنگ و جدال کے تجربوں سے مالا مال تھا، آذر خاں نے تخت حکومت پر قدم رکھنے سے پیشتر ایک ماہ میں تجربوں کی حاکم بنی اور دوسرے ماہ میں آذر خاں کا رتلوار سنبھالی، مہراں اپنے آذر خاں کو ایام طفولیت میں جد نفوز جنگ سے آراستہ اور مردہ علوم کے در و قدس سے مرتق کر دیا تھا۔ اس سلطان والا بتا کے سپہ سالاری اور بیادری شہزادگی کے زمانہ ہی میں اہم نشر و تھی، اگرچہ مگر کارزار میں یہ عثمان کے ہر کام ہوتا تھا۔ کبھی سپر مدی کے زیر سایہ ترک سپاہیوں کی ہمت افزائی کرتا، کبھی ہوا کے گھوڑے پر سوار غنیمت کی صفوں کو چیرتا ہوا قلب لشکر میں پہنچتا تھا۔ اور اس کی فرزند مردانگی پر غرور و نصرت سوسو بارشار ہوتی تھی، اس کی سخاوت اور بڑل و بار کا یہ عالم تھا کہ ایک گنگا بہر ہی تھی۔ اور جس حاجت مند کو دل چاہے، مستغنی ہو، عدل و انصاف کا یہ حال کہ محد و دشمنی سے سرسبز تاج نہ کرتا تھا، جس سلطنت کی باب نے بنیاد ڈالی آذر خاں نے اس پر ایک عالی شان قصر کی مستحکم دیواریں کھڑی کر کے زمانہ کی زینت کرتی پر اس کی تکمیل کا بار چھڑوایا، آذر خاں نے مصلحت و ادب کا لہجہ عسکری شہر سے بردسا منتقل کیا۔ اپنے بانی علاؤ الدین کو دیر میور کر کے امور سلطنت کا اذدوان بنایا اور جب زمانہ گئی نے بیانی کے ساتھ و فائز کی تو کوف افوس ملکہ سلیمان پاشا کو اس کی جگہ

میری سرگزشت

ڈانٹوں کے تڑکے سننا۔ جن سے سب سے سعادت میں ہی اضافہ ہو جانا۔
 کبھی کبھی جب میں تنہا سیر کو جانا تو کسی آہٹ کے کنارے وہاں کے خطر کی
 خوبصورتی پر غور بھی کر دیتا۔ جس سے اردو تازہ ہو جاتی اور عادت بھی پوری
 ہو رہی !

عوام میں میرا اصلی نام تو یہاں بیٹ کم معلوم تھا، اس لئے جس نام سے مجھے موسوم کیا گیا، وہ "ماسٹر" اور "سٹر" تھا اور شاید جہاں کے جس حصہ میں جہاں جہاں جانے کا مجھے اتفاق ہوا یہ نام ہی میرے ساتھ ہی گیا اور اب تک بھی وہاں ہی مشہور چلا آتا ہے۔

دادی نرمی کی اراضیات متعدد ندیوں اور ذریعے کلاچی کے ایک نادر سے سیراب ہوتی ہیں، لیکن زمین پتھریلی ہے، اس لئے کاشت محدود ہے۔ پیرشاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ قریب ہی اڑائی میں کے فاصلہ پر واقع ہے، جس کی وجہ سے اس کی بہت بڑھ گئی ہے، کیونکہ جبالاؤں اور کھجی کے اکثر حصوں سے مختلف قبائل زیارت کو آتے ہیں، میں بھی کئی مرتبہ گیا اور فائدہ ٹرھا۔

سزاوارگو ہر خاں چونکہ کسی ایک مقام پر بہت دنوں تک قیام نہیں کرتا تا
اس لئے ۱۳، اپریل ۱۹۶۸ء کو بروز جمعہ ہم زیدی سے خضدار میں پہنچے
جو پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ خضدار مختلف صدقوں میں گیا اور بولا جاتا
ہے، جیسا کہ خضدار، خوشدار، غزدار، خزار، خضار، قصدا
اور گسدا،

اگرچہ عروب خاتین کے زانے سے پیشتر کی اس ملک کی تاریخ مذہبی کی میں ہے۔ لیکن عربوں کے بعد حکومت کے آغاز سے خضدہ کی سرزمین بہت سحر اہم واقعات کی حامل ہے اور اس سحافہ سے خضدہ کی تاریخ و حقیقت قرآن، یا جہلا وان کی تاریخ سے،

ایرانی ماسخ توران کا نام دیا ہے کس کے بارے میں کون سا ملک سے تیز کر کے لئے جو اس کے جذب کی جانب راقتہ ہیں استعمال کرتا ہے، اس لئے یہ ممکن ہے کہ قلات کے گرد نواح کے ملک کا نام توران تھا۔

تاریخی رنگیں
قاسمی فیض حسین صاحب فاروقی کے ذہنی حالات اور قلم
منبر ۲

مجددہ اناتقی پر میری نفوذی میجر ایچ۔ ایم ٹیپس پرنسپل بحیثیت قنات اور
رئس جہاد بیوروام سی۔ آئی۔ ای پرنسپل ایڈوآزر کی صوابہ پرگی گئی تھی
اس لئے میرے زیدی پر پونچنے سے پیشتر ہی عوام میں یہ سوشلی پیادہ چکی تھی
کہ باپ بیٹا یعنی گوہر و یوسف کے طوق میں پر نہاد۔ رکھنے کے لئے فرنگی نے
ایک مستحق و معز کر دیا ہے۔ بجاہیکہ اس برگمائی میں کوئی صداقت نہ تھی،
قطع نظر اس کے گوہر خاں بذات خود میدان سیاست کا ایک پڑا ناگہاگ تھا
اس لئے وہ غافل نہ تھا۔ اذیں قبل حالات میں میری بڑی مصلحت فی اودست
پر عمل پیرا رہا، ہی خرم مصلحت تھا۔

تدوین میسے وقت کا بیشتر حصان کے ہمراہ سیر و شکار میں صرف ہو
 گا جس کی وجہ سے رفتہ رفتہ میں نے گھوڑے کی سواری کی مشق بھی بہت پختہ
 میں جب تین چار سال کی عمر کا بنا۔ تو میرا دادا جان نے میرے کہینے
 کے لئے سب سے پہلے جو کھدے بنائے وہ لکڑی کی ایک چوٹی سی تھوڑا او
 لکڑی کا ایک چوٹا سا گھڑانا۔ یہاں اُکر میں نے اپنے گرد پیش چرواہوں
 تک کے اُس بھی حماد تلواریں دیکھیں، جو جہد جو ہستہ کی حکومت کو یاد دلاتی
 تھیں اور توہنے اور بند تھیں جو رات ان کے کندھوں پر لٹکتی رہتی تھیں، اناؤ
 شاہ کے زمانہ کا پتہ دیتی تھیں، میں ان کو دیکھ کر اسی ہی چوٹی تو لود کو یاد کیا
 کرتا تھا۔

سعدی علماء میں جبکہ میں ہنوز سکول میں پڑھا کرتا تھا۔ اسی وقت سے میرے
کو اخبار پڑھنے اور فنِ تقریر کا شوق ہوتا۔ اور اسی کاغذ سے سکول کے نمایاں طلبہ
کی نہایت میں سیرانام ہی ہوتا۔ اخبار کا قویاں کوئی انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ اگر
میں جب کبھی دل چاہتا۔ اس کی کسر یوں پوری کر لیتا۔ کہ سیرانام اس میں جو فارسی
میں لکھ کر رکھتے۔ کیونکہ میں اردو ہی زبان نہیں جانتا تھا۔ اس ملک کی گذشتہ
حکومت کے افسانہ میں جبر و استبداد کی انگلیں گھڑا کر رکھیں۔

اس امر کے کہ اس میں وہ قومیں آباد ہیں جو دہلی کے کسی کی بری جانب کی ہیں
ازمنہ انصاف میں خندانہ ایک نہایت ہی اہم مقام رہا ہے۔ جہاں لوگوں کے ملک
کے قدیم صلہ باشندوں اور ان کے اس کام کو مباد رکھا جاتا۔ جو آج تک
چلا آتا ہے، ساتویں صدی عیسوی میں سندھ کے رائے خاندان کی سلطنت
تندر، سیستان، سیلان اور قیقان کی چاروں طرف تک پھیلی ہوئی تھی۔ قیقان
کبھی قلات کے گرد و نواح میں تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اور موجودہ شہر
نال ایک ہی میں، اگرچہ اس صورت میں ان دونوں سالہ بلوچستان سندھ میں
شمار کیا جاتا تھا اور مابین سندھ کے قبضے میں تھا، اس وقت کے جغرافیہ میں
کوئی حکم بلوچستان کے نام سے نہیں ملتا، بلکہ کرمان اور سیستان سے
سندھ کی حدود ملی ہوئی تھیں، عربوں کی تشریف آوری کے بعد سندھ کے
رائے خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ قازان بنی امیہ میں سے سب سے
پہلا خلیفہ امیر معاویہؓ ہوا جس کا بعد خلافت سلیمان سے لیکر شمس الدین
دہلوی نے عبدالمعین سردار کو چاند نواز سوار دیکر مذکورہ سرحد پر جو قیقان دیکھا
کی طرف تھی۔ حاکم مقرر کیا۔ لکھنؤ میں نے شکر اسلام گشت دی اور حاکم
بن محمد و شہید ہوا جبکہ سنان بن سلا مقرر کیا گیا۔ وہ کیا کان کی طرف
بڑا اور کامیابی و فتح حاصل کر گیا تھا۔ پھر پورے یہاں کے لوگوں نے خدا
کا کر اسے شہید کر دیا۔

بعض لکھتے ہیں کہ سنان قصداً کو فتح کر چکا تھا۔ مگر شہزادوں نے
شامت اٹھال سے پھر بغاوت کر دی اور اپنے انہوں سے آفت میں مبتلا ہوئے
سنان نے بد فتح قصداً میں قیام اختیار کر لیا، یہاں تک کہ دہلی میں
نے اسے آغوشِ صمد کے خوابوں میں ملا دیا، شاعر اس کے مرثیہ میں

خَلَّی بِقَصْدٍ مَا ضَعْفِي هَا فِي الْقَبْرِ نَقْلٌ مَعَ الْقَائِلِينَ
وَلَقَدْ قَصْدًا وَأَعْنَابًا أَيْ نَحْنُ دُنْيَا أَهْبَتْ وَرِثَیْ
اقتصاد میں داخل ہوا پھر جو دیکھا تو قبر میں تھا، مجاہدین کے ساتھ وہیں نہ آیا،
اسرا اسرا، اقتصاد اور اس کی داوی اکیس جوان کو دنیا و دین نے قبر کے پر کر دیا،
بہر کیف سنان بن سلا کی شہادت یا وفات کے بعد ۹۷ھ میں معاویہ کی
خلافت میں المنذر بن اجمار و عبدی (منذر بن جاد و عبدی) جس کی
سلا انصاف یا بدصی یا نورا یا نور یا بلوچ تھی،

کینت، اب ہاتھ رہتی دہلی کرمان مقرر ہو کر فوج کشی سندھ کا سفر وار
بنا گیا، اس نے آتے ہی قوتان اور قیقان پر فوج کشی کی اور فتح پائی اگر
کے بعد پھر بڑھ کر خندانہ کو تسخیر کیا۔ خندانہ یا قندھار ان بلاد میں سے ہے
جو مکر فتح کئے گئے۔

بلادہی ایک عربی شاعر کا حوالہ دیتا ہے، جو خندانہ کو ذکر نہایت جوش
کے ساتھ ان افغانوں کرتا ہے۔ کہ خندانہ کیا ہی خوبصورت ملک و آباد
اس کے باشندے کتنے متین ہیں،

خندانہ کی دہلی حیثیت بھلا اس کے کو طاقان براہ درہ مولیٰ، کرمان
اور قندھار کے راستہ کے نکلنے کی جگہ ہے، عرب مجاہدین کی دہلیک گھا
میں کم بہت نہ رہ سکتی تھی، مزید برآں اس کی مستی آب و ہوائ نے جو زناؤں
گرم اور نہ زیادہ سرد ہے، غائب عربوں کے لئے اس مقام کو خندھیت کے
ساتھ خوش آمد اور مرحوب بنا دیا تھا۔

عباسی خلیفہ بغداد المستنصر بالله کے زمانہ خلافت میں عمر نے خندانہ
کا گزرتا، مندرجہ موجودہ گندھار و داند علاقہ کچی کے باشندوں کو خندانہ
میں منتقل کر دیا۔

ابن حوقل نے جب ۳۷۵ھ کے قریب دہلی سندھ کو دیکھا تو اس
نے خندانہ کو ایک علیحدہ حکومت کے تحت پایہ لیکن جب اسی سیاح نے
ہندوستان کو ۳۷۵ھ میں دوبارہ دیکھا تو لکھتا ہے کہ خندانہ پر ایک
عرب حسین بن احمد حکومت کرتا تھا، جو قیقان میں حکومت دیکھتا تھا اور
نمازوں میں خلیفہ عباسی خلیفہ کے نام پڑا جاتا تھا۔

کئی صدیوں سے گزرنے اور کئی ایک درمیانی حکومتوں کو دیکھنے کے بعد
اب خندانہ قلات کے نائب کا بیٹا کوہ شہر ہے، اور اسی نام کی داوی میں
داند ہے، عربوں کے ایام حکومت میں یہ تو ان کی چوٹی کی سلطنت کا بڑا
شہر تھا، جو ایک چھوٹے سے قلعہ سے محصور تھا کیا ہوا تھا۔ مندرجہ قلعہ غالباً وہ
چوٹی تھی، جو داوی کے اوپر ہے جس کو دہلی کہتے ہیں،

شہر خندانہ ۲۷ درجہ ۲۴ دقیقہ شمال اور ۶۶ درجہ ۲۷ دقیقہ مشرق تھا،
سطح سمندر سے چار ہزار چھ سو فٹ کی اونچائی پر ہے، یہ کچی سے کرمان اور قلات

سے عبدخلافت سلطنت ۳۷۵ھ تا ۳۷۵ھ
موجودہ نال جس کو میں نے ۳۷۵ھ میں دیکھا سردار بنیر جو کا صدر مقام

نازک خیالیاں

جین میں غم جو چنگے پکارا بھی میں خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

تیا محن

سوائے فخر شکار عندیہ کہیں خدش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

بقول

ملا ہے رنگ اندر گوناسے میں کو خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

آفتخ

بزدل رکبت کیچہ کالی کر میں خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

امکان

ترانہ بزم توڑے میں ای صبا لیکن خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

آثر

کئی زبانیں جو سوس کو گلیں تو کیا خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

انہیں

کیسے ہرے انجم شب کو کتنوں میں خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

امصر

زبانِ عالم کی کہتی ہے راز میں خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

ختم

زبان گنگ ہوئی میں طبیعت کی خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

تجوید

گدگد کو ملتا ہے لطف زبان میں ملتا خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

باغ

زمانہ لاکھ دکھائے زبان کے جوہر خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

تاب

چمن میں لالوں پر سوس ہی ہندو خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

تشریق

بغیر گوشِ حقیقت نیش ای گھمبیں خوش پیروں کا حسن بیاں نہیں ملتا

شہیر

سے بیک کی جڑی شکر برادہ ہے اور کوثر (علاقہ کچی) سے نو میں اور تات سے ایک سو دس میں کے فاصلہ پر ہے۔ اس میں ایک کاٹھ ہے جو سرحد دارخان صاحب (دھان قلات) نے شش ماہ میں بنوایا تھا۔ جب کہ وہ مسجد کے قائم سے برسرِ پکار تھے۔

یہاں اپنے کاٹھی نہ یوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن موسمِ خزاں اور گرمی میں محنت کے لئے مقرر سمجھا جاتا ہے۔

آہ! میدانِ جنگ کہوں۔ ہار و فتح۔ میں نے اس شکارِ قطعہ راہی کو ہی دیکھا۔ جہاں خضدار کے حبشی خاقین بٹے بڑے پھروں کے بیچے سبتہ کی سیٹی بندے سے پڑے ہیں۔ یہی ویشیخ اسلام کے پروانے اور پرچمِ جہاد تھے۔ جہوں نے اپنے خون سے اس سرزمین کو سنبھالا اور اسلام سے شہ کیا۔ اب اگرچہ ان کی حکومت یہاں نہیں رہی۔ مگر اس سرزمین کا ایک ایک ذرہ ان کی عظمت و شوکت کا نشیہ و خواں ہے۔

قبروں کے نشانات بہت کم باقی ہیں۔ میں نے وہاں کے ساتھ فخر پڑا۔ عربوں کے بعض وہ قبائل جو انہیں میں توڑ میں ٹکڑے ہوئے۔ اب ان کی موجودہ نسلیں رسم و رواج، قول و فعل اور زمانہ کے محاسن سے دیگر اقوام میں مل گئی اور عالمی اور مسندہ زمانہ کے ایک حد تک ان کو یہ بھلا دیا ہے کہ وہ کن و اہلین کے غریب اور کہاں سے وٹ کر آئے، گوجرانوالہ، فاضلہ، فیضیہ، سہیل، غازی، کیم پری مشہور، رشتہ دوستی

سہ والے مسجد کا اقداب ہے

تِلْكَ الْيَامِ مَدَّوْ لَهَا بَيْتَ النَّاسِ

رائڈن، ڈبلیو، مل کا نامہ نگار ایس سے ایک برقی پیام اطلاع دینا ہے کہ میں آج کیمز میں تھرا کار باسل میں گیا۔ اور عثمانی شہزادوں کے قلعہ عبد الحمید ثانی سے ملا۔ ۷۰ برس سے سلطان موصوف کیمز میں گوشہ نشین ہیں۔ اور ان کے امراء و قارب انکو ہمیشہ سلطان کے لقب سے مخاطب کرتے ہیں۔ سلطان نے مجھ سے فرمایا کہ اہل عثمان پر جو معائب نازل ہوئی اور ان کی جائدادوں اور حقوق کو جس طرح غصب کیا گیا ہے اس یورپ کے لوگ بوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ جس جہاد میں شہزادوں کا

میں مسلمانوں کی طرف سے یہاں تک پہنچا ہے۔ اس کے بعد سلطان نے فرمایا کہ اس کی حیثیت میں اس کو

خیالی سخن

اجلاس

اتفاقاً ایک محفل میں ہوا مسید گدز ہو گیا میں وقف حیرت دیکھ محفل بیکر
جمعیت کچھ اہل دانش تھے وہاں کچھ بالبال اپنی اپنی جہارک نہیں سوتا ریشخیاں
کوئی صوفی کوئی شاعر کوئی تناسخیں منطقی ہٹا کوئی کوئی ماہر صلیم سیاں
کوئی تنہا کمال حدت کوئی ہٹا کیا ادیب کوئی تنہا ماہر ریاضی کا کوئی عارف طیب
اک طرف کچھ فلسفی تھے اک طرف قانوندان دکنش و بچپ تنہا ہر ایک طرز میاں
مسند و پیش تنہا اس خاکدان دہر کا اپنی اپنی کہہ رہا تاج و داں موجود تھا

سفر افوار ندی یہ جہاں ہے لاکلام
شوق ہی جلوہ فرمایا سیر غامی میں ہے
پر تو لورازاں ہیں یہ زمیں و آسمان
شاعر خیریں میاں پھر اس طرح گویا ہوا
حسن و جہم غامی عشق و روح رواں
"کچھ نہیں دیناے غامی عشق و الفت کسوا
ہے انہی سے منضبط شیرازہ برزم جہاں"

پھر توجہ ایک انہا اور کی یہ گفتگو
کب ہی دنیا کی غامی اور کب ساز حیا
سخت حیرت میں ہیں لیکن سید کچھ کینتار
بات اتنی باری تحقیق کو بونچی مسند و
کون ہے لیکن وہ کب کو ہے تہ متا نہیں
رات دن مٹی کی جھوکوں میں ہی اک جستجو
روح پرور کب کو ہے یہ نغمہ زار کائنات
کب سے قائم آسمان کب کو قائم ہو زمین
ہے سبب عالم اسباب کا کوئی ضرور
آسمان کو اس کا سکون یا غمگناہی نہیں

سن کسب کی گفتگو میں جو حیرت گہرا
کچھ بھی ہو دیناے غامی بات ہے اتنی ضرور
ہے کسی کی شان غمگناہی کا یہ ازلے تلوار
جلد یا اس سخن سے دل میں یہ کہتا ہوا

سب سے پہلے اس طرح گویا ہوا اک فلسفی
ذرا تھے خاک میں سرایہ دار کائنات
مختلف دکتوں میں راہیں گویا یقین
چند دروں پر پلے خاکدان دہر کی
گرمش ذرات ہی پر ہے دار کائنات
ہے حقیقت یہ کہ ہمیں شک گناہیں نہیں

ٹھکے یہ قانون اس اک اس طرح کہنے لگا
ان کو اگر منضبط قانون ہے اس دہر کا
بس ہی قانون پر دنیا کا ہے وار و دار
گردش ذرات سے ہم کو نہیں کچھ واسطہ
منہمصر ہے ہم کے دہر اپنا وراثت
ہے کوئی مخلوق دنیا میں نہ ہو پردہ کا

ماہر علم ریاضی اٹھ کے یوں گویا ہوا
نکلی ہی پونہمصر ہے بس وجود کائنات
کچھ نہیں دنیا مرقع جو نقطہ نکال کا
شکل ہی ہر ایک خود ہی جمع ذات صفا

کس بجا ان خوش خطیے دار

عالمی کتبہ بی۔ اے

میر امن "مہربانی۔ آپ ہی سری کبھی روز کھانی ہوں"
خاوند "میں نے آج ایک ہندرا اپنی بیوی کو بطور تحفہ دی ہے"
دوست "ماں بار خوب سوچی اب وہ تنہا ہی عدم موجودگی
میں کبھی ادا اس نہ ہو گی"

نمکدان ظرافت

میزاٹن "بیوی آج کب پکے"
بیوی "سری اور کبھی ٹھیکہ کھا کر جاتا"

میں نے کیا دیکھا

(جناب خان احمد عین خاں صاحب دیر شہانک قلم سے)

غرض اسی تاریکی میں گہر سے باہر نکلا۔ لیکن نہ تو میزان نہ نازنیاں شبینہ
کا کبھی نشان پایا، تمام عالم صبح کا ذب کی طرح تاریک تھا، ایک دو لمحہ
توقف کر کے ایک جانب دوڑا نہ ہوا۔

۳

میں نے چند قدم طے کئے تھے، ایک حوائے و مشتاک میں پہنچا۔ اس
وقت آفتاب نکلا اور غبار آلودہ نکلا۔ ناگاہ دور سے دیکھا کہ چند نفر کربہ
منظر کو تازہ کیا، نام، لباس سیاہ، پیٹے مہری طرف آ رہے ہیں۔ جب
قرب آئے تو جب کہ آواز بجائے، ان میں ایک مرد ان کا افسر معلوم
ہوتا تھا، میں نے دیکھا کہ اسے شخص تو کون ہے؟ اور مجھ سے کیا مطلب

رکھتا ہے، اس نے کہا میں اپنا حال عالی میں گزارش کر رہا ہوں۔ پہلے آپ
بیان فرمائیں کہ آپ شہنشاہ نعل میں کیسے دار رہے، آپ مجھے اجنبی
معلوم ہوتے ہیں، میں نے اپنی سرگزشت بیان کی تو وہ شخص ہلکا کر کے
اس علاقہ کے حاکم کا فرستادہ ہوں، اسے سعادت کہ آپ یہاں تشریف
لائے، آپ میرے ہمراہ چلے اور ان کے کلبہ تادیک کو مندر فرمائیے،
میں اس کے ساتھ ہوا، چاؤں کا افسر جیسے شہر میں لے گیا اور ہم حاکم
شہر کے مکان میں داخل ہوئے، میں نے تمام نطائے شہر کو سیاہ کر دیا اور

کربہ منظر دیکھا۔ حتیٰ کہ حاکم شہر بھی اسی شکل کا سیاہ مطلق تھا۔ میری دہسیر
نے اس کان میں کچھ جھپک کر کہا۔ حاکم شہر نے سر ہلایا اور پیر ملاؤں کو حکم
دیا کہ اس تازہ دار دہان کو حاکم میں بھجوا کر اڈ اور موافق رسم شہر بدر
وہ شاک پہنچاؤ اسے اپنا داماد بنائیں گے، میں نے یہ سن کر نفل چھایا کہ بڑا
خدا یہ کیا بھائی ہے میں تو شادی شدہ ہوں اور از روئے حماقت دو تین
شادیاں کر چکا ہوں، اب مجھے شادی کی ضرورت نہیں، مجھے اس عزت کو
حفاظت رکھنا چاہئے، غل کا مضائقہ نہیں، لیکن کتنا ہونا میری صورت کو
ملک نہیں، یہ سن کر بیادوں کا افسر ہلکا کر کے شخص اب تو زحل میں ہے
اور اگر تو برضا و رغبت فرمانا ہمارے حاکم کا قبول نہ کرے گا۔ تو ہی وقت

تازہ شناس اور علم نجوم کے ماہر کہتے ہیں کہ آسمان کے سیاروں میں نعل
منوس ہے۔ سوال یہ ہے کہ زمین جو آفتاب اور آفتاب مشتری اور زریخ جیٹھا
اور زہرہ کی طرح ایک سیارہ ہے۔ کیا یہ نعل سے کم منوس ہے؟ میرا خیال تھا،
کہ خوشست زمین پر ختم ہے، اور خوشست میں زحل ہی کوہ ارض کی برابری نہیں رکھتا
اس لئے نعل سے میری آرزو تھی، کہ کسی طرح زحل میں جاؤں اور آنکھوں سے
دیکھ کر اصیقت معلوم کروں، جو زندہ یا مبدہ، آخر میری امید برائی جناب —
نے مجھے ایک رسم بتایا اور کہا کہ گوشت نہ کھانا، پاک اور باد مندر ہونا اور
ایک لاکھ بار دور کرنا، میں نے ان کے ارشاد کی تعمیل کی،

۴

یہ ایک مجھ پر غنڈگی طاری ہوئی، اور اس قسم کی تاریکی پیدا ہوئی۔ کہ
کوئی نئے نظریہ آتی تھی، مگر میں گہر کر اٹھ کھڑا ہوا اور تاریکی میں چلنے لگا،
اندھیرے میں جعفرت راہ طے تھی اس طرف جاتا تھا۔ آخر بڑا شکل و جراتی
تاریکی سے باہر نکلا اور ایسے مقام میں پہنچا۔ جہاں ہر چیز سیاہ مطلق تھی، انسان
مردان، چرند، پرند، درخت اور انجھار، کوچے اور بازار سب سیاہ تھے راہ
میں مجھے ایک سیاہ پوش ملا۔ اور بخندہ پیشانی مجھے اپنے گھڑے گیا۔ اور
ہمد تن بھائی اور مدارات میں معروف ہوا۔ جب مصل گرم ہوئی تو میں نے بچا
خدا م عزیزین پوش اپنے اپنے کام میں معروف اور سرگرم تھے، میں مونی
ہوں مجھے شراب تاب سے جسے شہر روشن گرداں کہتے ہیں نفرت ہے لیکن
میں نے دیکھا کہ اس بزم شراب مشک، آذر اور عنبر شہب پوشش فرما رہے
تھے، میں نے شراب سے پرہیز کیا۔ لیکن برکت کھانا کھایا اور پرزادہ انٹیکس
نعل کے نقش و رسم و دکھاوا دیکھا، رنگ طعام دغروف وغیرہ مشہا
کا سیاہ مطلق تھا، میں نے بعد ان فراغ طعام آرام کیا۔ جب آنکھ کھلی، دیکھا
کہ ہنوز شب باقی ہے، انچاد پر آنکھیں بند کر لیں، مگر نیند نہ آئی، آخر آواز
دی، کہ کوئی شیخ روشن کر دو، اس کسی نے جواب نہ دیا، میں نے خیال کیا
شاید یہ رات قیامت کی رات ہے اور کل آفتاب مغرب سے طلوع ہو گا۔

شہر بھایا اور کہا کہ ذاک خانہ کے نام حکم امتاعی خلاف قانون ہے اس طرح ذاک خانہ کے نظام میں مندرج آتا ہے، مئی آرڈر کا رد پر جب ملک دیون کو پڑنے فرسبندہ کا ہے اور دی بی کی رقم جو تمام سال کی اور بیگی ہے فرسبندہ کا جب تک اخبار نہ ملتا رہے حق گرفت ہے۔ حکم امتاعی سے کاروبار بند ہو جائیگا۔ مگر حاکم عدالت نے کہہ پروا نہ کی، اور نیا دیون کو حکم دیا۔ کہ دیون کو گرفتار کر کے دیوانی حالات میں بھیج دو، یہہ انصاف دیکھ کر میں کا پٹنے لگا۔ میرا یقین ہے کہ کوہ زمین پر اس قسم کا ظلم نہیں ہوتا۔ جو یکسر زمین میں سلسلہ بندی، اعتدال ذہب اور دیرہ داری ہے، اکثر حکام انھما دھند وارث گرفتاری بلا نون جاری کر دیتے ہیں، مگر کہہ سے کم ذاک خانہ میں خلاف ضابطہ حکم امتاعی بھیجے کی جارت نہیں کرتے، اس لئے جیسے یقین آگیا۔ کہ خوش میں زحل زمین سے بڑھ کر ہے اور اگر پردہ زمین پر بھی اس قسم کے حکم امتاعی ذاک خانہ کے نام جاری ہو رہے ہیں۔ جن کا بچے علم نہیں تو خوش میں زمین زحل سے بدتر ہے

۶

جب دیوانی کا کام ختم ہوا تو فرداری مقدمات کی باری آئی اور سب سے پہلے میرا چالان پیش ہوا۔ ستغنیہ میری منکوہ سوادہ تھی، اور میں اس کا خاوند ملزم، سوادہ جب اظہار دے رہی تھی تو اس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، اور اس کا دہن گندہ کف آلودہ تھا۔ ستغنیہ کے باپ اسے بعد شہادت استغاثہ قلعہ ہوئی، پھر میرا بیان ہوا اور مجھ سے صفائی طلب ہوئی مگر وہاں کون بنا جو میری بیگناہی ثابت کرتا اتنے میں حاکم عدالت کا غافلان فتن لے کر آگیا اور باسکٹ عدالت کے کمرے میں میز پر دھر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سیاہ کھن، سیاہ اندو نیلے سینڈک، کالے ناگ، ابلے ہوئے اور غیر شست تھے۔ حاکم عدالت نے یہ اس طرح زہر مار کئے، جیسے ہماری زمین کے امرا کباب ماہی، مرغ بریاں اور پٹنے ہوئے تیر کھاتے ہیں، پھر آدھ عین کا صیغہ گردانے لگا۔ اور کرک کر دیا تیرا جو م نہایت سنگین ہے اور تو سخت سزا مستوجب ہے تاکہ زحل کے باشندوں کو عبرت اور نصیحت ہو، ہم نے سنا ہے کہ کوہ ارض کے باشندے اپنی عورتوں کو چوڑے کتے ہیں، ہمارے پیارے میں یہ بدعت روا نہیں ہے، اگر تو اپنی اہلیہ سے صفائی مانگے اور وعدہ کرے کہ آئندہ اس کا

تیرا گوشت و پوست مقامین سے پرزہ پرزہ کر دیا جائے گا، یہ منگو جڑاؤ و قہر میں نے پہر کچھ نہ کہا اور سنیہ باس پن یا، حاکم کا خادم بھی پھر اس کے پاس لے گیا۔ اس دن وہ اس نے سر و قد تعلیم دی اور اپنے پاس بٹھالیا، تھوڑی دیر کے بعد نکاح خواں آیا اور بغیر اس کے کہ مجھ سے کچھ پوچھے، دیکھیں مطلق ہو کر غزوہ میرا نکاح حاکم کی دفتر سوادہ سے کر دیا۔ پھر جیسے حکمران کے اندر لے گئے، اور عروس کے پاس بٹھالیا،

۷

اب صلی کی مستدات بچے گہیرے ہوئے تھیں، اور طرح طرح کے شر غرضے کر رہی تھیں، آخر وہ سب کنارے ہو گئیں اور عروس نے چہرے پر سے نقاب دور کی، معاذ اللہ اس قسم کی شکل مکروہ نظر آئی کہ میں دیوانہ ہو گیا۔ دہن ایک عورت سیاہ و درختیہ وہ بہتیت اس شان کی دیکھی کہ گاہے غرضے نہ گذری تھی، میں نے بے اختیار اسے کانرہ مارا اور وہاں سے بہا گیا یہ حال دیکھ کر سوادہ کو فحشہ آگیا۔ اور اس نے عالم غیظ و غضب میں اہل خانہ کو آگاہ کر دیا۔ حاکم شہر یعنی میرے خسر کے خدمت گزار جو ب و چھتاں سے مسلح ہو کر میرے نقاب میں نکلے، اور سب سے آگے پیادوں کا لشکر تھا، جو مجھے در فلک کر لے گیا تھا، میں پا برس نہادہ دوڑ رہا تھا۔ اور وہ سب میرے نقاب میں خیز خیز چلے آتے تھے، آخر میرا سانس پھول گیا۔ دم چڑھ گیا اور حالات زفاد سلب ہو گئی، اور میں بیتاب ہو کر گر پڑا۔

۵

میرے خسر کے ملازم جیسے گزندہ بستہ وہیں لے گئے، زحل کے قانون کے بموجب داماد کا سرال سے مفرد ہونا سخت جرم تھا۔ میری منکوہ سوادہ آگ بھبھو کا ہو رہی تھی، اگر کینیزیں نہ روکتیں تو میری بوٹیاں فوج یقی، دوسرے دن بچے عدالت میں لے گئے، حاکم عدالت ملک الموت کی طرح ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ سب سے پہلے ایک دیوانی مقدمہ پیش ہوا۔ ڈگریا نے اجرائی درخواست دی، دیون مالک اخبار تھا، ڈگری کیلئے تھی۔ جو کسی حکمت ملی سے حاصل کی گئی تھی، عدالت نے حکم دیا۔ کہ دیون کے نام ڈاڈ گرفتاری اور قرضی جائداد جاری ہوں اور سب سے ہی ذاک خانہ کو لکھا جائے کہ جو منی آرڈر یا دی بی کو قسم آئے وہ دیون کو نہ لے، دیون نے بہت

گلدستہ رنگین

(مرتبہ خوبہ فیض لہ صیافی)

کہنے لگے کہ ادب ہی بھدا سا جانو گلے ہے خوب رہنمائی ہے دو کو رنگ

اقبال

ہو گیا مندر شاہ اسکو لاکھ سی در نہ کیوں ناخن بڑے اتار کر نشر ہو گئی

ظفر علی خاں

داتوں کو نہ ہونے کی راہ شیخ مناجاتی سوتے ہوئے چمکے گئے دہان خرابانی

ذوق

جوتی پہ ٹانگ دی ہو کر نافتاب کی جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

نفاذی

ہیں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہوتا افسوس کہ فرعون کو لالچ کی نہ سوجھی

اکبر

کار و عیش میں ہم دیں بڑی جو کچھ بد دہانتی یہ یہی ہیں کو گئے لندن کے بد

داعہ

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بھلا نیکی غالب یہ خیال اچھا کہ

غالب

جہنم لیتا میں سے خوشبو کی فدا کیا کروں بھوکو فرشتوں نے مجھے نہ دیا

داغ

ہم کو معلوم ہے روزخ کی حقیقت لیکن دل کے دھکا نیکی یہ خوف عذاب اچھا

فیض

اسلام کو جو کہنے میں پہلا بزرگ تیغ یہ بھی کہیں کے پہلی خدا کی بزرگ موت

ناسم

نہ سمجھا کر گزری اس بیت خود کو سمجھانے گپیں کر موم ہو جانا اگر تیر کو سمجھاتے

ناسم

سیراخن تما رنگ لایا بھی تو کیا لایا رنج فانی میں جہلا کے خجالت کا ہوا ہر کہ

شفیق

غلام بن کر ہے گا تیری بربت ہو سکتی ہے کیا تجھے بیوی کی غلامی منظور ہے؟
میں نے کافوں پر ہاتھ رکھا اور سوادہ دانت پیسنے لگی آخر کار حاکم عدالت
نے حکم سناد دیا۔

۷

عدالت کے جباروں نے حکم سن کر مجھے ایک کشتی میں سوار کیا اور لیماکر
دریائے حبیہ میں راکر دیا۔ میری کشتی میں ایک ہفتہ کا آؤد موجود تھا مگر
ہر کس کس کم سخت کو تھی کہ کچھ نہ کھاتا۔ غرض میں اس دریائے منہم اور بے
پایاں میں کشتی کے اندر سوار بعد یاس و ہراس طیانچہ داسے متوجہ کیا تھا جو اچلا
جاتا تھا۔ چہ دن اسی طرح گزر گئے اساتیس دن ایک کشتی دور سے نظر آئی
اہل سفینہ اپنی کشتی میری کشتی کے قریب لائے اور مجھے اپنی کشتی میں لے
لیا۔ یہ قزاق تھے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ رہزن ہیں تو سخت گھبرایا، مگر
اب میں ان کے بس میں تھا۔ وہ مجھے کشتی میں لے آئے اور مجھے ایک دفعت
کے نیچے بٹاکر شکار کی ٹاس میں پہاڑ پر چڑھ گئے، اگلا گھنٹہ کوہ پر ایک
اڈوائس آتش فشاں ایک جانب سے پیدا ہوا اور ایک ہی کشش نفس میں
سب کو ہلکا کر گیا۔ میں تدرتا دلیر ہوں، فردو سخت حکام اور فرعون
سرشت اشخاص کی کبھی پروا نہیں کرتا۔ لیکن اڈوائس نے کبھی نہ دیکھا تھا
اس وقت میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں دامن سے ہالکا اور ڈرنا
درزنا بیت اور ٹھٹھکیا۔ یکایک مجھے کسی چیز کی ٹھٹھکی اور میری آنکھ کھل
گئی۔ دیکھا تو اپنے کمرے میں موجود ہوں اور حضرت شاہ محمد عفت کی سجدہ
سے جو دن بڈنگ کے محاذ میں ہے موزن اذان دے رہا ہے، میں نے
امام دین اپنے پیش خدمت کو آواز دی اور کہا کہ سامان دعوت اٹھائے،
آئندہ اسم خوانی کی ضرورت نہیں ہے

ایک ہم ہیں کہ ہوسے ایسے بٹبان کہ ہیں

ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارمان ہو گئے

اطلاع! مدوۃ القریش کا دند مختلف مقامات پر
دورہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ اگر اس وفد کی معیت میں مجھے جانا
پڑا۔ تو سچ کا اقرار کرنا چاہیے کہ نہ تو جسکو کو شمش ضرور کی جائیگی۔
تاہم ناظرین یہ اطلاع نوٹ کریں و
بیانمند رونق

تنظیم مراسیت کی تاریخی حقیقت

(مجلد ۲۸)

اس سے قبل وضع کیا جا چکا ہے کہ میراثی اگرچہ مذہباً مسلمان ہیں لیکن بروئے نسب قدیم اچھوت سماج میں ڈیڑھ چار ہزار ناماشہور پارادیاہ اسنے آج اڈوم ہسترجوہ اور میراثی وغیرہ قوس شامل ہیں یہ سب ہندو ہیں لیکن ایک دوسرے کو چھوٹے نہیں اور وہ دینی بیٹی کا بیوپار کرتے ہیں۔

حال میں ۵ ہر دیکر کہ چپٹ رائے ٹکڑا مور میں مہاتما گاندھی کی زیر صدارت دولت ادوار کانفرنس کا جو اجلاس منعقد ہوا اس میں پنجاب بٹی بہار یوپی وغیرہ کے تین ہزار کے قریب مندوبین شریک ہوئے جن میں چار چوبیسے میراثی، بٹوال وغیرہ قوس کے نمائندے شامل تھے۔ بابو پرشوتم داس ٹنڈن نے اپنی تقریر میں انکو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ان کا اولین مقصد اچھوت کی لعنت کو دور کرنا ہے۔ پپ نے اچھوتوں کو تاکید کی کہ وہ ہندوؤں سے اپنے آپ کو علیحدہ نہ کریں بلکہ انہیں میں شامل رہیں مسٹر گاندھی جب خطبہ صدارت کے لئے کھڑے ہوئے تو اپنے کہا کہ جلسہ میں جتنے اچھوت شریک ہیں اپنا اپنا حق اونچا کریں اس پر بہت سے ہاتھ کھڑے ہو گئے دیکھو روزنامہ انقلاب لاہور ۲۷ ستمبر ۱۹۳۷ء

اب میراثی اس حقیقت پر متنبہ سے خود ہی اندازہ کر لیں کہ ان کے اچھوت سماج میں شامل ہونے کی یہ کس قدر حق شہادت ہے اور انہیں ان کا درجہ کیا بنے کیا تلف جو غیر پردہ کھولے

جادوہ جو سہرچڑھ کے پوئے

اب مراسیت کی اصل حقیقت کے متعلق ہر قسم کے مزید جزئیات منظر عام پر رکھی جاتی ہیں۔

ترجمہ اب کوشش کی جائے گی کہ میراسیوں کی تنظیم یا عدم تنظیم جس طرح بھی سمجھا جائے گی انہیں کے متعلق کچھ خاک کھینچا جائے۔ یہ بھائیوں کی تنظیم سے بھی زیادہ ہر ذریعہ رنجیدہ اور توجہ پسند ہے۔ بھٹاٹ میراثیوں پر حاوی ہیں اور ان سے الگ نہیں کئے جاسکتے۔

سنہ ۱۹۲۷ء سے لیکر جنوری سنہ ۱۹۳۷ء تک مختلف عنوانوں کے ماتحت ۷۴ ہمبر شائع ہو چکے ہیں اب جدید عنوانوں سے نیا بلاٹ شروع کیا جاتا ہے اور ہر دو مہینے ایک بار

راے میراثی۔ راے میراسی کا مقابلہ راے بھٹاٹ سے کیا جاسکتا ہے۔ وہ پڑھا لکھا آدمی ہوتا ہے۔ جو لوگوں کو ہندی حساب دیا کرتا ہے۔ کی طرح بھٹاٹ ہے۔ وہ شاعر بھی ہے۔ اور کبیت بناتا ہے۔

جیند میں راے جاتوں کے میراثی ہیں۔ یا شاید جاتوں کے میراسی راے کہلاتے ہیں۔ ہوشیار پور میں راے ہندو جات رہ کچھ کا دھوئے کرتے ہیں۔ جو مشروف یہ اسلام ہو گئے لیکن تبدیل مذہب کے بعد بھی انہوں نے کبت بنانے اور گانے کے کام کو جاری رکھا۔ ازمنہ قاضیہ میں باعتبار نسب برہمن ہونے حیثیت میں اور مقتدر اور مکران سرداروں سے وابستگی کا باعث

وہ میراسیوں کے معاشرتی توازن میں اعلیٰ سمجھے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے گروہ سے باہر شادی بیاہ نہیں کرتے لیکن اس ضلع میں وہ تعلیم نہیں دیتے۔

مگر جوہریں وہ ان تین امور کی تعلیم دیتے ہیں۔ اپنے مرتبوں و بھائیوں کے حسب نسب کو زبر کرتے ہیں۔ اور شادی بیاہ پر۔ اور تولد اولاد و زینہ کے موقع پر لاگ لیتے ہیں۔ بعض مقامات پر وہ کاوش کرتے ہیں۔ اور پٹواری بلکہ

فیملو خانوگروہ بھی جو جاتے ہیں۔ لیکن جملہ میراسی راے کہلاتے ہیں۔ جو ہر اپنی آہستہ اور مغاخرانہ طرز گفتگو کے مگر گورکھ پور میں راے کا مراسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بیان کیا جاتا ہے اور راے مسلمان ہوتا ہے۔ گیت اور کبت بناتا ہے۔ گنگ ایک راے تھا جو اکبر کے دربار سے وابستہ بنا

کیا جاتا ہے

میر میراسی تٹنا خواں نہیں لیکن لفظ میر لفظ ہر ایک میراسی پر لایا گیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میر میراسی اس وجہ سے کہلاتا ہے۔ کہ وہ امر

لا مراسی ہوتا ہے لیکن لہجہ میں میر میراسی کی یہ توجیہ کی جاتی ہے۔ کہ وہ

جھٹا ہاتھ میں لے کر اپنے پیر کلمہ داتا یا بندہ کے سخی سرو کی شان میں شعر پڑھتا ہے۔ شہروں اور دیہات کی گلیوں میں وہ باواں بندہ یہ کہتے ہوئے سے جاتے

نیں کہ وہاں گورو دودا ماما گنج دوا خیر ایس خزانے دی منگ دوا لاہور

میں وہ پڑے کلمے آدمی بیان کئے جاتے ہیں۔ جو مدح جاتے ہیں۔ وہ فارسی نیز عربی میں مدح گاتے ہیں۔ اور مدح خواں کہلاتے ہیں۔

ڈڈا آدمی وہ ہے جو ڈڈا لیا جاتا ہے۔ اور بہادر و فغان و مردگان کے کارنامے

گاتا ہے۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق یعنی طور پر اور کچھ معلوم نہیں۔ وہ لہجہ اور جیند میں اندونی طور پر بڑھ رہا ہے۔ منڈی میں اسکو جیند گوت اور تور قوم

ٹھکرہ بارہ کو پوچھتے ہیں۔ ”کرلو“ ان میں رائج ہے۔ وہ وراثت میں شریعت محمدی کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں اپنے بھائیوں کے گھروں میں دیگر مستورات کے ساتھ مل کر گاتی ہیں۔ وہ تمام گوتوں اور قوموں کے مراسیوں کے ساتھ کھاپی لیتے ہیں۔ لیکن وہ صرف حقہ اکٹھا پیتے ہیں وہ شادی میں تین گوتوں سے حمزہ رہتے ہیں۔ اور اپنے شیوران بھائیوں کی جگہ رسومات ادا کرتے ہیں۔ جب شیوران کسی اور گاؤں میں شادی رچانے کے لئے جاتا ہے۔ تو وہ اپنے گاؤں میں اپنی قوم کی تمام لڑکیوں کو ایک ایک روپیہ دیتا ہے۔ اور اس کو گاؤں کی ہر ایک ڈلڈی لڑکی کو بھی ایک ایک روپیہ دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ جاٹ اپنی اور ڈلڈی لڑکیوں سے یکساں سلوک کرتے ہیں۔

کلاوت باشور مراسی ہوتے ہیں۔ وہ تنورہ بجاتے اور گاتے ہیں۔ اور راجپوتوں کے مراسی کہے جاتے ہیں۔ وہ راگ میں خصوصیت سے دہریت طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اور مشہور تان سین جس کا مراثی تنورہ گوالیار میں دیکھا جاتا ہے۔ اسی گروہ کا ایک ممبر تھا۔ اس کی قبر ترمڑ کا ایک درخت ہے۔ جس کے پتے ایک گوسے کے بگڑے ہوئے گلے کا علاج ہیں۔ اگر وہ کڑوے ہوتے ہیں۔ اور کسی اور ایسے مریض کے لئے نقصان دہ ہیں۔ ان کو کلاوند بھی کہا جاتا ہے۔ اور وہ مسلمان ہوتے ہیں

گوجر نوالہ } قاضی فیروز حسین فاروقی
یکم فروری ۱۹۳۷ء } ریٹائرڈ مستوفی

دربار عباسیہ کے خطابات کپور تھلہ کو

فرمانروائے بہاول پور نے اپنے مصاحب خاص کپتان تید نظریلی کی سرفت ایک مراسلت میں دائیے کپور تھلہ کے ساتھ اپنی دلی عقیدت و موانست کا اظہار کرتے ہوئے سوز و ہلکا ہوا کپور تھلہ کو طائی تھے اور خطابات عطا فرمائے ہیں۔ مہاراجہ صاحب کپور تھلہ نے آپ کے اس دو شانہ عطیہ لطیف خاطر قبول کر کے ہو کے کپتان ند کو رکو ڈلڈی سور دپے اور خلعت عطا فرمائی۔

~~~~~

کامیان کیا جاتا ہے۔ اس ریاست میں وہ راجہ کی میز پر شاہیر کے کارنامے بیان کرتا ہے۔ لیکن ان کی مستورات اپنے مریضوں و بھائیوں کی خواہش کے سامنے دیگر مراسی عورتوں کی طرح ناچتی اور گاتی نہیں ہیں۔ تاہم وہ دوسرے مراسیوں سے نصف حاصل کرتا ہے۔ اور ان کے ساتھ شادی بیاہ کرتا ہے لیکن بڑے ڈلڈی کو ریاست سے رانا کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔ وہ نائید وگ لیتا ہے اور ریاست کے ہر کارہ کی طرح کام کرتا ہے۔ ڈلڈی کرڈا مراسیوں سے شادی بیاہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ کم درجے کے ہوتے ہیں لیکن طحہ ریاستوں کے راجپوتوں کے مراسیوں سے مل ملاپ کے خواہاں رہتے ہیں۔ نوپارویں صرف ڈلڈی ہی مراسی ہیں۔ اس ریاست میں وہ شیوران جاٹوں کے مراسی ہوتے ہیں۔ اور ان کے مربی (رجمان) انکو ادا کہتے ہیں۔ مگر وہ (مراسی) بچے ہی ہوں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ سمیر (سامبر) سے شیوران کے ساتھ گئے تھے۔ وہ رسومات کے موقع پر لاگ لیتے ہیں۔ مگر کا خدمت کرتے ہیں۔ اور فصل کی کٹائی کے موقع پر بطور مزدور کے حقہ کا حصہ لینے کے لئے کام کرتے ہیں۔ جاٹ ان کی بدعا سے ڈرتے ہیں۔ جب کوئی شخص مراسی کو شادی کے موقع پر کچھ نہ دے۔ تو مراسی چھتروں سے اُسکی شکل بناتا ہے۔ اور بانس کے ایک سرے سے باندھ کر گاؤں میں اُسے لٹھ پھرتا ہے۔ بعض اوقات وہ اُس شکل کو مارتا ہے۔ اور اپنے مربی (رجمان) کو ایسا بے عزت کرتا ہے۔ کہ وہ روپیہ دیکر اُسکے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہوتا ہے یہ ڈلڈی۔ ڈوٹھ۔ بانا اور ہر مراسیوں کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ڈوٹھ بکازیں رہتے ہیں۔ اور پونیا جاٹوں کے مراسی ہیں۔ پانا اور ہر مراسی جیسو کے علاقہ شیخاؤنی میں رہتے ہیں۔ جہاں وہ جاٹوں اور راجپوتوں کے مراسی ہیں۔ ڈلڈیوں کے بھی اپنے مراسی ہوتے ہیں، جن کو بھائی کہا جاتا ہے۔ اور جو صرف ڈلڈیوں ہی سے لاگ لیتے ہیں۔ ڈلڈیوں کے جو بدری سدھا اور گوٹھرا (گوٹھارا) گاؤں میں رہتے ہیں۔ جہاں پٹانیوں کی جاتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کی طرح حمد انبیاء کو مانتے ہیں۔ لیکن امام حسن و حسین پر خصوصیت سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ شادی کے موقع پر وہ پیٹے امام حسن و حسین اور فاطمہ کے اعزاز میں بطور نیاز حلا دیتے ہیں۔ شادی کے موقع پر جب گنگنا باندھا جاتا ہے۔ تو وہ خواجہ مین الدین (جمیری) اور خواجہ حاجب ملہ مراسیو۔ کیا یہ بھی نشان قرینیت ہے۔

## مقالات

انسان ایک آفتاب ہے۔ ہر جہاں تاب سے بڑھ کر جس کے انجوبہ  
دل کی آتش وہ تویر اور پیش رکھتی ہے۔ جو مقیاس اور مہار سے باہر نہ

مذہب خالص اور بے لوث خدا کے نزدیک تیسوں اور بیوہ عورتوں  
کی مصیبتوں میں شریک ہونا اور اپنے تئیں دنیا سے ملوث نہ کرنا ہے  
”جس اول“

رضائے الہی سے جو کچھ پیش آتا ہے۔ میں اس پر رضامند کہوں کہ  
میں خیال کرتا ہوں کہ جو کچھ میں پسند کروں گا۔ خدا تعالیٰ اس سے  
بہتر پسند کرتا ہے۔ ”پکٹیس“

”فقاء کے پاؤں بہت نازک ہیں کیونکہ وہ اپنے قدم زمین پر  
نہیں رکھتی بلکہ آدمیوں کے سر پر۔ جو مڑ“

محبت ایک نفرتی ناتار ہے۔ اور نفرتی ڈوری ہے۔ جو دو کو دل  
سے اور جگر کو جگر سے، نیز اجسم اور روح کو نازدہ دیتی ہے۔ ”واٹر سکاٹ“

موسیقی اصول فرائض انسانی کا ایک قانون ہے۔ جو تمام موجودات  
عالم میں روح چونک دیتا ہے۔ دل کو بال و پر انجیل کو طیران دیتا، غم کو  
سرت سے تبدیل کر دیتا ہے۔ اور ہر نئے میں جان ڈال دیتا ہے۔ یہ ایک  
جوہر نظام عالم ہے، اور ہر اچھی، بھلی اور خوبصورت شے کی طرف جس کا یہ  
خود ایک غیر مرئی مگر حیرت انگیز اور انہی جلوہ ہے۔ رہ غائی کرتا  
ہے۔ ”فلاطون“

کتاب میں ہر ایک خود دار انسان کے پاس کم از کم ہزار بیونی چائیں  
اور ہزار کتابیں ایک ایسی الاماری میں رکھی جاسکتی ہیں۔ جو ۱۳ فٹ  
بھی دس فٹ چوڑی اور چھ انچ گہری ہو۔ ”مارک پنس“

## نقد و نظر

سید علی کا خاص نمبر، صنف نازک کا مشہور رسالہ ہے چھٹی جلد کا پہلا اور  
دوسرا ہر نظام شائع کیا گیا ہے۔ اور خاص نمبر ہے، یہ رسالہ پہلے امرتسر سے  
نکلتا تھا۔ اب دفتر ہر مشتق کر دیا گیا ہے۔ جہاں اس کی حالت میں مستند  
تبدیلی ہو گئی ہے۔ اور پہلے کی نسبت بہتر صورت میں شائع ہونے لگا ہے،  
خاص نمبر کے معانی اور ہر کتابت و طباعت اور اس پر ترتیب و تنظیم کیا  
ہے ایک قابل ترفیع، رنگین تصویریں دی گئی ہیں، حجم زائد اسو صفحات،  
قیمت خاص نمبر ایک روپیہ، چند سالانہ ہے، غیر صاحب سہیلی لاہور  
سے منگائیے،

مسلمان۔ سوری عبدالجید صاحب خادم کی ادارت میں لاہور سے ماہوار  
نکلتا ہے، اشاعت اسلام کا فرض بطریق حسن و بجا ہے، اصلاح  
اخلاق و اعمال کے لئے ایک اچھا پرچم ہے۔ اور محنت سے ایڈٹ کیا  
جاتا ہے۔ قیمت سالانہ چار روپے، رسالہ مسلمان لاہور۔

شمس الاسلام۔ بیہرہ (نجات) سے منشی فہر احمد صاحب اختر کی زیر  
ادارت عالی میں جاری ہوا ہے، تیسرا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ خاص  
اسلامی رسالہ ہے، زیر تبصرہ فہر محنت سے ترتیب دیا گیا ہے، آمد تھلے  
کا پروردگار شمس الاسلام کے غم و استقلال میں برکت دے، اساتذہ  
۱۸ جولائی ۲۲ء جمع علاوہ سرورق، بہ صفحات، قیمت سالانہ چار روپے  
دراوہ ہے۔ سدرجہ پیش سے منگائیے،

سرگزشت۔ ایک سفرہ دار اخبار ہے جو علی گڑھ سے مسٹر ابرہیم  
بی۔ اے علیگ کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا ہے۔ محنت و کوفت سے ترتیب  
دیا جاتا ہے، اشاعت میں آرت چیر پر علی نقاد و بروہائی میں کتابت  
و طباعت دیدہ زیب، قیمت سالانہ تین روپے، سدرجہ پیش ملکتا ہے،  
طوفان۔ ایم غلام احمد صاحب مشیت، جرنلٹ کی ادارت میں لاہور  
سے ہفتہ وار نکلتا ہے، اسلامی حقوق کی فائنگ کی بطریق حسن کی جاتی ہے  
حالات حاضرہ پر بھی بہت کچھ لکھا جاتا ہے۔ کاوش و کوفت سے ترتیب  
دی جاتی ہے، چند سالانہ تین روپے،

پتہ۔ منجر طوفان لاہور،



۱۱۱ کی سہان

میں ذات قرنی، حادث نبوی طاعت کرم موافقت خاص  
مکمل کوشش کے ذریعہ قبول ہوئی تھی، خاصا ایک مکتبہ کی  
رہنمائی میں، مگر جس کی ضرورت کو قربت اور صفات ۷  
عرفت بیان کر کے نیز قرآن مجید کا مکتبہ عربیت کو، مکمل  
مقتضیٰ عرفیوں کے گمان میں ہے، پس یہی اپنی کار برد ہے  
مکتبہ عقاب، بلکہ طاعت نبوت لکھا گیا ہے، جس کی  
وہ اس وقت چلے مکتبہ میں سلطان مکتبہ عربیہ، مکتبہ  
میں بہت زیادہ کتاب طاعت و عرفت مکتبہ عربیہ  
مکتبہ عربیہ، مکتبہ عربیہ، مکتبہ عربیہ، مکتبہ عربیہ  
مکتبہ عربیہ، مکتبہ عربیہ، مکتبہ عربیہ، مکتبہ عربیہ

میں نے اپنے ہاتھ سے کتب خانہ مفتاح القریش " امرتسر۔

غور کی شو کام

قلمتے

الْحَافِظِ مِنْ زَكَاةٍ اِنِّیْ فِیْ جَبَلِکُمْ عِوَاذًا وَفَاِذَا لَیْلٌ کَرِیْمٌ عَزَّ الَّذِیْ

میں نے یہ سنا کہ ایک مرد اور ایک عورت سے اور بیٹے اور بچے بن گئے تھے اس لئے کہ وہ چھپا جاؤ مذکر نر ایک بارہوی جو صفتی ہے

ساداتِ میرٹھ کا قومی منہاجی اور تازہ کنی

رسالة  
القرآن  
أهمل

رسالہ

آمرت

جو

بِقَوْلِ عَالِي ثَنِيَّانِ مُسَلِّطِ الْعُلُوِّ زَكَّارِ التَّيْمِيَّ إِلَى نَسْرِ تَجَادُّ أَرْكَبَيْنِ إِدَامَةِ أَفْئِلَةٍ وَأَجْلَاءِ مَدَائِسِ مَحْرُوسَةٍ نَامِغِ عَارِجِي

آدیپر

محمد علی رفیق صدیقی

جون ۳۰ ۱۹۰۶ء

جلالہ کبر

محمّد ۲۹ ۱۳

قیمتیں سالانہ تین روپے

## دریا جہابِ اندر

جو دلکش ہونے کے علاوہ شنف ملی پیدا کرتا ہے۔ اور عمدہ دست لہجہ کی سماجی جمید کی قدر و عورت کا ولولہ پیدا کر کے ایک ذوق پیدا کرتا ہے

”معموم قیدی“ کے عنوان سے خواجہ فیض محمد صاحب فیضی -  
لدھیانوی نے ایک اف نہ شروع کیا ہے، جو انگلستان کے مشہور  
ڈراما نویس ٹالسٹائے کی ایک ہگزری کہانی کا بہ تصرف ترجمہ  
ہے، پہلی قسط شائع ہوئی۔ اور آئندہ ملی السلسل شائع ہوتا رہے  
گا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہو گا۔

”استغاثہ مذہب“ ایک اصلاحی مضمون ہے، اور مسلمانوں  
کی توجہ کے قابل ہے۔ اور اسی طرح باقی مضامین بھی ہیں، بجائے  
خود ایک ایک سے مفید۔ دلچسپ اور توجہ دہن ہیں۔

”ہزم قریش“ میں بوجہ عدم گنجائش اس دفعہ اختصار سے کام  
لیا گیا ہے، اور ”ندوة قریش“ کی کارروائی بھی بالتحقیق درج نہیں  
کی گئی، تاہم یہ مضامین بھی برادران قریش کی خاص توجہ کے قابل  
ہے۔

## اعتذار

اس اشاعت کی کتابت دیدہ زیب بنیں اور غیر معمولی طور  
پر ناقص ہے۔ اس کا ہمیں انکس ہے، یہ نقص مجبوراً وضع  
ہوا۔ ناظرین کرام اسے ہماری مجبوری پر معمول کریں۔ انشاء اللہ  
تساعی یہ نقص رفع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مینجر

اس اشاعت میں مولانا محکم تہ فہد احمد صاحب عباسی الہاشمی طیب  
شاہی پرنس طیبہ کالج دہلی کی مجلسی شبیہ شائع کی گئی ہے، اور ”تعارفات“  
کے تحت آپ کے مختصر سوانح حیات درج کر کے ناظرین کرام کو ایک  
ایسے ہمدرد قوم سے تعارف کرایا گیا ہے، جس کا دل قوم کے بچے درد سے  
بر رہے، آپ ”ندوة قریش“ کے محرک اؤل ہیں قریش کو منفعہ  
عروج پر دیکھنے کے لئے آپ بے تاب رہتے ہیں، اللہ جل شانہ اپنے بزرگوں  
کو اپنے حفظ امن میں رکھے، اور انہیں ان کے عوام میں کامیاب کرے،  
آمین۔

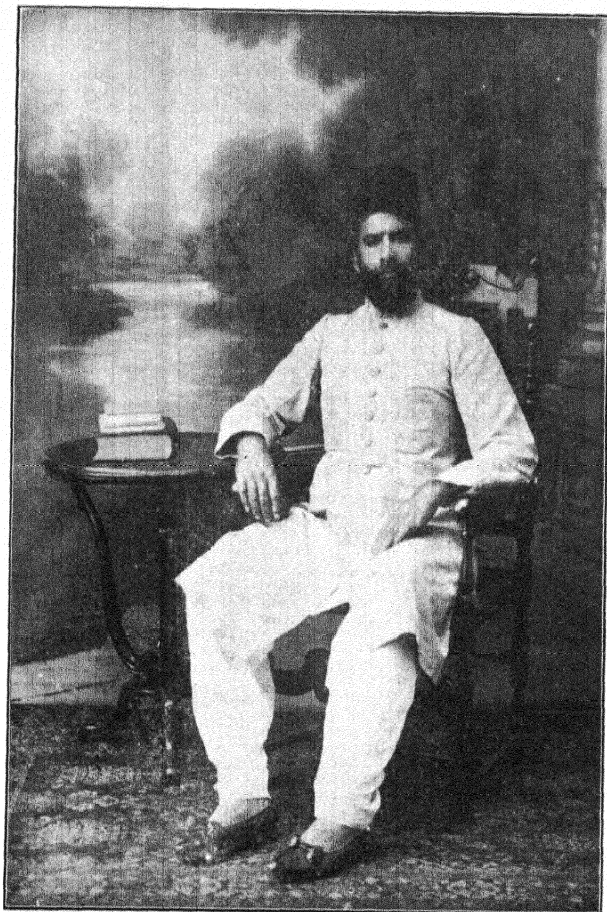
”تذکرۃ السلف کے سلسلہ میں ام المؤمنین سلمہ کا مضمون ایک خاص  
مضمون ہے، اسی طرح ”تذکرۃ الاولیاء“ اپنی نوعیت کا ایک مفید تجربہ خیز  
اور سبق آموز مضمون ہے، اصلاح الاخلاق والاعمال کے مضامین میں ”والدین  
کی خدمت“ کے عنوان سے جو مضمون درج کیا گیا ہے، جس قدر  
بچوں کے لئے مفید ہے، اسی قدر جوانوں کے لئے بھی کارآمد ہے۔

”حکمت و مصلحت“ کے سلسلہ میں ”انقلاب زمانہ“ ”دور میں  
جنت“ اور ”بعض اردو“ کے عنوانات سے جو مضامین درج کئے گئے  
ہیں، وہ گونا گوں دلچسپیوں اور شد و بدایات سے بہرہ نہیں، ناظرین کرام  
ان سے بہترین استفادہ کر سکتے ہیں۔

”سیکرہ“ ”مقالات“ ”مذرت“ ہے، بھی خاص نوعیت کے  
مضامین ہیں، اور جذبات انسانی کی بہترین اصلاح کے لئے  
از بس مفید ہیں۔

عام معلومات میں ”عظیم الشان دور الصحافت“ کا ایک مضمون ہے

Alquraish Amritsar.



فخر قوم عالی جناب مولانا حامد سید فرید احمد صاحب عباسی (الہاشمی شاہی طیب  
وہر فسیل طیبہ کالج دہلی - معرک اول " فدوۃ القریش "



بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## القریش

(امرت سر ۱۷ جون سنہ ۱۹۷۱ء جلد ۱۶ نمبر ۵)

## نعت

(از جناب محمد عباس خاں تنغیر فضل گڈھی، ریٹائرڈ)

وہی نور خالقِ دوسرا جو نہاں تھا پردہ راز میں  
اسی نور کی ہے یہ روشنی جو میں دیکھتا ہوں حجاز میں  
بنیں آئینہ میری ذوق کا میری دلکش ترپا ہیں  
ترے حسن کی وہ تھلیاں جو میں جلوہ زار حجاز میں  
کہیں مصطفیٰ کہیں مجتبیٰ کہیں مرتضیٰ کہیں مہنا  
اسی نور حق کی حقیقتیں نظر آرہی ہیں حجاز میں !  
یہی اصلِ قرب ہے یہی عینِ وصلِ حبیب ہے  
جو سرورِ دل کو نصیب ہے جو مزا طلب ہے نماز میں  
میرا ادعا یہ غلط نہیں جو یقین نہیں تو دیکھ لو ،  
کہ چہی ہیں خانماں سوزیاں مری دل کے سُو گداز میں  
نہ ہو بے خبر ذرا ہوش میں کہ فریبِ الم زلیت ہو  
یہ ہے وہ صدائے شکستِ دل جو نہاں ہے بغیرِ نیاز  
میں تفران کا ہوں امتی میں تفران کا غلام ہوں  
ہوئے سرفرازِ جمالِ حق جو رحیم رازِ دنیا میں

## ملتِ برصیا

(از جناب مرزا بیضا خاں مردی ایرانی امرتسر)

یارب دلم بسوزد بر حالِ زارِ ملت  
باشد کہ باز بنیم آلِ اقصیٰ ملت  
بودیم شیر و اکنوں از رو بہیم ترساں  
این روز بد بدیدیم از انتشارِ ملت  
از علم و فضلِ عاری گشتیم وقفِ خواری  
کوستانِ نخبیاری کو اعتبارِ ملت  
حالِ زبون ما خود عبرتِ فتنہ دارا  
باشد خزانِ ملت گویا بہارِ ملت  
بر راہِ حق فتادی سر را بکفِ نہادی  
بادِ آفرین بر تو اے جاں نثارِ ملت  
عثمان علی رضا خاں ، یا مصطفیٰ کمال است  
باقیت از دم شاں بیضا و قارِ ملت

# ام المؤمنین سلمہ

## اول اہل عہد نبوت

قسم فاشدروا بک تکلیف

اٹھ اور لوگوں کو دور اور اپنے پروردگار کی بڑائی کر۔

یہ ان دو لین احکام کا خلاصہ تھا جو عرب کے پیغمبر اُمی علیہ السلام کو اس کے پروردگار کی طرف سے ملے تھے، وہ اختیار کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنی قوم کو دہوت حق اور صدق پہنچانے کے لئے۔ اور بلقان حجاز کے بسے دلوں کے دلوں میں اس کے جان سوز نعروں نے ایک نئی لگن لگا دی، سنگ خار کی چٹانوں میں سے آبِ نیریں کے چشمے پھوٹ نکلے۔ سونے والے جاگ اٹھے۔ موت میں زندگی پب۔ ابو گئی، اپنی اہت سلمہ نے جنم لیا۔

ہر نئے کام میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں، اسلام اس مکہ سے کس طرح ستھتا ہو سکتا تھا۔ کفار مکہ حضور کا بیانات کے جن جان تھے، سب کے سب آپ کی مخالفت پر شغف و شہد ہ گئے، اور آپ کے بچا ابو طالب سے آپ کی جواگی کے طالب ہو گئے، ابو طالب نے دیکھا۔ کہ قریش غضب ناک ہو رہے ہیں، اور بہت بڑی طاقت رکھتے ہیں، ان کا مقابلہ آسان نہیں، ابھی تک کوئی ناشی کی کہ بیانات کیوں ان لوگوں کے جوعہ کھٹکتے ہو کیوں نہیں انہیں ان کے حال پر جموڑ دیتے، لیکن جس کا سر تاج جنت است سر فروز ہو چکا ہو۔ اور جس کا ہر فعل و عمل خدا کی مرضی دارادہ کے موافق و مطابق ہو۔ وہ انسان کی و کمیل کے کب مرفوب ہو سکتا تھا۔ حضور نے صاف جواب دیا، کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے، میں ہرگز انسان کے نبائے ہوئے ہمدودوں کی پرستش و روانہ رکھوں گا، اس میں خود انجید ہر کیسی ہی افتاد کیوں نہ پڑے سے

دست از طلب ندادم تا کام من بر آید

با جان رسد بخانا یا جان من بر آید

## انی صحابہ الی ربی

اس جملہ نے کفار کے تن بدن میں آگ لگا دی اور انہوں نے آپ پر چاروں طرف سے زرعہ کر لیا۔ کوئی لگا گھوٹنے کی نگر میں تھا، کوئی پیغمبر مارنے کی تاک میں رہتا تھا، غرض شد و بدو منظم کی کوئی انتہاء نہ تھی۔

آخر آپ کو اپنی حفاظت کی فکر ہوئی، اور آپ نے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا، چنانچہ بہت سے افراد ترک وطن کر کے حبشہ کی طرف چلے گئے، اہل کو میابی ہجرت ہی میں سے اور ہر نئی نے یہ راہ اختیار کی ہے،

سنی منزل مقصود کی شریک ام سلمہ بھی تھیں جو اپنے نحو ہر ابوسلمہ کو ساتھ لے کر حبش اسلام کے لئے، بجانب حبش روانہ ہوئیں چنانچہ سلمہ وہیں پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے باپ ابوسلمہ اور ماں ام سلمہ کہلائیں۔

کچھ عرصہ کے بعد جب ہاجرین کو معلوم ہوا۔ کہ مکہ میں اسی جو چلائے، تو کچھ آدمی حبشہ سے واپس چلے آئے، مگر اسی ان کے تہیم کو چند روز ہی گزرے تھے، کہ ہجر ہجرت مدینہ کا حکم دے دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو مکہ سے دوبارہ رخصت سفر باندھنا پڑا۔

ام سلمہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ طرح طرح کی معینیں جھپتی ہوئی مدینہ روانہ ہوئی ہیں، اور اس سفر میں ایسی سخت تکلیف اٹھائی ہیں، جس کا بیان زبانِ قلم سے ناممکن ہے۔

ام سلمہ کا بیان ہے، کہ جب ہاجرین ہجرت **راہِ فوز و قلالح** مدینہ کی تیاری میں تھیں تھے، تو وہ عیب وقت تھا، ہر شخص صدمہ مفاد وقت وطن سے منہم اور مضطرب تھا، اور حسرت و اندوہ کے ساتھ ایک دوسرے کا منہ تک رہا تھا، درد و دیوار اور صحن و وام سے شور و ادواغ بلند تھا، اور ہر طرف سے الفراق و الفراق کی آوازیں آ رہی تھیں،

نہی، آخر قبر و دفن بر جان و رویش اسی طرح ہاں و پٹیاں اپنے  
یکے میں پہنچی جہاں خدا کے فضل سے آدمیوں کی بڑی کثرت تھی  
مگر وہ بھرا گھر میرے لئے زنداں سے کم نہ تھا، میں من و شام  
گھر سے نکل کر ایک بیٹ پر جا بیٹھی۔ اور اپنے شوہر اور بچے کی  
خیالی تصویر کو گلے لگا کر پیروں رو بہا کرنی، دل کی بے قرار، بڑا  
بروز ترقی پر تھی، فقط طے کی ایک امید زندہ رکھے ہوئے تھی۔  
وہ نہ مجھ میں غم و اہم نے کچھ نہ چھوڑا تھا،

جب مجھے قریباً ایک سال اس درد و کرب میں گزر گیا، تو  
ایک دن میرا ایک خدا جانی میرے لئے کو آیا، وہ میرا حال دیکھ کر  
اور میری پرورد داستان سن کر بہت ہی متاثر ہوا۔ اور قبیلہ کے  
سب لوگوں کو جمع کر کے مجھے مدینے جانے کی اجازت دلا  
دی۔ اور سسرال والوں نے میرے بچے کو بھی میرے ساتھ لے کر دیا،  
اب بچے کی بات کا انتظار نہ رہا۔ میں سلمہ کو  
**عثمان بن طلحہ** | گود میں لے کر اوشا پر سوار ہو گئی، مگر مدینے  
کی **میر کی** | کے رستے سے بالکل ناواقف تھی، سسران

جنگل میں صرف خدا پر بھروسہ کئے جا رہی تھی، جب موضع تنیم  
کے قریب پہنچی تو عثمان بن طلحہ دکھائی دیا، جس نے مجھے پہچان  
کر ازراہ بدر دی پوچھا کہ ابوالتمہ کی بیٹی تو کہاں جانے  
کا ارادہ رکھتی ہے، میں نے کہا کہ اپنے شوہر ابو سلمہ کے  
پاس مدینے جاتی ہوں، پھر اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ  
کوئی آدمی بھی ہے، میں نے جواب دیا کہ خدا اور اس بچے کے  
سوا میرے ساتھ کوئی نہیں،

یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی ہمار فوراً اپنے  
ہاتھ لے لی اور باپا دہ آگے آگے روانہ ہوا۔ جب ہم کسی  
منزل پر پہنچے تو عثمان اونٹ کو سایہ میں لے جا کر باندھ دیا  
اور خود بھی اس کے پاس ہی لیٹ رہنا، پھر جب روانگی کا  
کا وقت آتا، تو مجھے اور سلمہ کو محافظت تمام اونٹ پر سوار  
کر کے اور خود اس کی ہمار ہاتھ میں بکر آگے آگے چلے گئے،  
ورود مدینہ | غرض اسی طرح کئی دن رات سفر کرنے

میرے شوہر ابو سلمہ کے پاس اس وقت ایک ہی اونٹ  
تھا جس پر اس نے کچھ سامان بار کر کے مجھے اور میرے بچے  
سلمہ کو بٹھا دیا، اور خود مہار ہاتھ میں لے مدینے کی طرف چل پڑا  
ابھی تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ اہل بنو نمیرہ نے جو میرے  
یکے کے لوگ تھے، آگے آ کر راستہ روک لیا۔ اور میرے شوہر  
سے برسر جنگ ہو کر کہا کہ تم تو اس جنگل و بیابان میں جہاں  
چاہے مارے مارے پھر دیکن ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ  
اس حالت میں برگز جہاں و سرگرداں نہ پھرنے دیں گے۔

آخر ان لوگوں نے میرے شوہر کے ہاتھ سے اونٹ کی  
ہمار چھین لی اور مجھے سکے کی طرف لے چلے،  
اس وقت اپنی بے کسی و مجبوری کا مجھے جو صدمہ تھا۔  
وہ بیان سے باہر ہے، گو یا ایک بکلی تھی، جو دنتہ میرے خرسن  
میر و قرار پر گر پڑی اور اضطراب سے کلیمہ نہ کو آتا تھا آنکھوں  
سے بے اختیار آنسو جاری تھے، میں ابو سلمہ کو اور ابو سلمہ مجھے  
پیچھے مڑ کر دیکھتا جاتا تھا، جب تک ہم دونوں ایک دوسرے کی  
نظر سے اجھل نہ ہو گئے براہِ یہی حالت رہی۔

**بچہ بھی چھین لیا گیا** | جب میرے سسرال والوں کو اس  
واقعہ کی اطلاع ہوئی، وہ بھی پھرے  
دے شیر کی طرح فوراً موقع پر پہنچ گئے اور میرے سکے کے  
لوں سے جو مجھے اپنے ساتھ لے آ رہے تھے، جنگ شروع  
کر دی، ارکھا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے ساتھ  
نہیں جانے دیتے تو ہم بھی اپنے بچے و سلمہ کو اس کی ماں  
کے پاس برگز نہیں چھوڑ سکتے، غرض وہ سلمہ کو میری گود  
سے چھین کر لے گئے۔

اس وقت کی کشمکش کی کیفیت کیا بیان کریں، میں  
نے ان لوگوں کی ہزار منت و ساجت کی۔ کہ میرے بچے سلمہ کو  
مجھ سے جدا نہ کرو۔ مگر کسی نے ایک نہ سنی، ایک تو شوہر کی  
مفاہقت کا غم دوسرے بچے کی جداگی کا صدمہ۔ پس کچھ نہ بچنے  
نابی بے آب کی طرح مڑ پڑتی تھی اور مرغ نسل کی طرح لوثتی

کے بعد مدینہ پہنچ گئے۔ عثمان نے محلہ قبا کے قریب جا کر مجھ سے کہا۔ کہ لو تمہارے شوہر ابوسلمہ میں رہتے ہیں، اب تم ان کے پاس جاؤ اور مجھے تکہ واپس جانے کی اجازت دو،

میں اس وقت خوشی کے مارے اپنے جانے میں بھولے نہ سہائی اور نہایت سہت کے ساتھ اپنے اپنے سلمہ کو گود میں لے کر اونٹ سے آٹری، اور قبا میں جا کر اپنے شوہر سے مل گئی۔ عثمان اسی وقت کے گود واپس چلا گیا۔

**ابوسلمہ کی شہادت** | ام سلمہ کو مصیبت کی گھڑیاں بھولے ابھی چند ہی روز گزرے تھے، کہ ان کے شوہر ابوسلمہ نے غزوہ بدر میں جام شہادت نوش کیا، اور ام سلمہ کے دل پر غم و الم کا ایک نیا بھار ٹوٹ پڑا۔ شب و روز گاہ و زواری اور بے فراری میں بسر ہونے لگی،

**ام المومنین ام سلمہ** | اس جنت کا علم ہوا تو آپ نے ان کے دل و دماغ کی تسکین و تسفی کے لئے ان کے پاس نکاح

ازدواج طہرات میں سب سے بعد میں آپ ہی کی وفات ہوئی، اور آپ ہی کو کر بلا کا خونی منظر نواب میں دکھایا گیا، جس کی وجہ سے اس روز مدینہ میں گرہ گریہ تمام بریات غریبی شریف میں ابورافع کی بی بی سلی سے روایت ہے۔

عن سلی قال دخلت علی ام سلمہ وہی تبکی فقلت ما یبکیک قالت رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقفی فی المناہر علی راسہ وحببہ التراب فقلت مالک یا یا رسول اللہ قال شہدت قتل حسین الفداء۔

سلی روایت کرتی ہیں، کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی تو وہ دہری تھیں، میں نے اس کا سبب پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جنت سے نواب میں دیکھا ہے، کہ آپ کا فرقہ اور ریش مبارک گرد آلود ہے، وجہ و ریافت کرنے پر آپ نے

## مقالات

کہا۔ "میرے دوست! میں نے ایک دن گنوا دیا۔" شام بہت پہلے بادشاہ ہوا۔ جب معائنہ نے اس سے ملک فتح کرنے کے لئے امر کیا تو اس نے کہا: "مجھے ایک ہی ملک کی رعایا کا غم و خرم دکھنا ہزاروں دشمنوں کی غزیریں سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔" لوگ شکایت کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی سچا دوست نہیں ملتا، ان کو چاہیے کہ وہ بات پر عمل کریں، کیا وہ بھی کسی کے پیچھے دوڑیں، اور کسی کے واسطے وہ بھی اپنی پیاری زندگی قربان کر کے سکے ملے تیار ہوں؟

مترجمہ

(اردو) محمد کلام (صاحب) انصاری

ان کے دشمنوں کے سفر پر اپنا خیال میں ملے گا، کہ وقت بھر میں ان کو دیکھ کر اور یہی حال اور چیز کا شہت پور نہیں پیدا کر سکتے ہیں، لیکن جو محنت اور مزدوری کا بھی طرح سلمہ سے سکتی ہے، اور ایک شخص اپنی ضرورت سے ہر دست و پاؤں کی حد کوٹ کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس کو کوئی دوسرا ہادی نہ ہو، چاہے وہ بڑا جائے یا چھوٹا، اور اس پر لکھا ہے: "اور میں نے ان کے واسطے نہ کر کے چھوڑا جائے،" جب اس سلمہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ایک شخص بھڑک لائی کہ کہہ جاؤ، "میں کتنا ہے تو میں نے کہا: "جب یہ پہنچے گی کہ تمہارا دوسرا گھوٹا نہیں ملے گا۔"

شاہ درم کو ایک روز کہنے کے وقت یاد آیا، کہ اس نے بیک کے واسطے کے واسطے تمام دن کوئی کام نہیں کیا۔ حاضرین سے

## صدائے سروش

افلاک کے تارے تارے و نرات یہ ہوتا ہے چرچا  
اسلام سے پہلے دنیا میں توحید کا بالکل نام نہ تھا  
ایمان نہ تھا تاریک تھے دل سب غفلت میں سرکھٹے  
دنیا کی مرادیں برائیں اظہار کی اندھیری رو رہی  
وہ غار حرا میں آچکی جو شمع چراغ طور ہوئی  
اک کل پوش کی آنکھوں نے ہر قوم کے سن کو سوہ لیا  
جو جہل و جفا کے بندے تھے سزا ہوئی کل دنیا کے  
پہر کیوں نہ تھا ہوا اپنی یہ مسلم پہر سلطان بنے  
یہ روایاں روایاں انساں ہوا نام محمد پرشیدا  
اور قطرہ قطرہ آنکھوں کا حنین کے غم میں ہو رہا

دکا

رسمہ مقبول حسین احمد پوری :

## میگز و

ہر اک دن ہو کہ سو سال گزر جاتی ہے  
گر امیروں کی بامثال گزر جاتی ہے  
از ہوسہا بگذر یا مگذر میگز و  
خاک میں کاغذ نشین ناک نشین کیاں ہے  
پیٹ میں لقمہ تر نان جویں کیاں ہے  
از ہوسہا بگذر یا مگذر میگز و  
جی نہیں چاہتا افسوس مگر مرنا ہے  
مٹی پتھر سے غرض فقر شکم بہرنا ہے  
از ہوسہا بگذر یا مگذر میگز و  
جبری سانسوں میں شب و روز بسر کرنا ہے  
ہر سوار اور پیادے کو سفر کرنا ہے  
از ہوسہا بگذر یا مگذر میگز و

## سیرۃ الاولیاء

(نوٹ: ظہور احمد صاحب شاہجامپوری)

ایک دن احمد بن یزید کا تب و خلیفہ کے لئے ہفتے۔ اسے چشم و خدم کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ اتفاقاً حضرت سیدی طفلی کی طرف سے گذر ہوا۔ آپ اپنی مجلس میں رونق افروز تھے۔ احمد کے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہم اس صاحب مقامات پر جا کر سنتے ہیں، اب اس شخص کی مجلس میں بھی جانا چاہیے۔ جب احمد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ کائنات کے انفسانہ عالموں میں کوئی مخلوق انسان سے زیادہ کمزور نہیں ہے، اور اس کمزوری کے باوجود انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق خدا نافرمانی نہیں کرتی۔ یہ الفاظ نہ تھے، بلکہ تیرہ تشریف تھے، احمد کا دل بے حد متاثر ہوا۔ زرد زار رہے اور اسی حالت میں اپنے کانوں کو داپس لئے، اُس روز شب کو کچھ کہا یا، اور نہ کسی سے بات کی۔ دوسرے روز چاہا کہ حضرت سیدی کی مجلس میں آئے، لیکن اس طرح کہ رنگ زرد ہو رہا تھا، اور جھرو پر ادا می نمایاں تھی۔ تیسرے دن فقیرانہ لباس پہن کر آئے، اور جب مجلس پر فائز ہوئی تو حضرت سیدی کے پاس آکر انہوں نے کہا کہ اُس دن جو بات آپ نے کہی تھی۔ وہ میرے دل پر اثر کر گئی، میں چاہتا ہوں کہ مخلوق سے کنارہ کروں اور دنیا کو چھوڑ دوں۔ آپ پیچھے اہل سلوک کا طریقہ بتاتے، آپ نے فرمایا کہ طریقت کا راستہ پوچھتے ہو یا شریعت کا۔ عوام کا طریقہ پوچھتے ہو، یا خواص کا۔ احمد نے کہا۔ آپ دونوں بیان کیجئے، حضرت سیدی نے فرمایا کہ عوام کا طریقہ یہ ہے کہ پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ پڑھو، اور اگر مل رکھتے ہو، تو اُس کی رکعت دو۔ خواص کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا اور اُس کی تمام آرائشوں کو مٹ کے لئے چھوڑ دو۔ یہ تفصیل سن کر احمد محرا کو نکل گئے،

جب اس واقعہ پر کچھ زمانہ گزر گیا۔ تو ایک دن ایک ضعیف

حضرت سیدی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اُس نے کہا کہ اے امام مسلماناں۔ میرا ایک ہی لڑکا تھا۔ اور وہ خوش و خرم آپ کی خدمت میں آیا۔ لیکن یہاں سے اوداس اور ملول واپس گیا۔ اب چند روز سے وہ غائب ہے۔ اور نہ معلوم کہاں ہے، خدا کے لئے بچے کوئی تدبیر بتائیے۔ اتفاقاً کہ ضعیف اس طرح روئی کہ حضرت سیدی کا دل تڑپ گیا۔ آپ نے اسے تسلی دی اور فرمایا کہ وہ تارک الدنیا ہوا گیا۔ جب آئے گا۔ میں تمہیں خبر کروں گا۔ غرض وہ دن کے بعد ایک روز شب کو احمد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ سلمان کی والدہ کو بلا بھیجا، حضرت سیدی نے دیکھا کہ احمد کا رنگ سرخ زرد۔ نمائی کر دیا، اور وہ تیرہ سو روئی کا لہذا تھا۔ دوتا ہو گیا ہے، احمد نے عرض کیا کہ استاذ شفیق، آپ نے مجھے دنیا کی تالیفوں سے بہت دس کچھ راجتوں کی طرف متنبہ کی ہے، اس کی جہاں میں خدا آپ کو دے تو جہاں آپ کی راجتیں دھاک سے، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ احمد کی والدہ اور بال بچہ آگئے۔ انہوں نے آپ دیکھا کہ احمد بچے پرانے کپڑے پہنتے ہوئے ہیں۔ اس کے بال بڑھے ہوئے ہیں، تو ان کے بالوں و زاری کی کچھ انتباہ تھی، ان لوگوں نے گھر جانے کے لئے بہت سخت کی لیکن احمد نے نہ مانا۔ اور حضرت سیدی سے کہا کہ آپ نے ان لوگوں کو میری آمد کی خبر کیوں کی۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ بچے بھاری والدہ کی آہ و زاری پر ترس آیا۔ اس لئے میں نے ان کو کھلا بھیجا۔ احمد کی بیوی نے کہا۔ کہ تم نے اپنی زندگی میں مجھ کو یہ اور بچہ کو یتیم کر دیا۔ جب یہ جھگڑا ہو گیا کہ باپ کہاں ہے، تو میں کیا جواب دوں بہتر ہے کہ تم اس کو ساتھ لے جاؤ۔ احمد نے یہ بات قبول کی اور بچہ کا قیمتی لباس اتار کر اسے کپڑے کا ایک ٹکڑا اوڑھا دیا۔ اور ہاتھ میں زنجیر دے کر لے جانا چاہا۔ لیکن غمزدہ ماں نے یہ صورت پسند نہ کی، اور بچہ کو واپس لے لیا۔ آخر احمدین تنہا بدستور محل کو نکل گئے ماس صورت حال پر سا ہوا

پائی۔ حضرت مدوتے ہوئے خبر کو جانا چاہتے تھے۔ کہ تجھ پر دیکھیں  
کا بند بست کریں۔ کہ انہوں نے لوگوں کو جو جو درجہ آتے  
ہوئے دیکھا۔ آد کا سبب پوچھا۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ کل آسمان  
سے غیبی صدا بلند ہوئی، کہ جسے خدا کے دلی خاص کے جنازے کی  
مناز پر حاضری ہو۔ وہ اس جنگل میں آئے، چنانچہ ہم لوگ اس سادہ  
کی فضا میں حاضر ہوئے ہیں۔

سال گذر گئے، ایک دن احمد نے حضرت سری کو کھلا بھیجا۔ کہ اب  
میرا آخری وقت ہے، آپ تشریف لائیں، چنانچہ آپ تشریف لے  
گئے، اور آپ نے اپنے مرید خاص کو جان کنی کی حالت میں پاؤں۔  
حضرت نے دیکھا۔ کہ احمد زرب لب کچھ کہہ رہے ہیں، نور سے سنا۔ تو  
یہ آیت سنائی دی۔ نسل طہذ القیمل المعاملون راہی طرح  
عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔ تھوڑی دیر میں احمد نے وفات

## نقد و نظر

ابراہیم کی علمی مطبوعات کے سلسلہ کی ایک نئی کتاب ہے، اور حال ہی میں طبع  
ہوئی ہے، یہ شعرائے اردو کا اولین تذکرہ ہے، انہیں قدیم دکنی شاعرین کے علاوہ  
شمالی ہند کے صرف وہی شعرائے اردو مذکور ہیں جو شانہ میں وسیع شہرت  
کے مالک تھے، اور جن کا کلام شمالی ہند سے گذر کر دکن میں مقبولیت حاصل کر چکا تھا۔  
شعاعیں تاریخ ادب کی سہولت کیلئے ہر شاعر کی نسبت دوسرے قدیم تذکروں کے  
بیانات بھی من و عن نقل کر دیے گئے ہیں، جن سے معلومات میں خاص اضافہ  
ہوتا ہے، شعرائے اردو کے تذکروں میں یہ تذکرہ ایک نہایت مفید و اہم اضافہ  
ہے، اور قابل قدر ہے، قیمت صرف ۱۲ روپے علاوہ سرورق ۴، صفحات ۱۸۰، کتابت  
و طباعت دید و زیب دار الاشاعت کتبہ ابراہیمہ جید آباد دکن کو منگائیے  
دار الاشاعت کتبہ ابراہیمہ جید آباد دکن نے صحیح طریقہ

### قاعدہ فارسی

قدیم فارسی لغت کا ایک سلسلہ تیار کر رہا ہے، جسکی  
پہلی کڑی یہ فارسی قاعدہ ہے، جو مرتبہ تعلیم جید آباد دکن کے ایک تجربہ کار  
مدرس ابو الحسن متین مدرس فارسی وسطانیہ دارالشفاسرکار عالی نے کمال  
محنت و طوق ریزی اور کوشش کے ساتھ تالیف کیا ہے، فارسی زبان سیکھنے  
کیلئے یہ قاعدہ مفید اور آسان ہے، ہمیں ہر طرح کو خوشی کی گئی ہے، کہ  
جدید اصول تعلیم پر فارسی میں اعلیٰ نتائج پیدا کئے جائیں، اس سلسلہ کی  
دوسری کتاب میں زیر طبع ہیں، قیمت قاعدہ صرف ۷ روپے، کتابت ابراہیم جید آباد  
سرورق ۴، صفحات ۱۸۰، کتابت و طباعت بہترین ہے، معزز جو پتہ سے طلب  
کیجئے۔

ہمارے رسولؐ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات کے  
جستہ حسہ و انکشاف اس قابلیت اور محنت و  
کوفت سے کیے گئے ہیں۔ کہ کتابی سائز کے ان ۱۰۰ صفحات میں ایک  
مکمل تاریخ بھردی گئی ہے، جس پر دریا بکونہ کی شکل آتی ہے، پنجاب  
اور یوپی کے اسلامیہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اور میسور کے  
لغاب میں داخل ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے ہی نہیں عوام بھی  
اس سے بہترین استفادہ کر سکتے ہیں، اسلئے ایسی مفید ترین کتاب کا  
ہر مسلم گھر میں موجود ہونا ضروری ہے، قیمت فی نسخہ صرف ۷ روپے علاوہ  
سرورق ۱۰، صفحات کاغذ۔ کتابت و طباعت عمدہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے  
طلب کیجئے۔

تاریخ الامت | مولانا حافظ محمد اسلم صاحب چیراچوری کی مدیم النظیر نادر  
الوصف تصنیف ہے، ابتداء اسلام کی مکمل ستمند اور  
مربوط تاریخ ہے، جو بنیاد پر تحقیق کیساتھ سلیس اور صاف اردو زبان میں  
لکھی گئی ہے، اور اپنی گونا گوں خوبوں اور دلچسپیوں کی وجہ قوی تعلیمی نقاد  
میں داخل ہو چکی۔ سیرۃ رسول۔ خلافت راشدہ۔ خلافت نبویہ، خلافت  
عباسیہ، عباسیہ بغدادیہ، سمرقند، سات حصے تیار ہو چکے ہیں، دنیا کی مصلحت  
میں ایک بیش قدر اضافہ کا موجب ہوئی ہے، مقبول ہو چکی ہے، ہر  
تاریخی شغف رکھنے والے دست کے لئے اسکا مطالعہ ضروری ہے۔  
گلشن گفتار | مرتبہ مولوی سید محمد ایم۔ اسے دار الاشاعت مکتبہ

## والدین کی خدمت

عن ابی الدرداء قال ..... الخ (ترجمہ) حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باپ جنت کا درمیانہ دروازہ ہے۔ اب تم کو اختیار ہے کہ خواہ تم اس دروازہ کو مقبوض پکڑ لو۔ اور خواہ اسے چھوڑ دو۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال ..... الخ (ترجمہ) حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ وہ کونسا عمل ہے جو خدا کو زیادہ محبوب ہے وہ آپ نے ارشاد فرمایا وقت سے نماز پیکار اور کرنا میں نے عرض کیا اس کے بعد آپ نے فرمایا ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا جس کے بعد آپ نے فرمایا اسلامی فوج میں بھرتی ہو کر کافروں کو قتل کرنا

عن سوید بن جاحد ..... الخ (ترجمہ) حضرت سوید بن جاحد فرماتے ہیں کہ ایک روز میرے والد صاحب نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں اسلامی فوج میں بھرتی ہونا چاہتا ہوں۔ اور آپ سے اس معاملہ میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہاری والدہ زندہ ہیں۔ والد نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا بس عمر بھر اپنی کی خدمت کرو۔ اس لئے کہ ماں کے قدموں کے لئے جنت ہے۔

عن ابن عمر قال ..... الخ (ترجمہ) حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ بچہ کو اپنی بیوی سے بڑی محبت تھی۔ اور میرے والد کو اس سے نفرت تھی۔ انہوں نے ایک روز بچہ سے کہا کہ تم اس کو طلاق دیدو۔ میں نے والد صاحب کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ والد صاحب کو غصہ آیا۔ اور وہ اُسی وقت رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو طلب کیا اور فرمایا تم اسی وقت اس کو طلاق دیدو۔ یہ خدا اور رسول کے احکام ہیں۔ اب اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بحسن کا عمل ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عمر فاروق

## عہد فاروقی کا ایک درد انگیز واقعہ

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

(ترجمہ) تمہارا خدا حکم دیتا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو، اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے کوئی بڑا ہو جائے یا دونوں بیک وقت اپنی عمر کو پہنچ جائیں (بڑھے ہو جائیں)، تو ان کو مت ڈنڈو اور نہ کسی کام میں ان کی مخالفت کرو اور ان سے شریں گفتگو کرو، ان کا ادب ملحوظ رکھو، اور چونکہ اب وہ اپنی عمر کو پہنچ گئے ہیں تو تم ان کے بڑھاپے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے سلسلے بالکل اپیت ہو جاؤ اور ان کے حق میں خدا سے دعا مانگو۔ اسے خدا جہ میں چھوٹا نہا تو انہوں نے میری پرورش کی، اب یہ عمر کو پہنچ گئے ہیں تو ان پر رحم کیا، عن ابی ہریرہ قال .... الخ (ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا میں کس سے اچھا سلوک کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اپنے اپنی ماں سے، اپنی ماں سے دو دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا، پھر اپنے باپ سے پھر ان سے کم درجہ کے لوگوں سے اسی طرح کلی سلسلہ لوں سے درجہ بدرجہ اچھا سلوک کرو۔

عن عبد اللہ ابن عمر قال ..... الخ (ترجمہ) حضرت عبد اللہ ابن عمر بن عاص فرماتے ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کو اسلامی فوج میں بھرتی کر لیجئے کہ آپ نے فرمایا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا پس تمہارا اچھا وہی ہے کہ تم ان کی عمر بھر خدمات سرانجام دو۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر بن عاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ماں باپ فرزند سے راضی ہیں۔ تو خدا بھی اس سے راضی ہے، اور اگر وہ اس سے ناراض ہیں۔ تو خدا بھی اس سے ناراض ہے۔

دبت اللہ کا حکم کرنے کے لئے حاجی عرفات کے سب سے نامی بہادر تک جاے ہیں۔

ان اہل فاس وقصیر کو دیکھا جاے۔ اہل اہل فاس وقصیر ہاں ہاں در قی میں خدا سے کہو لگا۔ اسے خدا اس فاروق نے میرے تخت جگر کو میدان جگ سے واپس نہیں کیا۔ اور ہمارے قبیلہ کے ان دو شخصوں کے سامنے پیش نہیں کیا، جن کا سردار زواق ہے،

حضرت مسٹر ای۔ اشعار میں کہہ رہے تھے کہ: اور اسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ کلاب کو فوراً مدینہ روانہ کر دو۔ کلاب مدینہ میں حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم نے اپنے والد بزرگوار کی کیا خدمات سر انجام دی ہیں؟ اس نے عرض کیا: میں ان کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے نہیں دیتا۔ میں ان کو ہمہ اوقات راضی رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جس آدمی سے میں ان کو دودھ پلانا چاہتا ہوں۔ پہلے میں اس کو ایک عرصہ تک خوب سوتا تازہ کر لیتا ہوں۔ جب وہ تیار ہو جاتی ہے۔ تو میں اس کے تہنوں کو پانی سے خوب دھوتا ہوں۔ تاکہ وہ خوب ٹھنڈے ہو جائیں اور ان بد تازہ دودھ کر پلانا چاہتا ہوں۔ پہلے میں اس کو ایک عرصہ تک خوب سوتا تازہ کر لیتا ہوں۔ جب وہ تیار ہو جاتی ہے، تو میں اس کے تہنوں کو ٹھنڈے پانی سے خوب دھوتا ہوں۔ تاکہ وہ خوب ٹھنڈے ہو جائیں۔ اور ان بد تازہ دودھ دہ کر والد صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ پس یہ میری خدمات ہیں؟

حضرت عمرؓ نے اسی وقت کلاب کے والد کو طلب کیا۔ وہ کھڑے کھڑے نکلتے ہوئے حاضر دربار ہوئے، اور حضرت عمر فاروقؓ نے دریافت کیا۔ ابو کلاب کیا حال ہے؟ کوئی مدعا پیش کرے۔

ابو کلاب نے جو باطن کیا۔ امیر المومنین ان کا کسرا کا مدعا کیا۔ پوچھتے ہیں۔ حضور اب اگر دنیا میں میری کوئی تنہا باقی ہے، تو صرف یہ ہے۔ کہ ایک دھڑلے سے قبل اپنے تخت جگر کلاب سے نکل کر جو جاؤں اور بس۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ زور زور روئے گئے۔ اور رفت آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا۔ ابو کلاب انشاء اللہ تم سے تیار رہی تمنا ضرور

رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک فوج کا سپہ سالار بنا کر عراق کے میدان جنگ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ایک سپاہی کلاب نامی بھی ان کی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ ابھی یہ فوج عرفات تک پہنچی تھی۔ کہ کلاب کے والد جن کی بڑائی کی وجہ سے انہیں جاتی رہی تھیں۔ کڑی ٹپکتے ہوئے ایک آدمی کے ساتھ جو راستہ جانے کے لئے مقرر تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی خدمت میں جو اس وقت مسجد میں تھے حاضر ہوئے اور دروازے پر بھی بند ہوئے۔

۱۲ عاذل قد مذلت لغيري تدوى ولا تدبرين عاذل ما الا في اس علامت کہ تو نے میری قدر پہنچانے بغیر علامت کی ہے، میرے علامت گر کو معلوم نہیں کہ میں اب تک کس قدر سخت معیبت میں مبتلا ہوں۔ فاما کنت عازلتی نسو دی کلابا اذ التوجہ للعراقی اور اگر تم نے میری علامت کرنے پر نشان لی ہے، تو خدا را پہلے میرے کوچ کو عراق عرب بھیجنے سے پہلے واپس کر دو۔

فتی الفتیان فی عصر دیس شدید الزکون فی یوم التلاقی تم کو معلوم ہے۔ کہ میرا لڑکا کس قدر بیاد و شجاع ہے۔ وہ ہر معیبت کے وقت میرے کام آتا ہے، میرا اچھا خدمت گزار ہے۔ اس کی بہادری کا یہ عالم ہے۔ کہ میدان جنگ میں کوہ ثبات ہی کر دھن سے لڑتا ہے۔

تلاواہیک ما یالیت وجیدی ولا شفعی علیک ولا انتلیاتی تہا سے باپ کا قسم تم نے میرے غم کا اندازہ ہی نہیں کیا۔ اور تم کو یہ معلوم ہے، کہ مجھ کو تم سے کس قدر محبت و انتہائی ہے،

والیقادی علیک اذا شقونا وضمک تحت مخی واقناتی تم کو وہ جائزہ کی راتیں بھول گئیں۔ جب تم مجھ سے ہنگام ہو تی تھیں۔ میں تم کو سینہ سے ملا لیتا تھا۔

فلولق الغراء شدید وجسد لھم سو وعلی بالفلاتی مجھ کو اپنے تخت جگر کے منتفہ ہونے کا حدم اس قدر پہنچا ہے۔ کہ اگر میرا جگر پھٹے پر قادر ہو سکے، تو میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ جائیں گے۔ ساقی علی فایق س با لولمعد لہجہ اسے بسا قی میں اس خدا کے سامنے عمر فاروقؓ کا دامن پکڑوں گا جس کے گھر

## بصائر و عبر تِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَا لَهَا بَيْنَ النَّاسِ

کئی عزت میں اور اضافہ کیا جائے، جعفر نے کہا۔ خلیفہ نے اسے  
مقرر کا گورنر بنا دیا۔  
لوگ حیران تھے کہ دیکھئے جعفر کا کیا حشر ہوتا ہے۔ لیکن  
شام کو جب وہ خلیفہ کے دربار میں پہنچا۔ تو یہ عالم تھا کہ دیکھ  
ایک خواہش رشید کے روبرو پیش کی جاتی تھی، اور وہ ہر خواہش  
پر یہی کہتا تھا۔ کہ ”بہت بہتر ہے“

اسی عہد عروج و اقبالندی کا واقعہ ہے، کہ کچھ دربار  
وجہ پر ”جدہ ماہی“ کے لئے گیا۔ اس اہٹاک میں انگلی سے  
اس کی پیش قیمت انگشتی نکل گئی اور دربار میں جا پڑی۔  
کو انگشتی کے اس طرح ضائع ہو جانے سے بے حد رنج و  
اور اسی حالت میں مکان پر واپس آگیا۔ شام کے وقت  
دروغہ مطلع نے حاضر ہو کر گمشدہ انگشتی پیش کی، دریافت  
پر معلوم ہوا۔ کہ کچھ درباریہ ایک ماہی گرجہ چھپایا لایا جو  
جب ایک چھٹی کا شکم چاک کیا گیا۔ تو یہ انگشتی برآمد ہوئی  
اقبالندی کی دھماکا سن لی اب ذرا قسمی کی انتہا ملاحظہ فرمائیے  
زمانہ بدلتا ہے۔ عتاب رشیدی کی تھلیاں خاندان برکٹ  
جعفر قتل ہوتا ہے، اسوال و امواک ضبط ہوتے ہیں، حملہ افرا  
خاندان اسیر کر لئے جاتے ہیں، اور کسی شخص کو بھی اس وقت  
خاندان سے ہمدردی کی اجازت نہیں دی جاتی، ایسی کو  
گوشت بہت مرغوب تھا، لیکن زندان کی تنہائیوں میں ایک  
مستوب شاہی کی کسی خواہش کو پورا کرنا خود کو آغوش  
قنا میں سو پ دینے سے کم نہ تھا، پھر بھی ایک شخص نے قید  
مردانہ سے کام لے کر کسی نہ کسی طرح قید خانہ میں گونست  
فرام کر دیا، اللہ اکبر! کونسا ملک جس دربار دل کا وسیع خاندان

صفحات تاریخ پر جس وقت تک دولت عباسیہ بندو کے ٹکڑے  
باقی نہیں، براہ کرم کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکنا۔ اس خاندان  
کا مورث اعلیٰ خالد دور ستیاج میں وزارت عظمیٰ اور عہد منصور میں  
امیر عساکر ایسے ممتاز مدارج پر فائز رہا۔ یہ بھی بن خالد کی اہلیہ  
خیزران نے اپنے فرزند فضل کے ساتھ ہارون الرشید کو دودھ  
پلایا۔ اور اس کے بعد بھی رشید نے اسی خاندان میں پرورش  
پائی۔ غرضیکہ اس زمانہ میں اپنے اثر و اقتدار اور جو وہ سنا  
کے لحاظ سے براہ کرم تمام دیگر امراء سلطنت کے لئے باعث تنگ  
بنے ہوئے تھے۔

زمانہ سلطنت ہارون الرشید میں انہیں جو اقتدار حاصل تھا،  
اس کا اندازہ مقرر کے فاضل مورخ جرجز زیدان کے اس بیان  
سے کیا جاسکتا ہے۔ جسے ہم اس کی مستند تالیف تاریخ الامم  
الاسلامی سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

رشید عبدالملک ابن صالح ہاشمی سے بہت برہم تھا، کیونکہ  
یہ بھی دعوہ دار خلافت تھا۔ ایک مرتبہ جعفر بن یحییٰ وزیر رشید کی  
برہم نشاط میں عبدالملک بھی شامل تھا اور خدمت کے وقت جعفر نے  
اس سے کہا۔ کہ جو کچھ تمہاری خواہش ہے۔ مجھ سے کہو۔ اس  
نے کہا۔ خلیفہ مجھ سے برہم نہیں، میں چاہتا ہوں وہ خوش ہو  
جائیں۔ جعفر نے جواب دیا۔ امیر المومنین تم سے خوش ہو گئے،  
اب وہ قطعاً برہم نہیں، نیز میں تمہارا چار لاکھ درہم کا مقروض  
ہوں۔ وہ بھی تو یہ موجود ہیں، عبدالملک نے کہا۔ میں اپنے بیٹے  
ابراہیم کو خلیفہ کی کسی بیٹی سے منسوب دیکھنا چاہتا ہوں جعفر  
نے جواب دیا۔ خلیفہ نے اپنی بیٹی عتیبہ کو ابراہیم کے نکاح  
میں دے دیا۔ عبدالملک نے پھر کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ ابراہیم

جفر کے زمانہ حکومت میں بنجائ بن سید میرنشی شمال  
کا نگران عام اور صاحب اثر و ہیبت امیر تھا۔ اور وزیر ابن  
خاقان کا شدید مخالف تھا۔ جعفر نے اپنے لئے ایک محل بنانا چاہا  
جس کے واسطے روپیہ کی سخت ضرورت تھی، جعفر نے بنجائ  
سے مشورہ کیا۔ تو اس نے کہا۔ آپ ابن خاقان اور اس  
کے موافقین کو میرے سپرد کر دیجئے۔ میں ان سے حسب  
ضرورت رقم وصول کروں گا۔ غلیظہ مذاہد ہو گیا، لیکن جب  
ابن خاقان کو اس جو بڑا عظم ہوا۔ تو اس نے اپنے موافقین  
کو مشورہ دیا کہ وہ غلیظہ کو کہیں، کہ ہم بیس لاکھ روپے  
کے لئے تیار ہیں، بشرطیکہ بنجائ کو ہمارے سپرد کر دیا جائے، ورنہ  
اسی دن وہ شخص جس کی حیثیت سے تمام ارکین سلطنت لرزد  
بر اندام رہتے تھے، ان لوگوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ اب یہ  
فید تھا۔ اس کی کل جائیداد ضبط کر لی گئی تھی، اور اس طرح  
وہ شخص جو دوسروں کو ذلیل دیکھنے کا منتہی تھا، خود ہی ذلیل  
و تعذیب کی مصیبتوں میں مبتلا ہو کر بالآخر راجے ملک عدم ہوا۔

یہ اور انہی قسم کے صد ہا شہادت خود ہند انسان کو عبرت  
حاصل کرنی چاہیے، یقیناً یہ عبرت ہند افراد ہی فلاح پانے والوں  
میں شامل کئے جائیں گے۔ (اسرار احمد آزاد مدیر انعام کرناں)

نادر افرا کے کام دوہان کی آسودگی کا سبب بنا ہوا تھا۔ اور  
جس کے ایک اونٹ اشارہ نے اسی نڈاویں ہزار ملانسا کو  
کے دامن قہر و قتل سے پر کر دیئے تھے، آج ابھی ایک اونٹ  
خواہش کو پورا کرنے پر بھی قادر نہیں، بہر حال گوشت مہیا ہو  
گیا۔ اور بھی نے خود اسے تیار کیا۔ اب کہ خوش فہمی میں کیا  
ساتھ جھڑپیں تھیں، برتن بھی کے ماتھے سے جھوٹ گیا۔ اور اس  
کی محبوب خواہش زمین پر بھی مجبوراً اس نے خاک آلود ہوتا  
ٹھانیں، اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھائیں۔

دائق بن متعم بن ہارون الرشید کے وزیر محمد بن عبد الملک  
بن زیات نے اپنے مخالفین کو سزا دینے کے لئے ایک آہنی  
تنور تیار کر دیا تھا۔ جس میں تیز نوکدار لکڑی لگائے گئے تھے  
یہ تنور ابھی تیار ہی ہوا تھا کہ دائق نے وفات پائی، اور اس  
کا بھائی جعفر اور ملک خلافت پر فائز ہوئے۔ دائق جعفر سے متفرق  
تھا۔ اس لئے ابن زیات بھی ہمیشہ جعفر کی مخالفت کرتا رہا۔  
اس لئے اس نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ابن زیات  
کو گرفتار کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ اس بد بخت وزیر نے  
سب سے پہلے خود ہی اس تنور کی راہ سے داعی اجل کو لبیک  
کہا۔

## ضرورت ہے

ایک گفتگو ختم ہونے سے پہلے دغل و معقول دینے لگتے ہیں،  
ایک عینک کی جو نصف مہ کے دلوں میں اندھ ہی ہونے  
والی آنکھوں کو سبب شکیانی پڑھنے کی قوت دے،  
ایک شمشیر کی جو سخت و غور کا سر قلم کرے،

(تقریر)

ایک طوطے کی جو بعض سوالات بارہا ہماری جانب سے  
جواب دے سکے،  
ایک جہانی کی جو بعض مہانوں کو سمجھائے کہ رات گزر گئی،  
ایک قینچی کی جو بے فائدہ گفتگو کو قطع کر دے،  
ایک ہتھوڑے کی جو بعض لوگوں کی خستہ اور سختی دور  
کے،  
ایک گھنٹی کی جو ان لوگوں کو خبردار کر دے، جو کسی محافل

## ندوة القرین

کیا جائے کی ہاست ہوئی ،

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کا مکتوب گرامی جس میں انہوں نے القرین کی مذات کے اعتراف میں زرد نقد کی تعمیل قوم کی طرف سے پیش کرنے کی تجویز پیش کی ہے پراگیا۔ بعد غور مفصل ہوا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں لکھ جائے کہ آپ کی تجویز سے ممبران ندوہ متفق ہیں ، لیکن یہ تجویز آپ خود کسی مناسب موقع پر قوم کے سامنے پیش کریں بعد ازاں حکیم فضل حسین صاحب افسر مال ، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل ، قزنبی غلام حسن صاحب رئیس ، قاضی فضل حسین صاحب رئیس ، ڈاکٹر احمد علی صاحب اسٹنٹ سرجن ، ڈاکٹر محمد علی صاحب پیر سید علی احمد صاحب فریدی وغیرہم مغفرت کے مراسلات گرامی پیشہ گئے اور تجویز ہوا کہ مناسب جوابات لکھ دئے جائیں ،

شیخ عبدالمجید صاحب گردادر قانوجی کا گرامی نامہ پیش ہو کر تجویز ہوا کہ آپ کے فراہم کردہ مبلغ ۳۴ روپے عطیہ کا شکریہ ادا کیا جائے اور اسے فاکس کیا جائے کہ آپ ندوہ کی امداد کا یہ قوت جاری رکھتے ہوئے شکر گزاری کا موقع دینے میں ، اس کے بعد مجلس انتظامیہ کا حسب ضابطہ انتخاب میں لایا گیا اور بعض خاص اور اہم تجاویز پیش ہو کر پاس ہوئیں ،

دفتر کے انتظامی امور پر غور کرتے ہوئے تجویز ہوا کہ چونکہ ندوہ کا سرمایہ اب اس قدر ہو گیا ہے کہ اس کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جائے ، اس لئے خزانچی اور آڈیٹر کا تقرر عمل میں لایا جائے ، چنانچہ سوسمہ علم الدین محمد حفیظ قزنبی انڈیا کو "خزانچی اور قزنبی محمد عظیم صاحب گردادر قانوجی" آڈیٹر مقرر ہوئے اور تجویز ہوا کہ سرمایہ امپریل بینک میں جمع کیا جائے اور درآمد برآمد و آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے کے لئے مجوزہ نقشہ جات کے مطابق رجسٹر لکھ دئے جائیں ،

شباب الدین

انزیری سکریٹری

۲۶ اپریل سنہ ۱۰۲۷ کو قاضی الطاف حسین صاحب منسٹر ، رئیس امرتسر کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی ، سابقہ اجلاس کی کارروائی نقد میں ہوئی اور ایجنڈہ کے مطابق کارروائی شروع ہوئی۔ سب کو پہلے قوم زراعتی حقوق پر غور کیا گیا۔ تجویز یہ کہ جن اضلاع میں قزنبی ہنڈا زمین قائم نہیں ہوئے ، ان کے لئے حسب ضابطہ کوشش کی جائے۔ ہمس مسئلہ کے متعلق خاص اہم خاص تجاویز پیش ہوئیں اور ایک لائحہ عمل تجویز کیا گیا۔ اس کے بعد مراسلات آمدہ پیشہ گئے اور ڈاکٹر محبوب عالم صاحب قزنبی لکھناؤی کا بالفاظ ذیل بصورت زردیوشن شکریہ ادا کیا گیا۔

"ندوة القرین کا یہ اجلاس قوم کے قابل غور زردیوشن صاحب عالم صاحب لکھناؤی کی ان خدمات کا بعد قتل عمر کرتا ہے جو انہوں نے عرصیت کے ادملے قرینیت کے بطلان کے سلسلہ میں ان کے سرفتنہ آزاد" کو دزدان شکن جوابات دینے میں انجام دی ہیں۔ ندوہ ان کی ان قومی مذات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے قوم کی طرف سے انکی خدمتیں پر شکر پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ خدا سے بزرگوار ان کے عزائم میں برکت عطا کرے۔ آمین ،

بعد ازاں رئیس نارم لئے ممبری تصدیق ہوئے۔ قاضی الطاف حسین صاحب نے چندہ داغہ ایک روپہ اور عطیہ چار روپے عطیہ کے جو شکریہ کے ساتھ قبول کئے گئے ،

۱۸ مئی سنہ ۱۰۲۷ کو بزرگ صدارت جناب حکیم طالب علی صاحب انسپکٹر وٹنری ڈیپارٹمنٹ جناب کارروائی شروع ہوئی ، سابقہ اجلاس کی کارروائی پیش ہو کر منقہم ہوئی ، اور ایجنڈہ کے مطابق کارروائی شروع ہوئی ، تیرہ درخواست ائے ممبری پیش ہو کر منظور ہوئیں ، اسی قدر زیر تجویز میں جا آئندہ اجلاس میں پیش ہونگی ، گذشتہ سہ ماہی میں مستقل ممبران ندوہ کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی ہے اور ان میں سے جن کا چندہ ممبری ہنڈا وصول نہیں ہوا ان سے مطالبہ

## درس عبرت

از جناب مولوی عبداللہ صاحب قیدہ منیر سکول رند باؤد کراچی

جامع المتفرقین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کی معاون اور ایسے کاموں کے لئے آٹھ کارکن تھے۔ اس کے ناپاک خیالات اور حریص طبع کے ارادوں کو کامیاب اور بار آور بنانے میں ان کا بڑا حصہ ہوتا۔ ان کا فریضہ کا وقت بجائے اس کے کہ کسی اچھے اور نیک کام میں خرچ ہو تا۔ شہر بھر کی کنواری لڑکیوں کے حالات دریافت کرنے پھنسانے کی ترکیبوں میں مصروف ہوتا۔ اور اپنے ہر ارادے کو کامیاب بنانے کی انتہائی کوشش کرتا۔ اور ہر طریقہ سے حصول مدعا میں سبائی رہتا۔ وہ ایک جوان تھا۔ انسان ناکونیکہ وہ مملوب تھا۔ اور شہوت اس پر غالب۔ وہ اپنے نفس کے پھندے میں پورا پورا قید تھا۔ اور اس کے ہر حکم پر قطع نظر اس کے کہ وہ اچھا ہے یا بُرا سب کچھ کرنے کو مستعد اور تیار تھا۔

(۳)

احمد کی بیٹی عاجزہ طفولیت کی منزلیں طے کر چکی ہے، اور اب پورے پورے عالم شباب میں ہے، آیام طفولیت میں کبھی والدین کے ساتھ کلب گھر کا غاشا و کبھن اُسے یاد آ جاتا ہے اور اب وہ بھی چاہتی ہے، کہ ایسی مجلسوں میں شریک ہو کر حصہ لے اور اپنے والدین کے ہر فعل و حرکت کو اچھی طرح دیکھتی ہے، ایسی نازک حالت میں اُسے ناول دیکھنے کا شوق بھی بے حد ہے۔ وہ ایسے ناول جن میں من و عشق کے قصہ دکھائے جاتے ہیں۔ اور جو یقیناً اس لئے لکھے جاتے ہیں۔ کہ ان کے جو عشق و محبت کرنا نہیں جانتے۔ رہنا نہیں۔ عاجزہ پر پورا اثر کر گئے، اس کے والد کے کمرہ کا نظارہ اسے اور متسلل کر رہا تھا۔ اس کی طبیعت بونئی آگ پر اس کے والدین کا بے جا کلب گھر میں ناچنے کے لئے جانا اور اس کا تذکرہ بے شرمی

احمد ایک اچھے خاندان کا رکن اور وجاہت پسند آدمی تھا، اچھی ملازمت ملنے کے لئے جتنے علوم اور جن جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان سے وہ محروم نہ تھا۔ مگر افسوس مذہبی تسلیم سے وہ قطعاً آشنا نہ تھا۔ مغربیت اس کے تمام رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی۔ وہ ایک افس میں کارک تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ سود و سود پر اس کے اخراجات کے لحاظ سے زیادہ تھے۔ اس سبب سے فیشن پرستی کو اور تقویت پہنچ رہی تھی۔ اچھے اچھے بوٹ۔ کوٹ۔ کالر غرض ہر وہ لباس جو ایک فیشن اہل آدمی کے لئے موزوں ہو سکتا ہے، اس کے لئے ڈریسنگ روم میں تیار رہتا۔ وہ مارمونیم اور گراموفون کا بھی دلدادہ تھا۔ ہر روز شام کو بے تکلفانہ اپنی بوی کو پہلو بہ پہلو سوٹ میں بٹھائے ہوئے نالک سینما، اور کلب گھر میں ناچنے کے لئے جاتا کرتا۔ اس کے کمرہ کی دیواروں کی زینت وہ حیا سوز عریاں تصویریں تھیں جنہیں دیکھ کر بے شرمی بھی کان بکراتی۔ وہ گھر کے حالات سے بالکل بے خبر اور بے پروا رہا کرتا۔ اور اکثر اوقات کو در بدر تک ان صحبتوں میں جھپٹے کا عادی تھا۔ جہاں ہوس پرست عشاق عموماً شریک ہو کر اپنی جذبات فوادی کرتے ہیں۔

(۴)

حیرت ایک دوئمند مگر عاشق آدمی تھا۔ اس کے والد نے اس کے لئے لاکھوں کروڑوں کی جائیداد جوڑی تھی، اس دولت نے جو کبھی محنت و جانفشانی کے اس کے ہاتھ آئی، اس کے ناپاک اور حرص و اُز سے بھرے ہوئے خیالات کو اور ترستی دی۔ کسی عورت کو فریب دے کر۔ پیسے کا لالچ دکھا کر یا کسی قسم کا عیب ڈال کر اپنے ناجائز مطالبات پورے کرنا اس کا معمولی کام تھا۔ شہر بھر کی وہ عورتیں جنہیں حیرت کی سوسائٹی

دہرٹکے ہوئے دل کے ساتھ عاجزہ انہی، مگر نظیرن اس کے ہاتھ پکڑے اس کو قہر مذلت میں گرانے کے لئے اس کی رہنمائی کر رہی ہے۔ انسوس نظیرن کو اب بھی اس کا احساس ہوتا کہ جو کام وہ کرنا چاہتی ہے اس سے زمین و آسمان اس پر ہفت کر رہے ہیں۔ کاش عاجزہ بجائے اس کے کہ نظیرن کو رازدار بنایا۔ کسی ایسے کو رازداروں کیا ہوتا۔ جو اسے راہ راست ہوتا اور ان ناپاک خیالوں کو اس کے دماغ سے نکال دیتا۔

ایک سما ہو کر۔ جس کی زیان نش و تارکش میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا تھا۔ عاجزہ کو بٹھایا گیا۔ وہ کمرہ کو دیکھنے ہی میں متحول تھی کہ حیرت آہنچا۔ عاجزہ ایک فیرو کو سامنے دیکھ کر شرمائی، مگر حیرت سرعت پسند حیرت نے اسے اتنا موقع ہی نہیں دیا۔ کہ وہ کچھ فور کر سکتی۔ اور اپنا مستقبل دیکھ کر ان خیالات سے باز رہتی جس کے لئے وہ یہاں لائی گئی ہے اب وہ حیرت سے مانوس ہو چکی ہے، اتنا ہی نہیں وہ اس سے بھت بھی کرتی ہے، مگر ملار د عیار حیرت فقط اس وقت تک اس بھول کی خوشبو لینے کے لئے تیار تھا، جب تک وہ اپنے اصلی پیار پر ہے، روزانہ کجغت نظیرن کے طفیل سے یہ ملاقات ہوتی رہی۔

(۶)

نبیہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیے تھا۔ اور اب وہ وقت آگیا۔ کر راز خود طشت از بام ہو جائے، پہلے عاجزہ کو اس آنے والی بدنامی کا احساس ہوا۔ جس سے اب تک وہ بے خبر تھی۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ میری مدد کی جائے گی، پہلے نظیرن اور پھر حیرت کو اس حقیقت سے آگاہ کیا۔ یہ معلوم ہونے ہی حیرت کے چہرہ پر بے رحمی اور نفرت کے شمار نمایاں ہونے لگے، اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد شہید ستم عاجزہ حیرت کا منہ دیکھنے کو ترستی تھی۔ نظیرن کو بھی اسے والی آفت کو یاد نظر رکھتے ہوئے، مجبوراً نوکری سے استعفیٰ جو نا پڑا۔ اور اس مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا عاجزہ رہ گئی۔ اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنے آپ کو لعنت ملاست کر رہی تھی، مگر اب کیا بن سکتا تھا۔ انسوس اب

سے کرنا بیل کا کام کر گیا۔ وہ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے سے قاصر تھی۔ جو ہر ایک عورت میں دو بخت کر دی گئی ہے اور جسے ایسے مناظر بڑھانے کے لئے کافی نہیں، یہ حالات جو خیالات اس کے دماغ میں پیدا کرتے نہیں دہانے سے وہ قاصر و مجبور تھی۔ اس سے نہ رہا گیا۔ اس کی بچی کو شکست ہوئی، اور اب اس نے تمیز کر لیا۔ کہ خادماؤں میں سے کسی کو راز دار بنائے، اور اس سے علاج مشورہ لے۔ اس کام کے لئے اس نے نظیرن کو انتخاب کیا۔ اور اسے اپنی حقیقت سے واقف کیا۔

(۷)

نظیرن حیرت کا دست و بازو تھی۔ اور یقیناً وہ عاجزہ کو ہی پھنسانے کے لئے ملازم ہوئی تھی۔ مدت سے اسی اور ہیرا میں تھی۔ مگر آج تک اس کا کوئی چارہ نہیں چلا تھا۔ سکاڑہ و عیارہ نظیرن کا یہ پیشہ تھا۔ اور یہ بھی ایک ذریعہ معاش تھا۔ کہ وہ عہد تآب لڑکیوں کو عبرت کی نظر کرتی۔ اس نے یہ موقع قیمت سمجھا اور ایسی چاچوسی کی بانیں کیں۔ کہ عاجزہ کی نظر میں اس کی خیر خواہ بن گئی۔ اسے ترغیب دلائی کہ وہ آج ہی اپنے والدین سے میر کی اجازت لے۔ عاجزہ نے آزادانہ سیر و تفریح کی اجازت مانگی۔ اور بد قسمتی سے مل بھی گئی۔ کیونکہ اس کے والدین اس میں کچھ قباحت نہیں سمجھتے تھے۔

(۸)

حیرت کی نظیرن سے یہ سن کر بے انتہا مسرت ہوئی، کہ ایک اور عہد تآب کی عہد اس کے حرص و آواز کی قربان گاہ پر قربان ہونے والی ہے، نظیرن اپنی کار گذری بہانیت سبائد آمیز الفاظ میں بیان کر رہی ہے، اور حیرت ہے کہ سر تا پا گوش بنا جو اسن رہا ہے، آخر حیرت نے اس جان بازی کے صلہ میں ۵ روپے کا نوٹ فی الحال نظیرن کی نذر کیا، اور یہ ٹھہرا کہ شام کو عاجزہ کو لے کر آئے،

شام ہوئی گاڑی تیار کی گئی، عاجزہ آج دولت حسن لٹانے کے لئے جا رہی ہے۔ گاڑی حیرت کے دواڑہ پر روک لی گئی،

وہ غور و فکر نہ اور کارِ حیرت فقط تسلی دینے کے لئے بھی نہیں ہیں یہ راز کب تک چھپا رہے گا تھا رما جڑہ کو اپنے خاندانی وقار کا پاس ہوا۔ اور اس نے ہنہ کر لیا کہ کسی طرح وہ اپنے آپ کو ہلاک کر کے اپنے خاندانی ناموس کو داغ لگانے سے بچائے۔

سات ہونی اور بھی رات عاجزہ کی موت کا پیغام بھی رما جڑہ اپنے ارادہ کو باز نہ کھینچ سکی پہنچنے میں سی کر رہی تھی۔ اور کسی کو خیال تک بھی نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کے والدین بدستور ناچ گھر میں گئے، اور رما جڑہ نے اس تہائی سے غائدہ اٹھایا۔

صبح ہوئی مگر رما جڑہ کے زندگانی کی شام ہو چکی تھی۔ رما جڑہ اپنے بستر پر مردہ پالی گئی۔ ڈاکٹری مسکن سے سلام ہوا کہ اس نے

زہر پی لیا ہے زہر پینے کی وجہ بھی ڈاکٹر سے معلوم ہوئی۔ انفسوس عاجزہ کو دفن کر دیا گیا۔

کاش! اس کے والدین اپنی غلطی کا احساس کریں۔ کہ یہ نقطہ انیس کی تعلیم تھی جس نے رما جڑہ کے دماغ میں ایسے ناپاک خیالات پیدا کئے، یہ کلب گھر میں جا کر ناپچنے کا نتیجہ ہے، جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ اگر وہ بے پروگی اور بے محابئی سے کام نہ لیتے تو بچا۔ عی عاجزہ کی جان یوں ضائع نہ ہوئی۔ حیرت اور نظر نہ انہیں۔ اور دیکھیں کہ ان کے نفسانی خواہشات کو پورا کر دینے خیال نے ایک انسان کی جان لی، اور اب بھی سمجھیں اور اس افسانہ کے آئینہ میں دنیا کیس اور اپنی سیرکار یوں کا نتیجہ دیکھیں۔

## اِقْلَابِ زمانہ

(از حجاب، جی گنور محمد محفوظ علیاں صاحب، رہائش گاہ انکسپلر پولیس منسل ضلع راولپنڈی)

غضب ہو گا اگر پرودہ سے باہر سیماں ہونگی  
کھلے بندوں چہیتی جب سہرا زارِ غمروں میں  
تا شناسا نسلِ کٹھ پتلی دکھائیں گی زمانہ کو  
سہرنگی صحبتِ انجیاں میں بے پروہ جب ہو کر  
جنونِ عشقِ آزادی کے ہاتھوں دکھنا اک دن  
ہزاروں منجے جب ہونگے ان کے متوالفکار  
عبادت ایک جیل ہوگی پھر عصمتِ فروشی کا  
نہیں انسان چھ تقلید یورپ عقل کے دشمن  
انہیں کے رات دن چرتے رہینگے عشقِ بازو میں  
جو جس پرودہ کی باتیں ان کو پرودہ ہی میں رہنے دو  
جلاکو خرمنِ غیرت کو برق بے حسابی سے  
اسی میں عافیت ہے یہ ہیں پوشیدہ پردے میں

تصویر رہتی ہے اسے محفوظ میں تو کانپ جاتا ہوں  
کہ اس سے خانہ آبادی میں کیا بربادیاں ہونگی

مادرِ بے رحمی نے اپنے ناپاک خیالات کو داغ سے ناکار چھینک دیں۔

# تعارف

## سوانح حیات

عالم جناب رئیس الاطباء مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب  
عباسی نقشبندی مجددی امروہی طبیب خاص  
طبیہہ کلچہ دہلی

(مرتبہ جناب سید علی احمد صاحب عباسی بی ایس سی آنرز علیگ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وطن امروہہ ایک نہایت مردم خیز شہر کی بنی ہے جو باوجود محبت و  
فلاکت عامہ کے اب بھی بجا طور پر یہی کہیں پر ناز کر سکتی ہے جنہوں نے  
اپنی حیات کا مقصد محض امیارت و خدمت بندگان خدا قرار دے رکھا  
ہے اور بلحاظ اپنی جامعیت کے ان سب کی قیادت اور سیادت کا سہرا  
حکیم صاحب کی ذات مقدس کے سر ہے۔

نسب حکیم صاحب کا نسب بائیس واسطوں سے مغرت السیہ موسیٰ  
الشاہن باہن حنفی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جو صاحبزادہ ہیں حضرت امیر  
المومنین الامام العباسی امین الرشید ابن امیر المومنین الامام ہارون الرشید  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حکیم صاحب اور ان کی اولاد کی نہنہال انصاریں  
میں ہے۔

حب حکیم صاحب کے جد امجد حضرت مولانا شاہ سید احمد علی شاہ صاحب  
حنفی صابری قدس اللہ سرہ العزیز طائف انبوی سے بے نیاز تھے۔ آخر عمر  
میں عرصہ بہت ابتداء سنت شادی کی تھی، جن سے صرف ایک صاحبزادہ  
حکیم صاحب کے والد ماجد پیدا ہوئے، جنکی تمام تر تربیت و تعلیم و شادی  
وغیرہ ان کے نانا مولانا صوفی خاں شمس صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ تھے  
مجدد جامع امروہہ کے، حضرت صوفی صاحب کا دار مبارک بوجہ ان کی  
خدمات ملی جامع مسجد امروہہ کے منارہ شمائی کے نیچے بنایا گیا ہے۔ حکیم صاحب

کے جد امجد کو ان کے بہائوں نے ان کے والد ماجد کے ترکہ میں صرف ایک  
جلد کلام اللہ کی دی تھی، جس کو حکیم صاحب کے والد ماجد مولانا سید علی محمد  
صاحب عباسی سربراہ کر خوش خوش لے آئے تھے، ابتداً انہی حیثیت آپ  
کے خاندان کی جو کچھ بھی قائم ہوئی اس کے ذمہ دار حکیم صاحب کے والد ماجد  
حکیم صاحب کے والد ماجد مولانا سید علی محمد صاحب عباسی بہت باادب و  
تخصیص کے آدمی تھے، ہمیشہ اعلیٰ طبقہ میں نشست و برخاست رکھتے تھے  
حضرت نواب وقار الملک مرحوم آپ کے خاص دوستوں میں تھے، لیکن ایک  
تراکل حلال کی جتنی اویس کوشش میں اور دیکھ اپنے بچوں کی تعلیم میں اپنے  
مقدور سے زیادہ کوشش کرنے میں ہمیشہ غفلت کی زندگی بسر کی، مولوی  
سید محمد داؤد صاحب عباسی بی۔ اے علیگ کو نہایت فاضل سے انگریزی  
تعلیم دلوائی۔ حالانکہ اس زمانہ میں الباکرنا کفر کے مراد ہوتا۔ علی گڑھ کے  
اولاد باؤنر جانتے ہیں کہ داؤد عباسی مرحوم کیا چیز تھے۔ ان کے دور رس  
پیکل سپنڈے نہیں لیکن جو انگریز داؤد مرحوم کا آج بھی یہی طرح ذکر  
کرتے ہیں۔ گویا وہاں زندہ ہیں۔ اور ان سے تعلقات قائم ہیں۔  
سید داؤد مرحوم حکیم صاحب کے حقیقی سنبھے بھائی تھے، حکیم صاحب کی  
والدہ محترمہ قدس اللہ سرہا کی بھی عجیب شخصیت تھی۔ نہایت راج  
زبد و عبادت ان کا مشغلہ تھا۔ اور باوجود کثیر الاولاد ہونے کے ان  
کے معمولات روزانہ میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ نماز کے وقت اپنے  
بچوں کو کسی کے سپرد کر کے دُور بھیج دیتی تھیں۔ کہ روئے کی آنرز  
کان میں نہ آئے۔ اور کوٹھڑی بند کر کے غائب ہو جاتی تھیں۔

غرض یہ مامول تھا جس میں حکیم صاحب کی ولادت تاریخ ۱۲۲۲  
شوال المکرم ۱۲۵۵ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح صادق ہوئے، حکیم  
صاحب کے جد امجد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مغرت  
بابا فرید گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک پر حکیم صاحب  
کا نام مبارک تجویز فرمایا۔

خانہ صاحب بھی بہت عنایت و محبت فرماتے تھے۔

تہذیب نفس چونکہ سادات قریش میں کچھ بالذات یہ قابلیت ہوتی ہے کہ تھوڑی سی کوشش سے ان پر انوار الہی کا نزول ہونے لگتا ہے، اسی سے ایک قریشی کا قلب خود بخود اللہ کی طرف کبھی نہ کبھی ضرور رجوع کرتا ہے، مگر اس کے باپ یا اس کے دادا کو صرف ولایت باری تعالیٰ عداۃ اصل ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حکیم صاحب بچپن سے تسبیح و تہلیل کے عادی تھے۔ یہ آپ کے جدِ امجد کی توجہ کا اثر تھا۔ کچھ وہ زمانہ بھی ایسا تھا۔ اردو بہ میں کیا شاید تمام اسلامی آبادیوں میں اتھوڑ کے وقت صرف دو قسم کی آوازیں تیا کرتی تھیں یا تو کجی کی یا ذکر کی۔ حسرت ہے کہ وہ زمانہ اب بھی عودہ کر گیا یا نہیں۔ اب تو بے جماعت بھی صبح کی نماز ہو جائے، تو سمجھتے ہیں۔ کہ ولادت حاصل ہو گئی۔ اور بے وقت ادا ہو۔ تو بھی ایک قابلِ فخر چیز سمجھی جاتی ہے۔ بعد تحصیل علوم عقلی و نقلی حکیم صاحب کی توجہ علم باطن کے حصول کی طرف ہوئی، اس اثنا میں عمہ کی مسجد میں دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ سید محمد سیاد الدین علوی نقشبندی مجددی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ فرما رہے ہیں۔ یہ صورت کچھ ایسی پسند آئی کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ سے حکیم صاحب نے بیعت کر لی، حضرت شاہ صاحب قبلہ حکیم صاحب پر بے حد عنایت فرماتے تھے۔ اور نہ محض حضرت شاہ صاحب بلکہ آپ کے دیگر پیر بھائی اور بڑے حضرت کے خلفاء بھی آپ پر شرف حضرت حافظہ کرامت خانہ صاحب اذ حضرت مولانا شاہ عبدالغفور صاحب رضی اللہ عنہم آپ پر اسی طرح مہربان تھے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے جلد از جلد توجہ ہو کر حکیم صاحب کو مقاماتِ حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انوار سے منور فرما دیا، اور فرقہ خلافتِ عطا فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب نے بد وفات اپنے مرشد برج حضرت مولانا شاہ عبدالرحمن خانہ صاحب شاہجہانپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بآباد وجود حاصل ہو جانے خلافتِ شلقہ کے حضرت قطب الحرمین قبلہ عالم مولانا حاجی امداد اللہ صاحب چشتی رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ اب میرے

تعلیم حکیم صاحب کو نگرانی۔ کچھ لمبی نہ ہوئی۔ اسلئے علمِ ذبیہ کی تعلیم کچھ دنوں اردو بہ میں پھر دیو بند حاصل کی کہیں نہیں حضرت مولانا شاہ سید احمد حسن صاحب قبلہ چشتی امدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی جو غلیظ و شاگرد تھے، حضرت قاسم العلوم مولانا شاہ محمد تاسم صاحب نانوتوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درس نظامی کی تکمیل کے بعد لیکن قبل از دورہ حدیث حکیم صاحب کو توجہ تحصیل علم طب کی طرف ہوئی، مدرسہ طبیبہ کی نئی نئی بنیاد پڑی تھی۔ اور حضرت حاقق الملک بہادر حکیم ابوسعید عبدالحمید خانہ صاحب اجوازی رحمۃ اللہ علیہ اور انصار اطا حکیم محمد واصل خانہ صاحب احراری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ سیح الملک بہادر حکیم حافظ محمد اجل خانہ صاحب احراری رحمۃ اللہ علیہ خود درس دیا کرتے تھے۔ ان ہی حضرات کے پاس طب کیا۔ اور یہ تمام حضرات بے حد عنایت و محبت فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب وطن آئے، تو یہاں حدیث کی تکمیل کی۔

نواب سر محمد علی اللہ خان صاحب کے سی۔ آئی۔ اسی نے جب حضرت حافظ الملک بہادر سے ایک طبیب کی خواہش ظاہر کی۔ تو حضرت حافظ الملک اس قدر جامع اور موثر الفاظ میں حکیم صاحب کی تشریف کی کہ نواب صاحب نے اسی وقت تقرری کا حکم دے دیا۔ حضرت سیح الملک بہادر آپ کے مجربات استعمال فرماتے اور دوائے حق کے بھلق فخر یہ فرمایا کرتے کہ یہ میرے شاگرد فرید احمد کی ایجاد ہے، حضرت سیح الملک کے ایک شاگرد نے بد تحصیل علم طب عرض کیا کہ حضرت کچھ اپنے خاص مجربات عنایت فرمائیں۔ تو حضرت سیح الملک نے فرمایا کہ ایک میرے شاگرد فرید احمد ہیں کہ میں ان کے تجربا استعمال کرتا ہوں۔ اور ایک تم ہو کہ مجھ سے میرے مجربات مانگتے ہو۔ ادھر میری ہدایت کے موافق علاج بھی نہیں کرتے۔ حضرت سیح الملک کو حکیم صاحب سے محض شاگردی و استاد کی تعلق نہ تھا۔ بلکہ کچھ ذاتی تعلق کچھ ایسا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے والے دیکھتے تھے۔ اس کی وجہ وہ خلوص تھا جو محبت کو اپنے ساتھ ہوتا ہے، چنانچہ حضرت سیح الملک کی وفات پر لوگ اسی طرح حکیم صاحب کے پاس آتے تھے جس طرح ان کے اعزاء کے پاس جاتے تھے۔ حکیم محمد واصل

شعر و سخن بحکم صاحب کبھی کبھی شعر بھی کہتے ہیں، جو اکثر فی البدیہ ہوتے ہیں جس میں نظر ثانی شاید ہی کبھی ہوتی ہو۔ لطف صرت ان اشعار میں آتا ہے۔ جو کسی کیف کی حالت میں کہے گئے ہوں نہ زبان سادہ اور ہر قسم کے سادہ سے پاک ہوتی ہے۔ اور محض جذبات کی ترجمانی مقصود ہوتی ہے، اور رنگ ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے مثلاً عشق حبیب پاک میں تے مزاجیچے ♣ حاصل موخا صلت خیر اور لی بیچے دیکھنے کے خلفشار سے دل میر پاک ہو ♣ اس سبب رنگ کی نہ لگے کچھ ہوا بیچے کثرت میں دیکھوں تو سب سے بڑھ کر ♣ وحدت بکثرت آئے نظر بر ملا بیچے

وہ دل نہیں کبھی بی نہ ہو خود کیا تھا ♣ وہ عشق کیا ہے جو کہ ہو مصلحت کیا تھا جس دلیں سوز ہونے بخت کا ذوق ہو ♣ ایسے مرض کو ہرے بینک شفا کیا تھا مذہب ہے میر عشق طریقی ہے مصلحت کل ♣ چہ ہوتے ایک سادہ شاہ و گدا ایک فقہ میں ہوں میر عشق بظاہر طیب ہوا ♣ جائی گایا مرض دوا دوا دوا کیا تھا یارب بعد نیاز یہ ہے از نو مری ♣ در جزا ہوتے رسول خدا کیا تھا

جب اعلیٰ حضرت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ طیبہ کالج میں تشریف لائے۔ تو حکیم صاحب نے مندرجہ ذیل شعر فی البدیہ کہے۔ لیکن سنائے کا موقع نہ ملا۔

طیبہ کالج کا بینک اب بوجہ اعلیٰ نظام ♣ گو کہ فن طب کا تقاضا ہے ہی یہ دارالسلام میں جیل این سرج الملک اسکے پرست ♣ بار آور انکی کوشش ہو گئی باہر کراہ حضرت شاہ دکن تشریف فرما ہیں چکا ♣ میں نانا توں جکے ہر دم ملک میں سفاح عالم مدد جو دو سخا بینک میں سلطان علوم ♣ بانشریت یا طریقت یا جماعت با نظام ہو تو جہ طیبہ کالج پر اب مکرار کی ♣ کام بخاے ہمارا پکا دجا کے نام طالبان علم و فن را نگید گشتی شہا ♣ راہ جو یاس را توئی چوں بدر کمال نظام یہ دعا عباسی عاجز کی یارب مقبول ♣ حضرت شاہ دکن ہوں ہر طرح سے شاکام

جب اعلیٰ حضرت تشریف لائے، تو یہاں بڑے بڑے بولنے والے لوگ موجود تھے لیکن رعب شاہی سے سب خاموش تھے، صرف ایک ذات حکیم صاحب کی تھی، کہ آگے بڑھ کر اسلامی طریق پر سلام کیا۔ اور

دوبارہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے گو حکیم صاحب کی تربیت روحانی مطابق طریق حضور مجدد صاحب رضی اللہ عنہ ہوئی، لیکن محاسبے چشتیت کا زور ہو جاتا ہے، شاید یہ حکیم صاحب کے جد امجد کی توفیر اور حضرت شاہ صاحب کے حضرت حاجی صاحب سے تلقین کی بنا پر ہے، تقریباً بیس برس بعیکم پور کی ملازمت کے بعد جب حکیم صاحب باپا کے حضرت سچ الملک بہادر سلاہ میں بچہ دار انس پرنس زاناہ طیبہ کالج دہلی تشریف لائے۔ تو حضرت مولانا دمرشانا شاہ محسی الدین عبداللہ ابوالخیر خاؤنی مجددی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار کی۔ حضرت صاحب نے ابتدا ہی سے حکیم صاحب کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کیا۔ اور اس قدر محبت فرماتے تھے۔ کہ حکیم صاحب کو اس پر بجا طور پر ناز ہے، حضرت شہنا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سبحان اللہ آیت من آیات اللہ تھے۔ ہم قوم لایستغنی جلسیم نیکہ بر ہمیں صحیحہم ۲۰ حجم و حکیم نور۔ تصانیف ابتدا کی تصانیف میں سیرۃ العباس اور مدار العظم و کتا میں ہیں۔ جن پر اعلیٰ حضرت سلطان العلوم شاہ دکن نظام الملک آصفیہ صاحب خلد اللہ ملکہ کے دربار گہر بار سے پانچ سو روپیہ کا گراں قدر انعام عطا ہوا۔ باقی سیرۃ جعفر طیار علیہ السلام کا سونو جس میں نظر ثانی کی ضرورت ہے، سیرۃ آل عباس جس میں امیر المومنین الامام المنصور، الامام العباسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک کے حالات میں طبع ہو چکی ہے، ایک چھوٹا سا رسالہ تحقیقات سیادت کے بارے میں لکھا ہے، حقیقۃ السادت اس کا نام ہے، اور اس میں ثابت کیا ہے، کہ سید لقب قریش ہے، بنی ہاشم کا لقب شریف تھا۔ جس کو آج کل ہندوستان میں شاید دو چار ہی لوگ جانتے ہوں گے۔ لہٰذا تصانیف میں المصید لیلۃ الجھیلیند حال میں ایک کتاب فن دوا سازی پر طبع ہوئی، ایک دستور العمل لکھا جا رہا ہے، جو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، ارادہ ہے، کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایک سال کے اندر شائع ہو جائے۔ حال میں کتاب اعمال المفردات اور اعمال المركبات دو حصوں پر مشتمل ہے، اشائع کر دی جائے گی۔ بہت کچھ اس کتاب کی بھی تکمیل ہو چکی ہے۔

آتشک - برص - مل اور دق جیسے موذی امراض بھی شامل ہیں  
مریضوں کے جھوم سے قطعاً نہیں گھبراتے۔ بلکہ خندہ پیشانی سے ہر شخص  
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ایک صاحب کو تو مطب کی حالت دیکھ کر  
اتنی حیرت ہوئی کہ انہوں نے اپنے گھر کو دکھا کر حکیم صاحب کی جگہ  
کوئی دوسرا ہوتا۔ تو پاگل ہو جاتا۔ اور مجھے حیرت ہے۔ کہ یہ کیوں نہیں  
ہو جاتے۔ ہر مریض کی طرف متوجہ ہونا۔ تشفی کے متوجز کے متعلق طلباء  
کو لکچر دینا۔ اور ہر مریض کے سوال کا شافی جواب دینا۔ اور پھر ان  
دور مریض کا معائنہ اور دن میں کئی کئی خندہ ان کی دیکھ بھال یہ  
روزانہ کے مشاغل نہیں۔

سیاسی عقیدہ حکیم صاحب مہم قلوب سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔  
کہ جب تک مسلمان کم از کم ہمسایہ اقوام کی برابر منظم نہ ہو جائیں  
ان کو کسی تخریبی سیاسی تحریک میں حصہ نہ لینا چاہیے۔ اور نگرینٹ  
کے خلاف بغاوت کرنی چاہیے۔ دوسری قوموں کے ساتھ معاملہ  
کچھ بھی ہو۔ لیکن مسلمانوں کو حکومت صرف اسی وقت مل سکتی  
ہے، جب کہ ہر شخص اپنی اپنی جگہ ذاتی تقویٰ و طہارت کی زندگی  
سبر کرے و قد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا

عبادی الصالحون ان فی ہذا مبلغا لتقوم عابدین  
اور اسی لئے حکیم صاحب کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں کو صرف تعمیری  
کام کرنے چاہئیں۔ مثلاً غازیہ اجاوت کا التزام و تعلیم دینی و تعلیم  
سائنس اور ویسی اور وہ البسہ کا استعمال بجز اس کے کہ کسی قوم  
یا کسی ملک کے ساتھ عداوت رکھیں۔ و عد اللہ الذین امنوا منکم  
و علو العاصمات لیستخلفنہ فی الارض کما استخلف الذین من  
قبلہم ولیکن لہم دینہم الذی ارتقٰی ہم و لدینہم من بعد  
خونہم امانا لیبعدو عنی لایسار کون لی شیا۔ ومن لکفرید  
ذالک ناد لک ہم الفسقون۔ و اقیہم الصلوٰۃ و اؤ الزکوٰۃ  
و اطیعوا الرسول لعلکم ترحمون۔ اور جب مسلمانوں نے ایسا کر لیا  
تو اس کے فرماتے کا تحتبن الذین کفروا معجین فی الارض و ما  
لہم الناد و لبیس المصیر۔

مذہبی جذبہ عقیدہ حکیم صاحب منہج نہیں۔ ہر شخص کے ساتھ محبت

ساتھ ساتھ اپنے مطب میں لے گئے، اور دیاں اپنے شفا خانہ کے متعلق  
ایک مختصر کچر دیا۔ اعلیٰ حضرت بہت محظوظ ہوئے، لیکن انیسویں کسی نے  
تعارف نہ کر لیا کہ یہ حکیم فرید احمد عباسی ہیں، والا حکیم صاحب نے  
دوسروں کا تعارف کر لیا۔ کہ آپ یہ ہیں اور آپ یہ۔ اعلیٰ حضرت نے  
ماہ لکھنؤ کی بوتلوں کو پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے۔ اسکا جواب دیا۔ رات کو  
حضرت مسیح الملک بہادر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ کہ فرماتے  
ہیں۔ تم نے ماہ لکھنؤ کی بوتل اعلیٰ حضرت کے نذرانہ کی۔ چنانچہ دوسرے  
دن دو بوتلیں حضرت حکیم محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں بھیجا  
دیں۔ کہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش فرما دیں۔

فنی خدمت حکیم صاحب کو باغی میں بھارت تادمہ حاصل ہے۔ علاج  
میں ہمیشہ اس امر کا خاص خیال ہوتا ہے۔ کہ دو اسل اھصول اور کم  
قیمت ہو۔ فنی بے تعصبی آپ کی مشہور ہے۔ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر سید  
محمد احسن عباس ریلوڈ اسسٹنٹ سرجن سے بعض انگریزی اور یہ کا  
طریقہ استعمال معلوم کر کے عرصہ دراز تک استعمال فرماتے رہے۔ لیکن جب  
اپنی اور یہ میں ان تمام دواؤں کا نظم ابدل مل گیا۔ تو فنی خدمت کی  
وجہ سے انکا استعمال ترک کر دیا۔

حکیم صاحب کے طبی لطیف بہت دلچسپ ہوتے ہیں۔ ایک صاحب  
تشریف لائے۔ ان کو بے انتہا کھانسی تھی۔ کھانسی کھانے کے بعد بڑھ  
جاتی تھی، اعلیٰ ڈاکٹر صاحبان کا عرصہ دراز تک علاج کرسٹے رہے  
لیکن افادہ نہ ہوا۔ کیونکہ سب نے غزلہ کا کھانسی کا علاج کیا۔ حکیم صاحب  
نے سوال تخریبی تشفی فرمائی۔ دو دن کے علاج سے آرام آ گیا۔

ایک شخص استسقاء الصدر کا آیا۔ ڈاکٹر صاحبان و قریباً دوا گشتہ  
کی کاوش سے بذریعہ سماع الصدر یہ مرض تشفی کیا۔ حکیم صاحب نے  
صرف بغل ملاحظہ فرمائی۔ اور یہی مرض تجویز کیا۔ مریض نے وجہ  
معلوم کرنی چاہی تو ایک نکتہ جو حجت بہت نمایاں ہے۔ لیکن بہت سی پانی  
نہیں سلوم ہوتا۔ یقیناً سینہ میں ہو گا حکیم صاحب تمام امراض کو صرف  
انقلیوں پر تقسیم فرماتے ہیں۔ اور ہمیشہ تشفی صمیم ہوتی ہے۔

محض قیام دہلی بھیدہ ہاؤس فریضین طبعہ کا محل دہلی تقریباً سو سالہ  
مرضی کا علاج کیا جس میں بڑے بڑے معرکہ کے علاج نکل جنام۔

دیو کا ایسا آپ کا قدیم شیوہ ہے۔ البتہ اپنے بزرگوں اور آئندہ کی شان میں کسی شخص کی طرف سے بھی گستاخی برداشت نہیں کر سکتے لیکن بیادری اور مشکل کے وقت اپنے شخص کی بھی دست گیری فرمانے میں دریغ نہیں فرمانے۔

**قومی جوش** فرش کی حالت بہتر کا آپ کو بے حد خیال رہتا ہے۔ اور ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح اس قوم کو بھرپور فلاح حاصل ہو۔ چنانچہ سیرۃ العباس اور سیرۃ آل عباس اور سیرۃ جعفر طیار اور حقیقۃ السادات و مدار العظمیٰ محض اس لئے لکھی ہے، کہ فرش اپنے بزرگوں کے حالات پڑھیں۔ اور سبق لیں۔ ”ندوة القریش“ کی فریک آپ ہی کی ہے۔ خدا نے اس کو قبول فرمایا۔ اور قوم تیار ہو گئی ہے اور اس کا ندوہ قائم ہو۔ خدا کرے دوسری شواہش کہ ایک خالص فرخی سکول کی بھی بنیاد پڑ جائے۔ جلد از جلد بار آور ہو۔

اسکول کے متعلق انشاء اللہ کسی آئندہ صحبت میں تذکرہ ہوگا۔ اس وقت تو مقصود محض ان جذبات کا اظہار ہے۔ جو عظیم صاحب کو اپنی قوم کے لئے ہیں، بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں سے دو چار جملہ ہدیہ ناظرین کئے جائیں۔

۱۔ چونکہ سادات فرش کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ ان کے فضائل نسبی کو برباد کیا جا رہا ہے۔ اور شیخ کے لقب سے تنقیداً تعجب کیا جاتا ہے، اور بعض فرستے ایسے پیدا ہو گئے ہیں، جنہوں نے ان کے فضائل شانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، بلکہ ان کی طرف ایسی من گھڑت باتیں منسوب کرنا کہ عوام کے دلوں سے ان کی عظمت نکل جائے، اپنے فرائض ذمیہ میں سے سمجھ رکھا ہے پھر بھی چونکہ یہ قوم خدا کی محبوب ہے، جو ذی علم حضرات ہیں، چاہے کسی خیال کے ہوں۔ وہ اس قوم کے فضائل بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔۔۔۔۔ اب ضرورت ہے۔ کہ جس طرح پہلے زمانہ میں ان کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اور سیدنا قاضی بن سیدنا گلہا جہاں احمد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سادات فرش کو مکہ معظمہ میں جمع کیا تھا۔ ہندوستان میں بھی ایسا اجتماع ہو۔ اور سب ایک

مجلس کے نیچے جمع ہو جائیں، اور باقاعدہ اس قوم کا نظام نو جائے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے، فرش کی فلاح و بہبود پر انما س تیغ و قمر فرش اس لئے سب سے زیادہ اہم تنظیم فرش ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں تنظیم ہو جائے گی تو سداً ان کی تعلیم پھر یہ قوم اسی طرح کرے گی۔ جیسے آج سے ہزارہا سال پہلے کی تھی۔

یہ ہیں وہ جذبات عالیہ جن کا اظہار حکیم صاحب نے مختلف جگہ فرمایا ہے، خدا کرے کہ ”ندوة القریش“ کی اسکیم کا سیلاب ہو جائے، جیسا کہ جناب مولانا سید محمد علی صاحب روضہ قدوسی اندیز ”الفرش“ اور مولانا سید فیض حسین صاحب فائزہ قدوسی نے بیڑا اٹھایا ہے، اور قبائل فرش کے نسب کی جھڑپیں بین کی جائے۔ تا کہ باہمی تعلقات میں ہلچلت ہو۔ اور نسبی تنازعات ہو، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے، ایسی ذاتیں جن میں خصال نذیلہ عادیۃ لئلا بدلتل متشکل ہوئے ہیں اور اب فرش کا بارو ڈھیلا دیکھ کر چاہتے ہیں۔ کہ ”فرش“ میں بیٹھیں ان کی فرخیت کا خاتمہ کر دیا جائے، تاکہ انتشار اک عمل میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ وقت آئے گا کہ ہم بعض ان کو نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کو اپنے اندر ملا لیں گے، لیکن انہی نہیں، جب تک ہم میں خود کوئی ایسی طاقت نہ ہو جائے اور ہم میں جو بالذات جوہر میں وہ نمایاں ہو کر چلنے نہ لگیں گے ہم کسی دوسری قوم کو دعوت نہیں دے سکتے۔

اسکیمیں بہت بلندی ہیں، صرف اقدام عمل کی ضرورت ہے، اصل ہے۔ کہ محنت کا حامی خدا ہے ”ندوة القریش“ نے اگر وہ صورت اختیار کر لی۔ جو ہمارا سب کا نصب العین ہے۔ تو سکول اور بیت المال بالکل نئی چیزیں رہ جاتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارا اخبار ”الفرش“ زندہ ہے، اور ہماری قوم کی خدمت کر رہا ہے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے، کہ اس سے بڑھ کر قوم کی خیر ازہ بندی کے لئے کوئی نعمت نہیں تھا، کہ اگرچہ اس کی اشاعت ایسی ہو جائے، کہ ہندو دار اور ذرائع بھی اس کے لئے مسرت ہوں، واللہ و نعم انموکیل۔ ۴

۱۔ چونکہ سادات فرش کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ ان کے فضائل نسبی کو برباد کیا جا رہا ہے۔ اور شیخ کے لقب سے تنقیداً تعجب کیا جاتا ہے، اور بعض فرستے ایسے پیدا ہو گئے ہیں، جنہوں نے ان کے فضائل شانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، بلکہ ان کی طرف ایسی من گھڑت باتیں منسوب کرنا کہ عوام کے دلوں سے ان کی عظمت نکل جائے، اپنے فرائض ذمیہ میں سے سمجھ رکھا ہے پھر بھی چونکہ یہ قوم خدا کی محبوب ہے، جو ذی علم حضرات ہیں، چاہے کسی خیال کے ہوں۔ وہ اس قوم کے فضائل بیان کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔۔۔۔۔ اب ضرورت ہے۔ کہ جس طرح پہلے زمانہ میں ان کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اور سیدنا قاضی بن سیدنا گلہا جہاں احمد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سادات فرش کو مکہ معظمہ میں جمع کیا تھا۔ ہندوستان میں بھی ایسا اجتماع ہو۔ اور سب ایک

مجلس کے نیچے جمع ہو جائیں، اور باقاعدہ اس قوم کا نظام نو جائے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے، فرش کی فلاح و بہبود پر انما س تیغ و قمر فرش اس لئے سب سے زیادہ اہم تنظیم فرش ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں تنظیم ہو جائے گی تو سداً ان کی تعلیم پھر یہ قوم اسی طرح کرے گی۔ جیسے آج سے ہزارہا سال پہلے کی تھی۔

## معصوم قیدی

### پہلا باب

نیکھ معصوم طرازی ہے نہ کچھ بگس مانی ہے

حقیقت حال تھو اتھو سچی کب لانی ہے

نیکار پور کے چوٹے سے بارونق اور پربہار قصبہ میں حبشہ نانی ایک مشہور و معروف سوداگر جس کے پاس اپنا بیوپار کرنے کے لئے کافی سے زیادہ دولت موجود تھی۔ اقامت گزری تھا، وہ لگی ایک رفیع الشان مکانات کا مالک تھا، اور اپنے پاس کے غلام لوگوں میں ایک مالدار آدمی سمجھا جاتا تھا۔

ممنول اور مالدار ہونے کے علاوہ وہ ایک گرائیل خوبصورت نوجوان بھی تھا۔ اس کے سر کے چمکے ہوئے سیاہ بالوں نے اس کے حسن و جمال کو چار چاند لگا رکھے تھے، وہ ایک نظریات اور دل لگی باز تھا، اس لئے اس کے چہرہ پر ہر وقت خوشی کے علامت نمایاں رہتے تھے،

حبشہ کو سن فوضویت سے ہی بادہ خواری کی ذہیم خوب لگی تھی، اور وہ اکثر زیادہ شرب پی کر اپنے سے باہر ہو جاتا، اور شور وغل کیا کرتا تھا، لیکن جب اس کی شادی ہوئی، تو اس نے صاحب ہو کر اپنی اس گنہگار عادت کو بالکل ترک کر دیا، اور پھر بھی ایسا کرنے کا نام نہ لیا۔

ایک دفعہ موسم گرما میں تجارت کرنے کی غرض سے وہ ایک میلہ میں شریک ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا، کہ اس کی بیوی نے اس کو جانے سے منع کیا اور کہا۔

”تم آج مت جاؤ، کیونکہ میں نے تمہاری بابت ایک نہایت برا خواب دیکھا ہے۔“

”شاید تم مجھ کو جانے سے اس لئے باز رکھتی ہو، کہ میں میلہ میں جا کر سے خوشی میں مشغول ہو جاؤں گا۔“

”میں مجھے اس بات کا اصرار نہیں ہے، میں جس پر ڈرتی ہوں، وہ یہ ہے، کہ گزشتہ شب میں نے عالم خواب میں تمہارے سر کے تمام بال برف کی مانند سفید دیکھا ہے۔ میرا نزدیک اس کی تعبیر خوش ہے۔“

”سر کے بال سفید ہونا تو ایک خوش قسمتی ہے، ایسے میلہ میں ضرور شرکت کرنی چاہیے، حبشہ نے قسم ہو کر اپنے خاص نظریات انداز میں جواب دیا، ”میں تمام انشاء فروخت کر کے تمہارے کچھ نہ کچھ سوغات لاؤں گا، چنانچہ اس نے خاندان کے افراد کو اطلاع کی اور مادر وطن سے رخصت ہو گیا، ابھی تھوڑی دیر کے فاصلہ پر ہی پہنچا ہو گا، کہ اس نے ایک اور سوداگر سے جس کا وہ پہلے سے ہی واقف تھا، ملاقات کی، پر تپاک اور پر جوش مع و معاملہ کے بعد دونوں نے ایک چٹخہ سر کے میں قیام کیا، اور دوسرے کی باتیں چلائیں، بھر جائے پی۔ اور کچھ رات گزرتے بہتر استراحت پر مبنی تان کر نیند کے مزے لینے لگے،

حبشہ تاخیر سے سونے کا عادی نہ تھا، اس لئے اس کی طبیعت قدرے مضطرب رہی۔ اور وہ رات بھر میں چند سناٹا کے لئے بھی نیند سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو سکا، پایاں لارہ صبح صادق نمودار ہونے سے پیشتر اس نے اپنے کو چوہان کو میدان کیا، اور ابھی آفتاب عالم تاب حملہ مشرق میں اپنے چہرہ سے غبار آلودہ نقاب اٹھانے بھی نہ پایا تھا، کہ اس نے اپنا سفر جاری کر دیا۔

چند میل بعد کا مہر طے کرنے کے بعد دوبہر ہوئی، گرمی کی شدت اور دھوپ کی تیزی کے باعث کو چوہان نے گھوڑے کو گھاس چرنے کے لئے گھول دیا، حبشہ نے غلات میں سے اپنی مغفوت سارنگالی اور ایک گھنے درخت کے سایہ تلے بیٹھ کر اس کو بھانا شروع کیا، اس دوران میں تین بیویوں

# گلدستہ نگین

مرتب فیض لدعبانوی

جل رہا ہوں تشرِ فرت سے جیچلے  
میل بہ محبت جگر شمع مزار عشق ہے

(نشر)

غم گین کوئیں طوفانِ صبا میں ڈوبو دنگا  
کہ بچہ بہرِ باں ہے آج کل پرزناں میل

(لطیف)

ہمارے آگے تیرا جب کسی نے نہ لیا  
اب تم زدہ کو ہم نے غلام غلام لیا

میر تقی

پاؤں کے جہانوں سے کانٹوں کی چوٹیوں پر کیا  
آج جھل میں بھی ساقی و دیوانہ چلا

(حشر کاٹھیری)

فطرتِ بھگام و دہشت مجھے غارت بھی  
عشق سے دھست لگتی تو جھاکام تھا

(احسن)

دل ہی نہیں لبتے رہ جاؤ میری آہ و فغا  
کاش یہ باروت برس مرنے پر کٹھے

(اختر شیرانی)

سب بہ ایک جیسے پوچھا ہے یہ دنگا  
ابھی ماری دنگا کوئیں کیونکر زوال کر گیا

(دانا پور)

دنگا کی ترقی ہے اس راز سے وابستہ  
انسان کے قبضے میں سب کچھ اگر دل ہے

(علامہ صفی)

ہم مٹ کے ہونے خاک ہیں انکو فریبی  
بس چکدیا جذبِ محبت کا اثر بھی

(نوحی صریحی)

تھیلے پر تھیلے کھارہا ہوں بھر آؤ  
دیہی چہرے مجھے جنہیں ساحلِ ہند آیا

(سرشار)

صدِ شکر آج ان سے ہوئی کچھ تو گفتگو  
یادِ بخت بد کہ مرگیا بسو گئی

(حیرات)

آواہن کے واسطے ہم ہو گئے بہیا و بھی  
بھول کر گزرتے ہیں ہم کو کبھی دوبار بھی

(فیض)

والی ایک سُرُخ گاڑی روٹھا ہوئی جس میں سے ایک پولیس  
کپتان اور دو سپاہی ہفتہ گھبرائے ہوئے نیچے اترے اور  
جھینڈ کے قریب آکر اس طرح گویا ہوئے

”نہ تم کون ہو اور کس جگہ سے آرہے ہو؟“

”کیا آپ میرے ساتھ کچھ چائے وغیرہ پیچھے؟ جھینڈ نے پوچھا  
”پولیس کپتان نے جھینڈ کی اس لالچی بات کا ذرا خیال  
نہ کیا، اور طے الا تعالٰ اس پر سوال کرتا چلا گیا“

”تم نے پچھلی رات کہاں کائی ہے؟“

”تم جتنا تھے یا تمہارے ہمراہ ہمارا کوئی اور رفیق بھی تھا؟“

”کیا تم نے اس صبح دوسرے سوداگر کو دیکھا ہے؟“

”نہ تم سحر ہونے سے پہلے سرے کو چھڑ کر کہاں بھاگ آئے؟“

”آپ ایسی بری طرح میرے ساتھ کبولہ پیش آرہے ہیں؟“

جھینڈ نے متحجب ہو کر کہا: ”میں کوئی چور یا ریزن نہیں ہوں۔“

اپنی تجارت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ جبکہ کوئی فرصت نہیں ہے

کہ میں ان بوفلوں سوالات کا ترکی بہ ترکی جواب دوں“

”تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں اس ضلع کی پولیس کا اعلیٰ

افسر ہوں“ کپتان نے ٹھکانہ لہجہ میں کہا۔ ”وہ سوداگر جس نے

تمہارے ساتھ پچھلی رات لبرکی تھی، آج صبح سرے میں مقتول

پایا گیا ہے، ہم اس حادثہ کی تحقیق کے لئے اتنی دُور چلے آئے

ہیں، تم اپنی عام چیزوں کی تلاشی دو تاکہ ہمیں قاتل کا کوئی

سراغ ملے۔“

(باقی آئندہ)

(فیض محمد فیض لدعبانوی)

تاکید ایک

جس پر دورانِ تشریف سے اپنا قومی مرکز سودا وہ و تفریح کی

میری کمی ہر شے مل گئی ہے۔ ان سے کھڑکیں ہیں۔ کہ وہ ہوں

رکیت سے قومی خادموں کی مرصعہ افروازی سے دریغ نہ فرمادیں

یادِ سرشار

# عظیم الشان دارالصحافت

## اوشٹائن

جن لوگوں کی فکر جرنی کی ان مخفی فونوں پر ہے، جو جنگ عظیم کے بعد ایک بڑی چٹان کے نیچے دب گئی تھیں، ان کو لکھیں کہ جو بنی چٹان ٹوٹی جنگ سے پہلے والی جرنی پھر زندہ ہو جائیگی اور اس کی یہ زندگی اپنی سطوت و قوت کے اعتبار سے پہلی زندگی سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ میدان جنگ سے نکلنے کے بعد نہ تو اس کے طبعی ثروت کے خزانوں میں کوئی کمی آئی، اور نہ ان شخصی صفات میں سرمو تغیر ہوا جن کی بدولت دنیا میں وہ ایک بلند ترین حکومت تسلیم کی گئی۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ جنگ کے مصائب وہ اس کی ان طاقتوں کو اور جلا دے دی ہے، جو اس کے عوام اور حوصلوں کے اندر کار فرما تھیں، جس طرح ایک حوصلہ مند اور الو الحزم نوجوان زمانہ کی گردنوں اور دہ کی آزمائشوں سے ثبات اور استقلال کا سبق پاتا ہے، اسی طرح زندہ قوموں کے حوصلہ کار جو شغل کے لئے مصیبت سب سے بڑی محرک ہے آج کا برلین چند سال پہلے والے برلین سے بالکل مختلف ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں قوت و نشاط کی ایک نئی جلوہ گری ہے اور صنعت، تجارت کے تمام بازار اپنی تمام بجلی رولفوں اور پھل پھل کے ساتھ کھل گئے، اس غائب فرق کو برلین کی سڑکوں پر ایک اچھٹی ہوئی نظر ڈالنے والا بھی محسوس کر سکتا ہے، شوارع پر آنے جانے والوں کا ہجوم، دوکانوں میں گاہکوں کا ازدحام، تھیلروں اور تماشہ گاہوں میں تماشائیوں کی کثرت، لباسوں کی رنگارنگی اور بوتلمونی، یہ تمام باتیں آنے والی بہار کا پتہ دے رہی ہیں، کاش ایسا ہوتا کہ ہم اپنے تاریکین کو ان تمام مناظر کی سیر کرا سکتے، لیکن آج ہم صرف جرنی بلکہ یورپ کے سب سے بڑے "دارالصحافت" کے مختصر حالات پیش کرتے

ہیں، ممکن ہے آئندہ دوسرے حالات بھی پیش کر دیا گئے۔ جرنی میں اس وقت مصافحت کے تین بڑے کارخانے ہیں اول شٹائن۔ سوی۔ شیرل۔ یہی تینوں دنیاں کی رائے عام پر چھو کر رہے ہیں، اور ان میں مقدم الذکر کی سطوت و نفوذ کا رقبہ بہت وسیع ہے، جرنی اخبارات اپنی شکل و صورت میں ہماری اخبارات سے بالکل علیحدہ ہوئے ہیں، عموماً دنیاں کے اخبارات کا حجم ہمارے اخبارات کے مقابل میں کم ہوتا ہے، جس سے پڑھنے میں ہنایت سہولت ہوتی ہے، جرنی میں تقریباً تمام اخبارات جماعتی ہیں۔ شاید ہی کوئی اخبار ایسا ہو جو کسی جماعت سے نسبت نہ رکھتا ہو۔ برنفلٹ اس کے فرانس اور انگلستان میں بہت سے آزاد قوتی جزائر لکھتے ہیں۔ چین کو لوگ ہنایت شوق سے خریدتے ہیں، اور ان میں سے بعض پڑھنے والوں (۱۵ لاکھ) دو ملیوں تک چھپتے ہیں، حالانکہ جرنی اخبارات میں اکثر ایسے ہیں جو نصف ملیوں سے زائد نہیں چھپتے، ہفتہ وار اخبارات نسبتاً تعداد میں زیادہ ہیں، اور ان کو لوگ ہنایت ذوق سے پڑھتے ہیں، اس لئے ان کی اشاعت بھی زیادہ ہوتی ہے،

اوشٹائن برادر س کا کارخانہ ترقی یافتہ طباعت اور مصافحت کا ایک ہنایت عظیم الشان کارخانہ ہے، اس کی عظمت نہ صرف یورپ بلکہ امریکہ کے کارخانوں کے مقابل میں بھی مسلم ہے، اس کارخانہ کی ملکیت چار آدمیوں کو حاصل ہے، اور یہ سب تعقیبی بھائی ہیں۔ ان کے باپ نے یہ عمدہ کارخانہ اپنی میراث میں چھوڑا تھا۔ جو بعد میں ان لائق فرزندوں کی کوشش اور حسن عمل سے ایک عالم بن گیا، ان چاروں بھائیوں نے اس کارخانہ کے انتظام و انصرام کو باہم تقسیم کر لیا۔ ایک نے اس کے ادبی و ادبی اشاعت کی نگرانی کی تمام ذمہ داریاں قبول ہیں۔ دوسرے نے صنعتی شعبہ کو سنبھالا، تیسرے نے انتظامی امور کی دیکھ بھال کی، چوتھے نے صنعتی معاملات کا کام

۵۱) ہزار پونڈ مابور یہ کارخانہ کھمبہ ڈاک کو اپنی مراسلات کی اجرت ادا کرتا ہے،  
 ۵۲) اس کارخانہ کا ڈیوٹیوریل اسٹاف ٹیلیفون کے ۹۲ نمبرزوں کے واسطے سے شہر سے تعلق رکھتا ہے، ۵۳) شاخیں اس کے علاوہ نہیں۔ جو کارخانہ کے دوسرے محکموں سے متعلق ہیں۔  
 ۵۴) پچھلے سال اس میں کچھ زیادہ ۲ بلوں پونڈ کا کاغذ صرف ہوا اور ۶۳۵ ٹن روشنائی خرچ ہوئی۔  
 ۵۵) مختلف انواع کے لئے ۲۹۱ مشینیں ہیں۔  
 ۵۶) یہ کارخانہ ایک ہی وقت میں ایک روزانہ اخبار کے ۱۲ لاکھ ۷۰ ہزار نسخے نکال سکتا ہے،  
 ۵۷) حمل و نقل کے انواض کے لئے اس کارخانہ کے پاس ۱۰۳ موٹریں۔ ۲ اسٹیمر ۲ جہاز ہیں۔  
 ۵۸) اس کارخانہ سے ۱۰ روزانہ اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ جن کی اشاعت کی مجموعی تعداد ۴۰۰۰۰ ہے۔ ۵۹) ہفتہ وار اخبار شائع ہوتے ہیں۔ جن کی اشاعت کی مجموعی تعداد ۱۰۶۳۶۸۱ ہے۔ ۶۰) مابور رسائل شائع ہوتے ہیں۔ ان کی اشاعت کی مجموعی تعداد ۴۰۰۰۰ ہے۔  
 (ترجمہ)

اپنے متعلق لے لیا۔ اور اتحاد یک جہتی کے ساتھ کارخانہ کو اس قدر فروغ دیا۔ کہ آج ایک دنیا ان کی حیرت انگیز کامیابی پر حیرت زدہ ہے، جرموں کی ترتیب و نظام، تفہیم عمل اور نظافت کے افسانے کا بہت سنے گئے ہیں۔ مگر اسکا اصلی اندازہ اس کارخانہ کو دیکھنے کے بعد ہو سکتا ہے، جسوقت ہم اس کارخانہ میں داخل ہو گے تبیں ہزاروں آدمیوں کا ایک جگہ نظر آئے گا۔ مگر وسیع و عریض عمارت کے کسی کونہ میں کہیں تم کو روشنائی کا ایک وجہ با کاغذ کا کوئی پھینکا ہوا ٹکڑا نظر نہ آئے گا۔  
 ذیل کے اعداد سے اس کارخانہ کی اہمیت کا کس قدر اندازہ ہو سکتا ہے،

۱) دولٹائن کی تمام متعلقہ عمارتیں ۷۰۰۰ میٹر مربع میں پھیلی ہوئی ہیں۔  
 ۲) کل ۸۲۵۳ آدمی کام کرتے ہیں، اس میں سے ۲۲۲۲ ڈیوٹیوریل اسٹاف سے متعلق ہیں۔ ۲۲۲۲ پریس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۲۴۹۸ اخبار فروش اور ایجنٹ ہیں  
 ۳) ۲۲۰ نامہ نگار ہیں۔ ان میں سے ۸۶ جرمنی کے مختلف محلوں میں متعلق ہیں۔ اور ۲۴ دوسری حکومتوں کے دارالسلطنہوں میں،  
 ۴) اس کارخانہ میں ۸ مختلف زبانوں میں خبریں اور گفتگو ہو سکتی ہے۔

## تندستی کا راز

فرماتے ہیں بعد سنو حضرت علی  
 صحت کے انتظام میں ٹیبل سہی چمکی  
 میں تین فقرے کہو لدا حسین راز طب  
 کم کہنا و بعد کہانے کے ہرگز نہ کہنا و تم  
 ہے نام احتیاط ہی کا صحت و شفقا

(حرم)

# میری سرگدست

## تاریخی رنگ میں

قاضی ظہیر حسین صاحب فاروقی کے ذہنی حالات

نمبر ۳

ایک زمانہ تھا۔ جب کہ موجودہ بلوچستان کا بہت بڑا حصہ اور سندھ امرائے عرب کی نوآبادیاں تھیں۔ ابن حوقل لکھتے ہیں۔ کہ منصورہ اور ملتان اور دیگر ضلع میں عربی اور سندھی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اور مکران میں کمرانی اور فارسی۔

خلفائے عباسیہ بغداد کے عہد حکومت میں اگرچہ سندھ کی دیوبڑی ریاستیں ملتان اور منصورہ تھیں۔ جن کے امیر مطلق العنان تھے۔ اور خلیفہ کی صرف روحانی بزرگی اور عظمت ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ لیکن ان ہر دور یا ستوں کے علاوہ مغرب میں چند چھوٹی چھوٹی اور ریاستیں بھی تھیں۔ مثلاً ۱) ریاست توران (موجودہ جبالاوان) جس کا حاکم۔ مستقیم۔ قاضی اور سپہ سالار ابو القاسم سکند بھرہ تھا۔ ۲) ریاست قصبہ دار موجودہ قصبہ دار اس کا حاکم ایک عرب بنین بن احمد سکند کیاکان (قیقنان) تھا۔ اور عمارت میں خعبہ خلفائے عباسیہ کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔

تاریخی طور پر قیقنان یا موجودہ نال ایک ہی نہیں اس نے اسے ۱۸۹۹ء کے موسم سرما میں اس وقت دیکھا۔ جب کہ میں پوٹیکل اینڈ وائزر نطالت کے دفتر فارسی کا سررشتہ دار سپرنٹنڈنٹ تھا۔ نال ۲۷ درجہ ۴۰ دقیقہ شمالاً۔ اور ۶۶ درجہ ۸ دقیقہ شرقاً سطح سمندر سے ۸۳۳ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ نال علاقہ جبالاوان میں ایک لمبی وادی ہے۔ جو ایک فراخ قطعہ اور ادبھی پتھریلی پہاڑیوں سے جو اس کو۔ گدر۔ انجیر اور خضدار کی وادیوں سے جدا کرتی ہیں۔ ان زیرین پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی ہے جو اس کو "جاو" سے علیحدہ کرتی ہیں اس

کی لمبائی فریباً تین میل ہے۔ اور اس کی چوڑائی سات میل کے قریب۔ سال کے اکثر حصے میں نال کی آب و ہوا خوشگوار اور صحت بخش ہے۔ شمالی پہاڑیاں بعض اوقات سخت سردیوں میں برف سے ڈھک جاتی ہیں، اور سرما میں عموماً سخت ہوائیں چلتی ہیں، اس کی اہمیت اس لئے ہے۔ کہ اکثر رستے جو ملک کی بڑی بڑی گزرگاہوں میں سے ہیں، یہاں سے نکلتے ہیں، افلات سے بیلکارا رستہ براہ باران لک۔ اور کچی سے مکران کا رستہ یہاں پر ملتے ہیں، یہاں سے پچگور کی طرف براہ رخائی راستہ نکلتا ہے، اور رختان اور خادان کو براہ یسیما۔ اور ارمار کو براہ علاقہ میرداری۔ گاؤں کو بحال تاشیر (بقال کا شہر) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، نال، قیقنان، اب سردار کبیر، خاں سیرخو کا میڈ کوائر ہے۔

۳) ریاست مکران۔ جس کا حاکم جیسے بن ممدان تھا، اس کی دارالہدایت کبیر تھی، جو وسعت میں ملتان سے نصف تھی۔

مکران ۳۳۵ھ میں بعید خلافت جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح ہوا۔ اور اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ چوتھی صدی ہجری تک خلفائے بغداد کے ماتحت رہا مدت مذکورہ کے بعد خلیفہ انقادور باللہ کے عہد میں مکران کا حاکم ممدان مطلق العنان ہو گیا، جس کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں ابو العساکر اور عیسیٰ کے مابین تنازع ہوا اور امیر افغانستان مسعود بن محمود غزنوی نے ۴۷۱ھ میں جاری کر دیا، اس کے بعد مکران افغانستان کے ماتحت رہا۔ حتیٰ کہ چنگیزی مظالم نے حکومت افغانستان کو برباد کیا۔ مکران بلوچستان کے اس حصے کا نام ہے، جو بحر عرب

دارالہدایت کو محدود کر کے اسے مکران بنایا۔ اور مکران میں جلیل الرحمن نام ہے

خاندان بھر میں سے چوبیسویں صدی ہجری کے دوران میں علاقہ توران کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں بھی۔ اس لئے مضمناً اس کی اس مختصر تاریخ کا تذکرہ لازمی ہوا۔

خوددار سے پہلے گرد میانی مقامات پر ٹھہرنے کے بعد ۱۸ اپریل ۱۹۱۱ء کو ہم نے اہلیک نری میں پہنچے۔ جو علاقہ نہری میں ایک خوشنما مقام ہے۔ یہاں ہمیں میرا لیسر ٹوٹ کے ایک بڑے دفین کے تھے ہوا۔ جو سردار ایک نری اور مریم تیرانی کے مکانات کے درمیان واقع ہے۔

مک کا عام رائج فرس زیتیں پر ہی محدود کا ہے۔ اضافہ اور تادو طریق پر مضمناً اور تباہی کے ہاں ایک زہا چار پانی میں لکھی ہے۔ بادشہ کے ساتھ پروردگان اور ان پروردگان کا کام دیتا ہے۔ اور طریق ان کی گھر چہرے سے نکالتے عادت عذر و نماز میں سے اس کے اسباب خافراں سے اختیار کیا کہ یہاں کے تمام قبائل ایسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ پروردی اقوام میں چہرے پر سیاہی ہوتی ہے۔ ہاں تمام سبب میں کسی نہ کسی بنا پر باہمی باقومی اور مذہبی کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ رات کو چھٹی اور چھٹی سوئے ہیں۔

پران استعمال نہیں کرتے۔ مضم ہوں یا مانا بدوش صرف کوئی جاکر گزارہ کر سکتے ہیں۔ انات البیت اگرچہ سب حیثیت میں ہے۔ مگر مکتوبات میں کی ساخت کی چند دریاں۔ مذ اور کچھ قالیق۔ خاف اور سرانے۔ جو گدان کی ایک طرف بطور بازار کچی جاتے ہیں۔ بانی کے چند ٹیکڑے۔ پتھر کا تو۔ چکی کھانے پکانے کے چند برتن کچھ تھ۔ اور گچی، اس یہ ہے گھر کی تمام کابینا اور گدان کی زمینت۔ لیکن باہر ہم بھان نوازی فرعن خیال کی جاتی ہے۔ ہر گز اس باہرستی میں بھانوں کی اقامت کے لئے سیاہ مہل کا ایک سلحہ خیمہ یا گدان ہوتا ہے۔ بھانوں کی حیثیت کے مطابق ان کی تواضع کی جاتی ہے۔ اعرب کے دستور کے مطابق بھان کے لئے بیٹھ رائج کی جاتی ہے اور عام یا اجنبی بھان کو حاضر پر تخاص کرنا پڑتی ہے۔ ۴

کے ساحل پر واقع ہے، قدیم زمانے میں کئی سو سال تک ہندوستان میں اسی راستے سے آمد و رفت جاری تھی، اس کی حدود بہت سی سلطنتوں مثلاً افغانستان۔ ایران ہندوستان اور عمان سے ملتی ہوئی ہیں۔

نادر شاہ کے قتل کے بعد جب بلوچستان احمد شاہ ابدالی کے زیر اثر ہوا تو اس نے کران کو نوشہرہ دانی بلوچوں کے سپرد کر دیا۔ لیکن ۱۷۷۱ء میں حیدری جوکر کران کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ خان قلات کے ماتحت رہا۔ اور دوسرا حصہ حکومت ایران کے تصرف میں چلا گیا۔ اول ان کو صرف ایک انگریزوں کے زیر حمایت ہے۔

۱۸۱۱ء ریاست لنگے۔ جو سرحد کران پر واقع تھی اس میں میر بن راجا خود مختار حاکم تھا اور یہ ریاست اتنی بڑی تھی کہ کئی دن میں اس کے حدود سفر فرماتا تھا۔

نال باقیقتان کے ۱۸۹۹ء ہی کے موسم میں اس میں نے شے کو دیکھا، جو اب ریاست نہیں بلکہ ریاست خیمیں ہے اور حدود علاقہ جہلاوان میں داخل۔ جہاں پر جہلاوان اور کران کی حدود کے ڈانڈے ملتے ہیں، غایت مذکور کا صدر مقام گجر ہے۔ جو سطح سمندر سے فریاد چار ہزار ایک سو ستر فٹ بلندی پر ہے۔ اور خان قلات کے نایب کا مہل کوثر۔ یہاں ایک بڑا قلعہ ہے۔ جسے میر نصیر خان کلان نے بنوایا تھا، مگر اب مضاروت میں اپنے کا پانی ندی سے لیا جاتا ہے۔ جو کسی قدر کھاربی ہے مگر اس لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے، کہ کران کا علاقہ میرا لیا اور سید کے راستے اس میں سے گزرتے ہیں اگلاؤں کے گرد گھوڑوں کے درخت ہیں جو شمال کی جانب کا ندیری ایک اور جنوب کی طرف گورجک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن پہلے اونے قائم کا ہوتا ہے۔

چونکہ سرزمین توران کے ساتھ جاری خاندانی روایات کے مطابق ہیں ایک قسم کے مخصوص تعلق کا حق پہنچتا ہے۔ اور یہ خوش نصیبی میرے ہی مقدر میں تھی، کہ کئی صدیوں کے بعد

# استخفاف مذہب

## نام الیوان اسلام کا اسلام است

قرآن مجید کی بعض مرتب کے خلاف نام الیوان اسلام کے خلاف بعض امر بال  
انڈیشن مسلمانوں کے خلاف اور فوشورہ سے متاخر کر کے مسلمانوں میں ترومانا  
ایسے دشمن دین کو بنانے کی شاہی مسجد کے ممبر پر کھانا کر خلیہ دینے کا سلسلہ  
دیا۔ ہالاک اور وقت شناس بنوئے اس وقت کے لوگوں نے اور اسکی  
کاپیاں کثرت کے ساتھ تقسیم کیں۔ اور جب بد وقت ہو گئے جب تک کی خلیہ  
گزر گیا۔ بند مسلم اتحاد کی کاپیاں ٹوٹ گئیں۔ فرقہ پرستی میں موت سرگئی  
مذہبی تحریک کی اور آخری نے چند مسلمانوں میں حوکہ کار اور مگر کار  
ویا تو اسکی خرد بانڈ اور اس کے حواریوں نے اسلام کے خلاف علم  
عداوت بلند کیا۔ اور میدان ارتداد میں علی الاعلان کھڑے ہو کر  
معروف کرنے آؤں۔ جند و جرائد اور ہندو مہاساکی رپورٹیں اگر خطہ ہند  
تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ممبر خلیہ اور مسند آفند پر کھانا جوئے والے شرورانہ  
نے سینکڑوں مسادہ حاج مسلمانوں کو ارتداد کے تلخم خیز سمندر میں غرق  
کر دیا۔ یہ تمام نام الیوان اسلام کا اسلام سے استخفاف اور یہ بھی۔ حق تعالیٰ کی  
دوست نافرمانی۔

## غضلی کا اعادہ

خرد بانڈ کو مسجد کے ممبر پر کھانا کرنے کا خیازہ۔ بگھنے کے باوجود  
مسلمانوں کی ختم بورت و ابدیت دانہ جوئی۔ اس لئے اب انہوں نے  
ایک بار اور اسی سنگین غرضی کا اعادہ کیا ہے۔ ۲۰ مئی ۱۹۷۷ء کو نارجھ  
کے بعد جامعہ نعیمیہ اور سر میں سیاسی تقریریں شروع ہوئیں امقرورین  
میں کرتار سنگ نامی ایک مکتبہ بھی تھا۔ جس نے خعیب کے ممبر پر کھانا جو  
کے ساتھ۔ مکتبہ میں غیر مسلم کثرت موجود تھے، اور اس

کی یاد دہان کرتا رہے گئے ممبر پر کھانا جوئے کے خلاف حداس  
کرتا۔ کہاں تیں غنائے دین۔ کہاں تیں مغتبان شرع متین  
تیں علیہ و آلائ اسلام۔ آہ مسلمان درگور و مسلمان حد کتنا

## دین میں خطروں میں

کہاں تیں۔ سلطان شریعت ہر کہ برسہ جوتہ۔ علیا ہر  
یا کھانا جوئے۔ مکتبہ کھانا جوئے۔ فدا نقض لوگو  
عاصی علیہ و آلائ اسلام کہ کھانا جوئے۔ اور فدا نقض  
کو اسکی ممبر پر کھانا جوئے۔ سیاسی تقریر کرنے کی اجازت  
نہیں تھی۔ ہر اندازہ کا مسداق ہے یا نہیں؟ اور ویدہ  
بار نقض توئی کی صورت خلاف ورزی کی گئی ہے یا نہیں  
تو تبا یا جوئے۔ اور کسی دباؤ۔ کسی اثر۔ یا کسی طبع و لائ  
تہ چشم پوشی مگر خرد بانڈ کے لئے شرعی حکم ہے یا اور  
کی اب یہ پوزیشن ہے کہ آپ شارع اسلام، اور  
کی حیثیت۔ نے کوئی فتوے صادر کریں۔ اور مسلمان اسکی  
پیراں محمد زعلی علیہ وسلم، آزادی کے چکوں  
ایمان لارہے ہیں، دین فیم سے آزاد ہو جو کہ پہلے ہند  
بانگ بے شکام سے اسوہ حسنہ سے سر تا سر تا بنی کرتا  
اسلامیہ کی تکریب کر رہے ہیں۔ اور سختی و مولوی خام  
بآنا لله وانا الیہ راجعون

## نعرۃ بکیر بند

جگ آزادی کے بعد مسودہ اشرف سے جو  
مسلمانوں کو دیئے جانے والے ہیں، ان کی باہر  
نہیں کر دی گئی ہے۔ چنانچہ

مہندر گوبال سنگہ سکریٹری لاگرس کیٹی جڈیالہ ر امرت سر، کی بارگاہ سے ۳۰ مئی ۱۹۱۹ء کو جاری ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ سیاسی جلسوں میں "نفرہ بکیر" اللہ اکبر کی گونج پیدا نہیں کی جاسکتی، واقعہ کی اجالی کیفیت یوں ہے، کہ متلاشیان آزادی کا ایک قافلہ جب جڈیالہ پہنچا اور قانون شکنی کا دھول پیٹنے کے لئے جلسہ منعقد ہوا۔ اور تقریروں کے دوران میں "سمت سری اکال" اور "ہندو ماترم" کے نکل نکلات نمودوں سے نضا گونجنے لگی۔ تو ایک مسلمان نے "نفرہ بکیر" کی صدا بھی بلند کر دی۔ یہ سنتے ہی جناب صدر مہندر گوبال سنگہ کے کچھ پر سائب لوٹ گیا۔ ابھی آٹھ اکسٹ کے شہرک الفاظ منہ سے نکلنے نہ پائے تھے۔ کہ آپ بے تاب ہو کر کرسی سے ہارٹ سے اٹھے، اور با الفاظ بلند کہا۔ کہ ایسے جلسوں میں "نفرہ بکیر" نہیں رگایا جاسکتا۔ اس کی تصدیق اور

### یعنی شہادت

## خسرو دکن کا اہم اعلان

سکندر آباد ۲۰ مئی۔ انحضرت شہر بار دکن نے ہندوستان کی موجودہ برادری کے متعلق معروضہ ذیل اعلان شائع کیا ہے۔

ہندوستان کے ہر ایک حصے میں خواہ کیسا چھوٹے بھی اُس ملک کے تازہ ترین واقعات کی رفتار سے سخت تشویش و اضطراب پیدا ہو رہا ہے، قوم ایک ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی ہے، کہ اگر میں اُس سے زیادہ خاموشی اختیار کرتے رہوں تو میں نہ صرف اپنی ریاست بلکہ ہندوستان اور ہندو برطانیہ کی طرف سے جو فرائض مجھ پر عائد ہوئے ہیں، انکو ادا کرنے سے تاحہ سبھا جاننا خصوصاً اُس حالت میں کہ جسے معلوم ہوا ہے کہ میرے ہم مذہب ایسے وقت میں جبکہ ہندوستان کی آئندہ حکومت جمہوریت نامی نادرک حالت سے گزر رہی ہے، میری ذمہ داری کیلئے پختہ ہوا ہے۔ اس نادرک موقع پر ہر ایک کی اور بالخصوص اُن لوگوں کی جو ذمہ داری اور اتحاد کی کیفیت رکھتے ہیں، یہی کوشش ہونی چاہئے کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت کے مسئلہ حل کے متعلق کوئی ایسی تجویز پیش کرے جسے ہر ایک فرقہ اور جماعت کے معقول پسند انخاص پسند کریں، اور جو بالعموم ہندو

کے لئے ان والیٹیوں سے پہچو۔ جو اس جلسہ میں شرکت کے لئے اور اس تفرقہ انگیز اور جگر سوز حکم کے سنتے پر بھی مسلمان ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ ذہب مرنے کا مقام تھا۔ لیکن وہ زندہ ہیں، اور مسلمان ہیں۔ ایسے مسلمانوں کو مبارک ہو۔ کہ نفرہ اللہ اکبر کی تبلیغ سے سوانح کی پہلی پیشکش انہیں عطا ہو گئی۔

آگے آگے دیکھنے ملتا ہے کیا،

سیاسی جلسوں میں "ہندو ماترم" کی صدا نہیں بلند ہو سکتی نہیں "سمت سری اکال" سے دغا گونج سکتی ہے، لیکن نفرہ بکیر سے پیٹ میں درد اٹھتا ہے، اور اس پر مسلمانوں سے شرکت کی قضا جاری ہے، کیا لاگرس کے قریب نورہ مسلمان اس خرم ناک تفریق پر بھی دشمنان دین کی آن گہری چالوں کو چوسنا لوں گے ہاتھوں اسلام کو چشم زخم پہنچانے کے لئے کبھی جاری ہیں۔ سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔

ناعتین وایا اولی الالبصا

کی خوشحالی اور متعلق قیام امن کی بہترین ضامن ہو، اس مقصد کیلئے لندن میں ایک گول میز کانفرنس منعقد ہوئی ہے، حکومت برطانیہ کا وائسرائے جلیف بنی کی حیثیت سے میرا رادہ ہے، کہ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کیلئے میں اپنی ریاست اور خاندان کی طرف سے مناسب حصہ لوں، چند ماہ ہونے میں اُن ایک عام جلسہ میں ان جذبات کا اظہار اور اس محکمہ عملی کا اعلان کیا تھا۔ جو میں اختیار کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کانفرنس کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ ہندوستان کے تمام فرقہ اور جماعتیں متوجہ ہو کر اپنے اپنے مطالبات و دستانہ یک جہتی کی دھما میں پیش کریں، میں ہندوستان کے تمام باشندوں اور بالخصوص مسلمانوں سے ٹھکانہ چاہتا ہوں، کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ انکی مشترکہ سہودی، پرامن ترقی اور آئندہ نظام حکومت میں ایسے تحفظات ہیں جنہیں میں سے معقول ہے، جن سے تمام اقوام اور مذاہن کو مادر وطن میں جائز اور مناسب درجہ حاصل ہونے کے لئے ہر ایک کو لازم ہے۔ کہ ایسی کوششوں کو ملیا میٹ کر کے نیک نیت کمر بستہ ہو جائے، جو امن کی بنیادوں

پر ان کی ترقی اور خوشحالی کیلئے کام کرنا چاہئے، جو ہندوستان کی تمام جماعتوں کی مشترکہ خواہش ہے، اور جو بالعموم ہندو

اور ان کی ترقی اور خوشحالی کیلئے کام کرنا چاہئے، جو ہندوستان کی تمام جماعتوں کی مشترکہ خواہش ہے، اور جو بالعموم ہندو

ہو گا تو انہ کیلئے کی جی پی ایس، اور ملک یا اپنے صوبے کی قائم شدہ حکومت کی مدد سے آرا ہو جائے، جب تک میرا متعلق ہے، میں اپنے بزرگوں کی طرح ان ہندو

# وہ بکچ کر سکتا ہے جسے یقین ہو کہ میں کر سکتا ہوں

ترجمہ معنوں موہٹ مارٹن ڈیموئس فیض الدین صاحب تیرٹاؤرن ہائی اسکول دہلی

ہوں۔ کہ اس ملک کو میں ہی تباہی سے بچا سکتا ہوں۔ اور کوئی دہرا  
ایسا نہیں کر سکتا۔ نیکسٹ انٹ کا بیان ہے اگر گیارہ بیسے تک مسلسل  
انگلستان کی کرسی وزارت خالی پڑی رہی۔ بالآخر شاہ انگلستان  
اور درباری امرا کو پٹ کی قوتیت تسلیم کرنی پڑی۔ اور عنان وزارت  
جو اس کے ہاتھوں سے لے لی تھی پھر اسی کے سپرد کر دی۔

نبائیں ڈڈا کی کو اپنی لیاقت اور قابلیت پر پورا پورا بھروسہ  
تھا۔ اور یہی تھے نئی جس کی وجہ سے انگلستان والوں کو اسکی غفلت  
کا اعتراف کرنا پڑا۔ حالانکہ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ کہ یہ ایک قابل  
نفرت یہودی سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ انگلستان کی پارلیمنٹ میں  
مسٹر ڈڈا اپنی تقریر کر رہے تھے، دوسرے انگریز ارکان اس تقریر  
کا مذاق اڑا رہے تھے، وہ اسقدر غل چا رہے تھے، کہ انہیں اپنی  
تقریر کو جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ وہ اس وقت مجبوراً بیٹھ گئے،  
مگر بیٹھے بیٹھے تنہا کہہ دیا کہ اگرچہ آپ حضرات میری تقریر نہیں سن  
رہے ہیں تاہم ایک زمانہ آئے گا۔ کہ آپ اسے سننے پر مجبور ہو گئے۔  
ان کو اپنی قوت پر کامل بھروسہ تھا۔ جس نے اسے جسے گرا نہیں سکتا  
کا وزیر اعظم بنایا۔ اور جو موگ ابتدا میں ان کی تقریر کا مذاق اڑا  
کرتے تھے، اپنا بیت مسرت اور خوشی کے ساتھ ان کی تقریر سننے پر  
مجبور ہوئے۔ پریسیڈنٹ روس ولنٹائن کے ساتھ ہی کی کامیابی کا  
باعث زیادہ تر وہی اعتماد تھا۔ جو ان کو اپنی ذات پر تھا۔ وہ بھی  
اپنی ذات پر ایسا ہی کامل مجبورہ سر رکھتے تھے۔ جیسا کامل مجبورہ  
نبیلین کو اپنی ذات اور شخصیت پر تھا۔ پریسیڈنٹ مذکور کے افسر  
میں کوئی بات ایسی تقریر نہیں آتی۔ جس کو جزدی۔ یا بے دلی پر  
عمل کیا جاسکے۔ ان کی زندگی کے کارناموں کا مطالعہ کرنے سے یہ  
بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جو کلام بھی انہوں نے کیا۔ وہ اس  
یقین اور کامل اعتماد کے ساتھ کیا۔ جس کی وجہ سے کسی کام کو کم

مضر نہیں ہے جب ابراہام لنکن نے امریکہ میں غلاموں کی آزادی  
کا ابتدائی اعلان شائع کیا تھا۔ تو اس نے انیسویں صدی کے اس مقد  
نرین کا رونا مد کے شائق اپنے روزنامہ میں یہ الفاظ لکھے تھے: میں  
نے خدا کے حضور میں عہد کیا تھا کہ میں اس کام کو کر کے چھوڑوں گا  
اور کو نہ ہے اس بات میں شک ہو۔ کہ اسی عزم مجھ نے اس  
عجیب وغریب انسان کے جوش عمل میں اضافہ کر دیا۔ اور جس  
کام کے کرنا اس نے ارادہ کیا تھا۔ اسے انجام کو پہنچانے کی  
قوت اس کی رگوں میں بھری۔ اور معصوم نے اسکا مذاق اڑایا  
بشعور نے اسے دھکیا دیں۔ دوستوں نے اس کی رفاقت سے  
منصوہ کیا۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی لنکن کے قدم میں نذرش  
نہ پیدا کر سکی۔ اور اس کے اس اعتماد میں کبھی ذرا سا بھی فرق نہ  
آیا۔ کہ وہ اپنی قوم کی اسکی تاریخ کے سب سے بڑے مرحلے میں دنیا کی کر سکتا ہو  
نویں۔ بسمارک اور اسی نوع کے اور بڑے بڑے کام کرنے  
والے سب اپنی ذات پر اعتماد رکھتے تھے۔ اسی اعتماد کی بدولت  
ان لوگوں کی قوتیں دھنکی۔ جتنی بلکہ چو گئی ہو جایا کرنی تھیں۔ تو آخر  
دیزلے اور سید نرودا کی عظیم نشان کامیابیوں کا راز بھی اسی اعتماد  
عملی نقش میں مضمر تھا۔ اس پاک اعتماد، اور اپنے مقصد کے  
متعلق کامیابی اس یقین کے بغیر کیے آسکتے۔ کہ میں دارک  
جیسی دھتانی دوشیزہ فرانسسی فوجوں پر حکومت کر سکتی تھی وہ اسی  
ما فوق انسان خود اعتمادی نے اس کی قوت و طاقت کو بڑا دوس  
گنا بڑا عا دیا۔ آئندہ خود بادشاہ کو بھی اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنا  
پڑا۔ اور وہ شاہی فوجوں کو اس طرح میدان جنگ میں لے گئی  
کہ گویا وہ سب نا بھجہ بیٹے تھے۔

دیم پٹ نے اپنے عہدہ وزارت سے سو فون کئے جانے پر صاف  
الفاظ میں ڈیوک آف ڈوبون شارے سے کہہ دیا تھا۔ کہ میں جانتا

یہاں تک کہ اس کی باتیں شکلات کی جاتی ہیں۔ یہ بکچ کر سکتا ہے جسے یقین ہو کہ میں کر سکتا ہوں۔

یہاں تک کہ اس کی باتیں شکلات کی جاتی ہیں۔ یہ بکچ کر سکتا ہے جسے یقین ہو کہ میں کر سکتا ہوں۔

ہم شروع کرنے سے پہلے ہی اسی کامیابی قرار جاتی ہے اور حقیقت یہ کہ بکچ کر جاتی ہے کہ نہ عزم راسخ رکھنے والے کیلئے یقین کی آسانیاں ہم پہنچاتی ہیں اور وہ عزم ارادہ

# متفرقات

## حضور نظام کی تازہ فیاضیاں

اعلیٰ حضرت شہر یار وکن نے حال میں اپنے چشمہ  
نیض وکرم سے مندرجہ ذیل تحریکوں کی ہیا کی  
گی ہے۔

|                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                    |                  |
|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------------------|
| مٹی گڑھ یو بنور سٹی یک مشن                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                         | دس لاکھ روپیہ    |
| " " " " " " " " " " " "                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                            | ساتھ ہزار روپیہ  |
| جامعہ ملیہ دہلی یک مشن                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                             | بچاس ہزار روپیہ  |
| " " " " " " " " " " " "                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                            | بارہ ہزار روپیہ  |
| مسجد فلسطین کی مرمت کے لئے                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                         | ایک لاکھ روپیہ   |
| والیان، بابت کے تحفظ کیلئے                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                         | ایک لاکھ روپیہ   |
| قیر مسجد لندن کے لئے                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                               | پندرہ لاکھ روپیہ |
| <p>کیا فیاضی کی اس فہرست میں کوئی مدد ملی ہے۔ جس کو فضول<br/>یا غیر ضروری کہا جاسکے و کیا اس سے دالی وکن کی روشن ضمیری<br/>و احساس جمیع کا ثبوت نہیں ملتا و کیا اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا<br/>ہے کہ فرمانروائے وکن کی دیادگی صرف سفید سمتوں میں ذخرا<br/>ہوتی ہے، اور بعض دوسرے والیان ریاست جن مشاغل میں اپنی<br/>ریاستوں کا رد پیہ برباد کرتے رہتے ہیں۔ ان کی ہوا بھی شاہ وکن<br/>کو نہیں لگی؟</p> |                  |

حضور نظام اور اعلیٰ حضرت نے صوف قوی اوروں ہی کو  
برٹش گورنمنٹ مستحق امداد نہیں سمجھا۔ بلکہ برٹش حکومت  
کو بھی ہمیشہ دل کھول کر امداد دی ہے  
ہم اس کی تفصیل ذیل میں درج کرتے ہیں۔

|                      |                                    |
|----------------------|------------------------------------|
| قرضہ جنگ             | ایک کروڑ ۸۲ لاکھ ۹ ہزار ۶ سو روپیہ |
| معادف فوج وکن ہارس   | ایک کروڑ ۵۵ لاکھ                   |
| میر آباد امپریل سروس | ۸ لاکھ                             |
| متفرق امداد          | ۱۰ لاکھ                            |
| سامان حرب            | ۱۰ لاکھ                            |

۱۸۸۱ دسمبر ۱۵ لاکھ  
۱۸۸۲ اپریل ۱۵ لاکھ  
اس کے علاوہ بھی دقتاً فوقتاً حضور نظام حکومت برطانیہ کو  
امداد دیتے رہے ہیں، اور اس طرح اپنے آپ کو برطانیہ کا  
مد یار و نادار ثابت کرتے رہے ہیں، اس بنا پر برطانیہ کا فرض  
ہے کہ وہ حضور مدوح کے ساتھ محبت آمیز دوستی اور بغیر خواہی  
کا سلوک کرے۔

## نستعلیق ٹاپ

ٹاپ کے دراج نے دنیا میں معیار طباعت بلند  
... کر دیا ہے، اور اس کے حسن و خوبی نے جو غیر  
معدی امانت کر دیا ہے، اس سے ہندوستانی سلاطین اب تک محروم  
نہیں۔ ایک زمانہ سے انفرادی طور پر یہ کوشش کی جا رہی تھی۔ کہ  
ہندوستان میں ٹاپ کو دراج دے کر امداد کے معیار طباعت  
کو بھی بلند کیا جائے، لیکن اس کوشش میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اب  
ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی ہے کہ وکن کے علم فوز اور صاف  
پرورد تاجدار اعظم حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملک و سلطنت اے اس اہم  
ضرورت کو پورا کرنے کی طرف توجہ شاہانہ منعطف فرمائی ہے، اور عہدہ نگار  
مہاجب نے نستعلیق ٹاپ تیار بھی کر لیا ہے، ہم اعلیٰ حضرت سلطان العلوم  
تاجدار وکن سے درخواست کریں گے کہ جیسا طرح ناسے علم وادب پر  
اعلیٰ حضرت کے دوسرے ہیشمار احسانات ہیں، اسی طرح نستعلیق ٹاپ  
کو زیادہ سے زیادہ دراج دینے کے شوق بھی کافی توجہ فرما کر ہندوستان  
کے اردو سلاطین پر ایک احسان عظیم فرما کر اردو کو کس پر سی سے نجات دہن  
گوردا سپور سے ایک اخبار مہاجن

## قومی اخبارات کی امداد

سماچار کے نام سے نکلتا ہے، اس  
کو مہاجن سمجھا آٹھ سو روپیہ سالانہ مدد دیتی ہے۔ اردو دانش گزٹ  
اردو ٹریس بک سمجھا، ایک سو روپیہ سالانہ، اس کو ایک معقول رقم  
اخبار کے لئے وقف کرنی پڑتی ہے، کھنڈی لاہور۔ کھنڈی سمجھا کا

لیکن اگر اس میں وہ روح نہ ہو۔ جو توہوں کی قومیں بناتی ہے۔ تو اس کی کثرت کی کچھ بھی اہمیت نہیں ہے، چند سال ہوئے، کہ سرور ہنگمت شہ وزیر پونچھ کی بیوہ نے ایک ہائی سکول اپنے خرچ سے جاری کیا تھا۔ اب اطلاع ملی ہے، کہ سرور ہر دت شہ رادھ پٹیل کی بیوہ سرورانی نام کی دیوی نے زنا و دستکاری اور زنا سکول کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے دیا ہے، مسلمانوں میں بھی لاکھوں مرد اور عورتیں موجود ہیں، لیکن کبھی آپ نے اس قدر عظیم انسان فیاضی اور مجمع فیاضی کا اور تذکیر کسی ایک مسلمان مرد بالورت کے متعلق سنا، جب اس قسم کے واقعات عام ہو جائیں گے۔ جب ہماری قوم میں زندگی کی حقیقی مدح پیدا ہو جائے گی۔

علیہا حضرت بیگم صاحبہ  
جانتی گی، کہ علیہا حضرت نواب سلطان  
جہاں بیگم صاحبہ سی۔ ایس۔ آئی۔

بی۔ سی۔ آئی۔ بی۔ بی۔ آئی۔ بی۔ بی۔ آئی۔ کے آئی۔ والدہ محترمہ جناب نواب صاحبہ بھوپال تملب کی حرکت بند ہو جائے سے عالم جاودانی کو رحمت فرمائیں۔ واللہ ووالدہ اجعون۔

علیہا حضرت کے قواس آخری وقت تک قائم رہے، اور آپ نے بنائیں سکون قلب کے ساتھ اپنی جان عزیز جہاں آفرین کے پردہ کی آخری لمبیں اپنے اپنے محبوب فرزند نواب صاحبہ بھوپال کو ان افغانا میں برکت اور دعا دی ہیں اب اس دنیا سے رخصت ہوتی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے پردہ کرتی ہوں پیش کرو۔

طہریم۔ جناب جو کچھ میرے پاس تھا۔ وہ نو دیکل کی نظر کر چکا  
ایک شخص ہر روز لاہور بری میں جاتا ہے۔ اور ایک کتاب لکھو اگر اس سے رکھ کر خوب ہنت۔ لاہور میں نے ایک دن وجہ سلام کرنی چاہی۔ تو اس نے کتاب میں سے ایک تصویر دکھا کر کہا۔ دیکھو یہ آدمی اس لڑکے کے بچے دوڑ رہا ہے۔ اور ابھی تک بکڑ نہیں سکا۔ چاہی۔ کہ ہنت اڑو کہ میں کیوں پڑا ہے، اپنے گھر جا! چند بار۔ جناب قائم شہر میرے سامنے چکر لگا رہا ہے، جب میرا تھر آئے گا۔ کوہ پرادن گا۔

ہر گن ہے۔ بھانڈو کرنے اپنے مقاصد کے پردہ بگڑانے کے لئے چار سو روپے ٹیئہ چنہ جمع کیا ہے، اور وہ پردہ بگڑانے کے لئے چار سو روپے جو گا۔ کھتری قوم کی تاریخ مرتب کرانے کے لئے ایک علیہو رقم منظور ہوئی ہے، راجپوت گزٹ کے ایڈیٹر ٹھاکر سکھرام داس صاحب کو گذشتہ سہ ماہی سے سال فہم میں قوم کی طرف سے ایک فیملی ان کی خدمات کے عوض نذر کی گئی تھی، مبارک ہیں وہ اخبارات اور قومی مصنف ہیں کی اپنی قوم اور اپنی برادری کی طرف سے عزت افزائی ہوتی رہتی ہے، اور قابل قدر ہیں اس قوم کے حیات افراد جذبات جو اپنے تمام کی تو۔ دونوں کا احساس رکھتی ہے۔

ہندو مسلم فسادات  
ٹھاکر۔ سوگیر۔ ملکیت اور چٹا گانگ سے ہندو مسلم فسادات کی فہرست ایک خبریں آئی ہیں، ان میں تو فسادات کی اور لوٹ مار کے واقعات بھی ہوئے، وہ سب کی وجہ کا فسادیت سخت تھا، کئی آدمی زخمی ہوئے، ایک مسلمان کی لاش بازار سے پائی گئی، ضلع سوگیر صوبہ بہار سے ایک موقع میں جہاں حضرت ایک ہی مسلمان کا گھر ہے، اس گھر کو زبردستی گنت گمانے سے منع کیا گیا۔ اور ہندو لاشیں لے کے آئے، گھر میں اس مرد اور تین عورتیں تھیں سب زخمی پرستہ زمرہ قوموں کی عورتوں کی فسادات کی قوم کی زندگی کا شہوت سمجھی جاسکتی ہے، اور گھر میں۔ ہندو قوم ہم سے تعداد میں زیادہ ہے۔

## مندان ظرافت

بیوی جو بارہ گھر میں چور ہے آپس نے اٹکے پاؤں کی امٹ نسی ہے،  
خاوند۔ (میں بیدار کی وہ لٹ میں صبح اٹھ کر سب سے پہلے اس چور کو پکڑوں گا۔

بیٹا۔ آج اپنے فرما چکا کہ اپنے سے چھ لوں کو نہیں مارنا چاہتا!  
باپ۔ اے بیٹا تو بھلا۔  
بیٹا۔ تو یہ مانی کر کے کسی ماسٹر صاحب کو بھی یہ پرائیڈ کر دیکھے  
چچ۔ رندم سے شہرت صفائی لینے چاہئے جو تھار سے پاس ہے۔

## بزم قریش

ہمدانغور صاحب نے اپنی تنگ دلی اور حسن اخلاق کی بنا پر میرے لئے حیات جادوئی کی۔ جس تنہا کا اظہار فرمایا ہے وہ اُن کی بردار نہ بخت و جبر دی کا ثبوت ہے۔ خدا کے عود و جل ہم سب کو بخیر دی و یک جہتی کی توفیق دے۔ آمین

۲۲) عزیزِ اکبر محبوب عالم صاحب قریشی کی شبیہ ازدیاد ستر کا باعث ہوئی۔ لاریب آثارِ زیر کی ازنا صیہ او پیدا۔

۲۳) ندوۃ القریش کا آپ کے معیت اور رہائی میں بعض قومی خدمت کے لئے آمادہ سفرِ نیا رک فال ہے۔ کامیابی و نصرت نصیب ہو۔ ہوتا ہے جادہ پچا پھر کارواں بہار۔

گذشتہ اشاعت اعلان مندرجہ "القریش" مطبوعہ اپریل کے مطابق عرضی التوا میں رہی۔ کوشش کی گئی تھی۔ کہ نافذ نہ ہو۔ لیکن ان معذرتوں میں جن کا ذکر اعلان مذکور میں کر دیا گیا تھا۔ اس قدر وقت ہی نہ مل سکا۔ امید ہے۔ کہ قارئین کرام اس کے لئے ہمیں معذور سمجھیں گے۔ اور اس معذوری و عذرِ نوہی کو حق بجانب سمجھتے ہوئے شکر و امتنان کا موقع دیں گے۔ کیونکہ یہ کام یعنی "ندوۃ القریش" کی تاسیس زیادہ مقدم خیال کی گئی تھی اور مندرجہ قوم یقیناً ہمارے اس خیال سے متفق ہوں گے۔

جن جناب کا سالِ فریدی اس اشاعت کے ساتھ نعم ہوتا ہے۔ وہ ہر بانی کر کے اپنا اپنا زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا کر مشکور کریں۔ اگر کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو اپنے ارادہ سے دفتر کو مطلع کروں۔ تاکہ دمی بلی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو۔

خط و کتابت کے وقت چٹ بڑا کاغذ ضروری۔ ورنہ عدم تسلیں نہ ہوگی۔ بیو

مخدوم ملا ناظم تید فرید صاحب عباسی الہامی اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بچے بچے حد ستر ہوئی۔ کہ مبری قوم میں بیداری کے آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ ندوۃ القریش کے قیام کی سخت ضرورت تھی اس کیلئے سالہا سال سے میں کوشش کر رہا تھا۔ اور دعا کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ندوۃ قائم ہونے کی صورت نظر آئی ہے۔

بچے بڑی ستر ہوئی ہے۔ جب میں قاضی تید نظیر حسین صاحب فاروقی کے معائنہ دیکھتا ہوں۔ کہ انہوں نے مراعات کے متعلق مضمون لکھا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے خاندان کو تندرست رکھے۔ آپ ہی کی ذات ہے کہ جس نے قوم کے بیدار کرنے میں حصہ لیا ہے۔

ایس۔ اے۔ امین الدین صاحب قریشی حیدر آباد دکن سے لکھتے ہیں کہ محیف گرامی "القریش" مطبوعہ اپریل سنہ میری نظر سے گذرا اس کی تعریف سے زبانِ قلم تاھر ہے ہر حالت میں اور ہر لحاظ سے موجودہ اردو رسائل میں ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ اچھے یہ دیکھ کر بحد ستر ہوئی۔ کہ مدارس محروسہ سرکار عالی کے نام لبرمان ضروری جاری ہے، حقیقت میں یہ شاہ ذی جاہ کی علم پروری اور معارف نوآوری کا ایک بہترین ثبوت ہے، حضورِ ایلانے ایک طرف ملکی نوپنالا کو اس بہترین دنیا یاب صحیفہ سے استفادہ کرنے کے لئے مدارس میں جاری فرمایا۔ تو دوسری طرف "القریش" کی اعداد و اعانت فرما کر عظیم نظیر قاضی و کریم انفسی کا ثبوت دیا ہے۔

دعا ہے کہ "القریش" محترم و موزن ایڈیٹر کے ہاتھوں میں پھلے اور اپنے ندریں مقاصد میں کامیاب ہو۔

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں کہ براہِ رخصت قریشی

## کمال معرفت

راز معرفت

# تایخ المشامیر

پیام امین

منہ و شجرہ کا نعتیہ کلام

تاریخ تبلیغ اسلام

خطبات عزیز

اسلامی ہمدرد

اخلاقی کہانیاں

سراج الدلائل

حیات النبی

کام

سراج معرفت

شاہ اورنگ زیب

علم عیب

دلیل کا انحصار لاویجہ

دلی کی سحان



ۛ کاتبہ : ہجرت مکتب خانہ متعلقہ القریش امرت سر۔













